گناہوں سے پاک کرنے والے اعمال

نیک اعمال کا مُستند ذخیرہ جن کے بدلے میں مغفرت
کی بشارتیں زبانِ نبوّتؐ سے ادا ہوئیں

مؤلف
مولانا محمد ہارون معاویہ

بیتُ العُلوم
ہیڈ آفس: ۲۰۔ نابھہ روڈ چوک پرانی انار کلی۔ لاہور فون: 37352483
برانچ: 32-A غزنی سٹریٹ 38 اُردو بازار لاہور فون: 37313884

گناہوں سے
پاک کرنے والے اعمال

گناہوں سے پاک کرنے والے اعمال

نیک اعمال کا مستند ذخیرہ جن کے بدلے میں مغفرت
کی بشارتیں زبانِ نبوت ﷺ سے ادا ہوئیں

مؤلف
مولانا ہارون معاویہ
فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، پرانی انارکلی لاہور۔ فون: ۷۳۵۲۲۸۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

Bait-ul-Uloom بیت العلوم

کتاب

گناہوں سے پاک کرنے والے اعمال

مؤلف

مولانا ہارون معاویہ

فاضل جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

باہتمام

مولانا محمد ناظم اشرف

طباعت بار اول

دسمبر ۲۰۱۱ء

ناشر

بیت العلوم

ہیڈ آفس: ۲۰ - نابھہ روڈ چوک پرانی انار کلی۔ لاہور فون: 042-37352483

برانچ: دکان نمبر ۱۲ الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ ۴۰ اردو بازار لاہور فون 042-37313884

www.baitululoom.com

﴿اجمالی فہرست﴾

﴿تفصیلی فہرست﴾

روزے سے متعلق اعمال

حج سے متعلق اعمال

زکوٰۃ وصدقات سے متعلق اعمال

قربانی سے متعلق اعمال

آٹھویں فصل ۱۴۹

توبہ سے متعلق اعمال

طلبِ علم سے متعلق اعمال

درود شریف کی کثرت سے متعلق اعمال

مسجد کی تعمیر سے متعلق اعمال

شہادت سے متعلق اعمال

عرضِ مؤلف

محترم قارئین! بندہ عاجز کی نئی کتاب بنام ''گناہوں سے پاک کرنے والے اعمال'' آپ کے ہاتھوں میں ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں ایسے اعمال جمع کئے گئے ہیں کہ جن کے بدلے میں گناہوں کی مغفرت کی بشارت سنائی گئی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مغفرت کی طلب میں کبھی کوئی پیچھے نہیں رہنا چاہے گا یعنی مغفرت اور گناہوں کی معافی ہر انسان چاہتا ہے، کیونکہ ہم انسان ضعیف اور کمزور ہیں، قدم قدم پر بھول چوک اور کوتاہیاں ہم سے سرزد ہوتی رہتی ہیں اور یہ شیطان جو ہمارا ازلی دشمن ہے اس کا کام ہی ہمیں برباد کرنا ہے اس لئے یہ ہمیشہ ہمیں مایوس کرتا ہے کہ اب تمہاری نجات کی کوئی صورت نہیں اس لئے جو چاہو کرو اور یوں یہ ہمیں آہستہ آہستہ مایوسی کی دلدل میں پھنسا کر اطاعتِ خداوندی اور رحمتِ الٰہی سے دور کر کے ناکامی کے قعرِ مذلت میں جا گراتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں ''میری رحمت سے مایوس نہ ہوں'' اللہ تعالیٰ تو مغفرت کے بہانے تلاش کرتے ہیں کہ کب میرا بندہ میرے قریب آئے اور میں اسے معاف کر کے اپنے قریب کرلوں۔

ایک عرصے سے دل میں یہ خیال آرہا تھا کہ کیوں نہ ایسی احادیث جمع کر دی جائیں کہ جن میں نیک اعمال کے بدلے میں مغفرت کی بشارتیں ہوں تاکہ ہم گناہگاروں کو بھی اللہ کے قریب ہونے کا موقع مل جائے، چنانچہ ذخیرہ احادیث میں سے بندے نے ایسی احادیث جمع کرنا شروع کی تو بحمد اللہ ایک اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہوگیا لہٰذا پھر ان احادیث کی حسبِ ضرورت تشریح کی گئی اور مستند حوالہ جات کے ساتھ اللہ کے فضل سے اس کتاب کو مکمل کیا گیا ہے، اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ یہ کتاب انشاء اللہ گناہوں اور

مایوسیوں سے بچانے اور اطاعتِ خداوندی و اطاعتِ رسول پر لگنے میں مدو معاون ثابت ہوگی۔

اور میں اپنے اللہ وحدہٗ لاشریک کی بارگاہ قدسی میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ وہ ذات پاک اس کتاب کو میری پہلی کتابوں کی طرح مفید اور کارآمد بنادے اور ہم سب کو خلوص نیت کے ساتھ دین کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

آخر میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کہ جنہوں نے اس کتاب کی ترتیب سے لے کر کمپوزنگ تک میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا، خصوصاً اس کتاب کے ناشر بیت العلوم لاہور کے مالک مولانا ناظم اشرف صاحب کا بھی دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں جو اس کتاب کو بڑے اہتمام سے شائع کر رہے ہیں۔

میری دل سے اس ادارے کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا ناظم اشرف صاحب اور ان کے معاونین کو مزید خلوص دل سے محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہر طرح کے آفات سے اس ادارے کی حفاظت فرمائے آمین یارب العلمین۔

اور تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، اساتذہ کرام کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں، اور اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی خامی اور کمزوری نظر آئے تو ضرور آگاہ فرمائیں۔ آپ کے ہر مشورے کا دلی خیر مقدم ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام آپ کا خیر اندیش

محمد ہارون معاویہ

فاضل جامعہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی

ساکن میرپور خاص سندھ

پہلی فصل

طہارت سے متعلق اعمال

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ جو شخص ان نمازوں کے لیے اچھی طرح وضو کرتا ہے اور انہیں مستحب وقت میں ادا کرتا ہے، رکوع (سجدہ) اطمینان کے ساتھ کرتا ہے اور پورے خشوع سے پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کی ضرور مغفرت فرمائے گا، اور جو شخص ان نمازوں کو وقت پر ادا نہیں کرتا اور نہ ہی خشوع سے پڑھتا ہے تو اس سے مغفرت کا کوئی وعدہ نہیں۔ چاہے مغفرت فرمائے چاہے عذاب دے''

(ابوداؤد)

حضرت عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اس دوران کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ جب وہ ناک صاف کرتا ہے تو ناک کے تمام گناہ دھل جاتے ہیں۔ جب چہرہ دھوتا ہے تو چہرے کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ پلکوں کی جڑوں سے نکل جاتے ہیں۔ جب ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہاتھوں کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔ جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ کانوں سے نکل جاتے ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ دھل جاتے ہیں یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔ پھر اس کا مسجد کی طرف چل کر جانا اور نماز پڑھنا اس کے لیے مزید (فضیلت کا ذریعہ) ہوتا ہے۔'' (نسائی)

ایک دوسری روایت میں حضرت عمرو بن عنبسہ ؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص وضو کے بعد کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد و ثنا اور بزرگی بیان کرتا ہے

جواس کی شان کے لائق ہے اور اپنے دل کو تمام فکروں سے خالی کر کے اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے تو یہ شخص نماز سے فارغ ہونے کے بعد اپنے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا کہ آج ہی ماں نے اس کو جنا ہو۔ (مسلم ۱/۲۷۶)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''جو بندہ کامل وضو کرتا ہے یعنی ہر عضو کو اچھی طرح تین مرتبہ دھوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔''

(بزار، مجمع الزوائد، البحر الزخار ۲/۷۶)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے یا چار رکعت، ان میں اچھی طرح رکوع کرتا ہے اور خشوع سے بھی پڑھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے'' (مسند احمد ۶/۴۵۰، مجمع الزوائد)

حضرت حمرانؒ جو حضرت عثمان غنیؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ بن عفان نے پانی منگوایا وضو کے لیے اور وضو کرنا شروع کیا پہلے اپنے ہاتھوں کو (گٹوں تک) تین مرتبہ دھویا پھر کلی کی اور ناک صاف کی پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا پھر اپنے دائیں ہاتھ کو کہنی تک تین مرتبہ دھویا، پھر بائیں ہاتھ کو بھی اسی طرح تین مرتبہ دھویا، پھر سر کا مسح کیا پھر دائیں پیر کو ٹخنوں تک تین مرتبہ دھویا پھر بائیں پیر کو بھی اسی طرح تین مرتبہ دھویا پھر فرمایا: جس طرح میں نے وضو کیا ہے اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا ہے، وضو کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا ''جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرتا ہے پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھتا ہے کہ دل میں کسی چیز کا خیال نہیں لاتا تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔''

حضرت ابن شہابؒ نے فرمایا ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ نماز کے لیے کامل ترین وضو ہے۔ (مسلم ۱/۱۲۰)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد

فرماتے ہوئے سنا ''جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ اچھی طرح وضو کرے اور اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتے ہیں۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی'' **والذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم** '' وہ بندے جن کا حال یہ ہے کہ جب ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے یا کوئی برا کام کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو جلد ہی انہیں اللہ تعالیٰ یاد آ جاتے ہیں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کے طالب ہوتے ہیں اور بات بھی یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا ہے اور بُرے کام پر وہ اڑتے نہیں اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (ابوداؤد ار۲۱۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کوئی اچھی خصلت کسی بندہ میں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے تمام اعمال کو درست فرما دیتے ہیں اور آدمی جب نماز کے لیے وضو کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں اور اس کی نماز مزید انعام کے طور پر باقی رہتی ہے۔'' (بیہقی والترہیب)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''جو شخص وضو کرے جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے اور نماز پڑھے جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے تو اس کے گذشتہ عمل کی مغفرت کر دی جائے گی'' اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اس کے گذشتہ گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (سنن نسائی جلد اصفحہ ۴۴)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''جس آدمی نے وضو کا ارادہ کیا پھر اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، پھر تین بار کلی کی، تین بار ناک میں پانی ڈالا اور تین بار اپنے چہرے کو دھویا اور اپنے دونوں ہاتھ کو کہنیوں سمیت تین مرتبہ دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا پھر بات کیے بغیر ''اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لا شريک له و اشهد ان محمداً عبده ورسوله'' پڑھے تو اس وضو سے لے کر آئندہ وضو تک گناہوں کی مغفرت کر دی

جاتی ہے۔'' (دارقطنی کذافی الترغیب جلد ۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اپنے جسموں کو پاک رکھا کرو اللہ تعالیٰ تمہیں پاک رکھے گا کیونکہ جو بندہ بھی باوضورات گزارے گا تو اس کے ساتھ اس کے اندرونی کپڑے (یعنی بنیان وغیرہ) میں ایک فرشتہ رات گزارتا ہے۔ رات کی جس گھڑی میں بھی بندہ جب کروٹ لیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے: اے اللہ! اپنے اس بندے کی مغفرت فرمادے کیونکہ اس نے باوضورات گذاری ہے۔''

(رواہ الطبرانی فی الاوسط باسناد جید کذافی الترغیب)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا ''جمعہ کے دن غسل کرنا گناہوں کو بالوں کی جڑوں سے سونت کر نکال دیتا ہے۔''

(کنزالعمال ۵۴۷/۷: ۲۱۳۴۶)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور جو اچھے کپڑے اسے میسر تھے وہ پہنے اور خوشبو لگائی اگر اس کے پاس ہو پھر وہ نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہوا اور اس کی احتیاط کی کہ پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کی گردنوں کے اوپر سے پھلانگتا ہوا نہیں گیا پھر (سنتوں اور نفلوں) کی اللہ نے توفیق دی وہ پڑھی، پھر جب امام خطبہ دینے کے لیے آیا تو ادب اور خاموشی سے اس کی طرف متوجہ ہوکر خطبہ سنا یہاں تک کہ نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو اس بندے کی یہ نماز اس جمعہ اور اس سے پہلے والے جمعہ کے درمیان گناہوں اور خطاؤں کے لیے کفارہ ہو جائے گی۔'' (مسند احمد ۴۲۰/۵)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو آدمی جمعہ کے دن غسل کرے اور جہاں تک ہو سکے صفائی، پاکیزگی کا اہتمام کرے اور جو تیل خوشبو اس کے گھر میں ہو وہ لگائے پھر وہ گھر سے نماز کے لیے جائے اور مسجد میں پہنچ کر اس کی احتیاط کرے کہ جو دو آدمی پہلے سے ساتھ بیٹھے ہوں ان کے بیچ میں نہ بیٹھے پھر جو نماز یعنی سنن، نوافل کی جتنی رکعتیں اس کے لیے مقدور ہوں وہ پڑھے، پھر جب امام خطبہ دے

تو توجہ اور خاموشی کے ساتھ اس کو سنے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے دمیان کی اس کی ساری خطائیں ضرور معاف کردی جائیں گی۔'' (رواہ البخاری والنسائی)

اور نسائی کی ایک روایت میں الفاظِ حدیث یوں ہیں۔

''جو بھی آدمی جمعہ کے دن غسل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے پھر وہ اپنے گھر سے نکلے حتی کے نماز جمعہ کے لیے وہ حاضر ہو جائے، پھر توجہ اور خاموشی کے ساتھ خطبہ کو سنے حتی کہ وہ اپنی نماز پوری کر لے تو اس کی یہ نماز گذشتہ جمعہ کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی۔''

اور طبرانی کی روایت کے آخر میں یوں ہے کہ ''اس بندہ کی نماز اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کی ساری خطاؤں کا کفارہ بن جائے گی جب تک کہ کبائر سے بچا رہے اور یہ برکت اس کو ہمیشہ ہمیشہ حاصل ہوتی رہے گی۔'' (کذالک فی الترغیب جلد ا، صفحہ ۴۸۷)

محترم قارئین! آپ نے وضو اور غسل کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں اب کچھ وضاحت کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان احادیث کے بعد ذیل میں وضو کے بارے میں تفصیلی وضاحت پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمایئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وضو کی فضیلت و برکت

وضو کی فضیلت واہمیت اس سے زیادہ اور کیا ہوگی! کہ خود قرآن میں نہ صرف اس کا حکم ہے بلکہ تفصیل کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وضو میں کن کن اعضاء کو دھویا جائے، اور یہ بھی وضاحت کی کہ وضو نماز کی لازمی شرط ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ یاَیھا الذینَ اٰمنو اِذاقمتُم اِلی الصلوٰۃِ فاغسِلُوا وجُوھکم وَأَیدِیکُم اِلَی المرَافقِ وامسَحُوا برُءُ وسِکُم وأرجُلَکُم اِلَی الکَعبَین۔ (سورۃ المائدہ ۶)

''مومنو! جب تم نماز پڑھنے کے لئے اٹھو تو پہلے اپنے چہروں کو دھولو، اور اپنے

دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو، اور اپنے سروں پر مسح کرلو، اور پھر اپنے دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھولو۔''

نبی کریم ﷺ نے وضو کی فضیلت و برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''میں قیامت کے روز اپنی امت کے لوگوں کو پہچان لوں گا۔''

کسی نے کہا یارسول اللہ ﷺ یہ کیسے؟ وہاں تو ساری دنیا کے انسان ہوں گے؟ فرمایا: ''ایک پہچان یہ ہوگی کہ وضو کی وجہ سے میری امت کے چہرے اور ہاتھ پاؤں جگمگا رہے ہوں گے۔''

اور ایک موقع پر آپ ﷺ نے اس کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جو (میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق) اچھی طرح وضو کرے اور وضو کے بعد کلمہ شهادة أشهدأن لا الهٰ اِلاّ الله وأشهَدُأنَّ مُحمَّداً عبدهٗ ورَسُولُهٗ.

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پڑھے، اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے کہ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو۔ (بحوالہ مسلم شریف)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''وضو کرنے سے چھوٹے چھوٹے گناہ ڈھل جاتے ہیں اور وضو کرنے والا آخرت میں بلند درجات سے نوازا جاتا ہے اور وضو سے سارے ہی بدن کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔'' (بحوالہ بخاری، مسلم)

اور ایک موقع پر تو آپ ﷺ نے وضو کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے فرمایا: ''ٹھیک ٹھیک راہ حق پر قائم رہو، اور تم ہرگز راہ حق پر جمنے کا حق ادا نہ کرسکو گے (لہٰذا اپنے قصور و عاجزی کا احساس رکھو) اور خوب سمجھ لو کہ تمہارے سارے اعمال میں سے سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی پوری پوری نگہداشت تو بس مومن ہی کرسکتا ہے۔'' (بحوالہ موطا امام مالک ابن ماجہ)

وضو کا مسنون طریقہ

وضو کرنے والا پہلے یہ نیت کرے کہ میں محض خدا تعالیٰ کو خوش رکھنے اور اس سے

اپنے عمل کا صلہ پانے کے لئے وضو کرتا ہوں۔ پھر بسم اللہ الرَّحمٰنِ الرَّحیم کہہ کر وضو شروع کرے۔ (بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

اور پھر یہ دعا پڑھے: اللّٰھم اغفِرلی ذَنبِی وَوَسِّعْ لِی فِی دَارِی وبَارِکْ لِی فی رِزقِی (بحوالہ نسائی)

ترجمہ...... ''اے اللہ! میرے گناہوں کو بخش دے اور میری رہائش گاہ میں میرے لئے کشادگی پیدا کر دے اور میری روزی میں برکت عطا فرما دے۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ ''میں نبی کریم ﷺ کے لئے وضو کا پانی لایا، آپ نے وضو کرنا شروع کیا، تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ وضو میں یہ دعا ''اللّٰھم اغفِرلِی ذَنبِی'' پڑھ رہے تھے، میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ یہ دعا فرما رہے تھے؟ ارشاد فرمایا، میں نے دین و دنیا کی کون سی چیز مانگنے سے چھوڑ دی!''

وضو کے لئے پہلے داہنے ہاتھ میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک خوب اچھی طرح مل مل کر دھوئے پھر داہنے ہاتھ میں پانی لے کر تین بار کلی کرے، اور مسواک بھی کرے۔

نبی کریم ﷺ مسواک کا غیر معمولی اہتمام فرماتے تھے، حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ بنی کریم ﷺ کا معمول تھا، دن میں یا رات میں جب بھی نیند سے بیدار ہوتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور فرماتے۔ (ابوداؤد)

اور حضرت خذیفہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جب شب میں تہجد کے لئے بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کا معمول تھا کہ مسواک سے اپنے منہ کو خوب اچھی طرح صاف فرماتے، (پھر وضو کر کے تہجد میں مشغول ہو جاتے) اور امت کو مسواک کی ترغیب دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسواک منہ کو بہت زیادہ پاک صاف کرنے والی اور خدا کو بہت خوش کرنے والی چیز ہے۔'' (بحوالہ نسائی، بخاری)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے امت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ ہر وضو میں مسواک کریں۔'' (بحوالہ بخاری، مسلم)

اور اگر کسی وقت مسواک نہ ہوتو شہادت کی انگلی اچھی طرح دانتوں پرمل کر دانت صاف کرے، اگر روزے سے نہ ہوتینوں بار غرارہ بھی کریں یعنی حلق تک پانی پہنچائے، کلی کرنے کے بعد تین بار ناک میں اس طرح پانی ڈالے کہ پانی نتھنوں کی جڑ تک پہنچ جائے۔ اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے، ناک میں پانی ڈالنے کیلئے ہر بار نیا پانی لے پھر دونوں ہاتھ مل کرلپ میں پانی لے لے کر تین بار پورا چہرہ اس طرح دھوئے کہ بال برابر بھی کوئی جگہ نہ رہ جائے۔ اگر داڑھی گھنی ہوتو داڑھی میں بھی خلال کرے تاکہ بالوں کی جڑ تک پانی اچھی طرح پہنچ جائے اور چہرہ دھوتے وقت بسم اللہ اور کلمہ شہادت کے بعد یہ دعا بھی پڑھے۔

''اللھم بیض وجھی یوم تبیض وجوہ وتسودُّ وُجُوہ''(بحوالہ علم الفقہ)

''اے اللہ میرا چہرہ اس دن روشن فرمادے جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے تاریک ہوں گے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اچھی طرح مل مل کر دھوئے پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ تین تین بار دھوئے۔ اگر ہاتھ میں انگوٹھی وغیرہ ہوتو ہلالے اور عورتیں بھی اپنی چوڑیوں اور زیور وغیرہ ہلالیں۔ تاکہ پانی اچھی طرح پہنچ جائے اور ہاتھوں کی انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر خلال بھی کرے، پھر دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کرکے سر اور کانوں کا مسح کرے۔

مسح کرنے کا طریقہ

مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھا اور شہادت کی انگلی الگ رکھ کر باقی تین تین انگلیاں دونوں ہاتھوں کو ملا کر انگلیوں کا اندورنی حصہ پیشانی کے بالوں سے پیچھے کی طرف پھیر کر چوتھائی سر کا مسح کرے، پھر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں پیچھے کی طرف سے آگے کی طرف پھیر کر تین چوتھائی سر کا مسح کرے پھر شہادت کی انگلی سے کان کے اندرونی حصہ اور انگوٹھے سے بیرونی حصے میں مسح کرے، پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے، لیکن گلے کا مسح نہ کرے، مسح کے اس طریقے میں حکمت یہ ہے کہ اس طرح کسی بھی حصہ کے مسح میں ہاتھ کا وہ

حصہ دوبارہ استعمال نہیں ہوتا جو ایک بار استعمال ہو چکا ہو۔

مسح کرنے کے بعد پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین بار اس طرح دھوئے کہ دائیں ہاتھ سے پانی ڈالتا جائے اور بائیں ہاتھ سے ملتا جائے۔اور بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال بھی کرے۔دائیں پیر میں خلال چھوٹی انگلی سے شروع کرے، انگوٹھے پر ختم کرے اور بائیں پیر میں انگوٹھے کی دراز سے شروع کرے چھوٹی انگلی کی دراز پر ختم کرے۔اور وضو تسلسل کے ساتھ کرنے کا اہتمام کرے۔ایک عضو کے بعد فوراً دوسرا عضو دھوئے۔ٹھہر ٹھہر کر وقفوں کے ساتھ نہ دھوئے۔

وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے ہوئے تین بار یہ دعا پڑھے۔

أشهد أن لا الٰهَ الا الله و أشهد أن مُحمداً عبده ورَسولُهُ، اللّٰهمَّ اجعَلنِي مِنَ التوَّابينَ و اجْعَلني مِنَ المُتطَهِّرِين .

(بحوالہ حصن حصین، بحوالہ ترمذی)

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں اور ان لوگوں میں شامل فرما جو بہت زیادہ پاک صاف رہنے والے ہیں۔''

وضو کے شرعی احکام

وضو فرض ہونے کی صورتیں:

۱...... ہر نماز کے لئے چاہے فرض ہو یا نفل، وضو فرض ہے۔

۲...... نماز جنازہ کے لئے وضو ہے۔

۳...... سجدہ تلاوت کے لئے وضو فرض ہے۔

وضو کے واجب ہونے کی صورتیں:

۱...... بیت اللہ کے طواف کے لئے وضو واجب ہے۔

۲......قرآن پاک چھونے کے لئے وضو واجب ہے۔

وضو کی سنت ہونے کی صورتیں:

۱......سونے سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے۔

۲......غسل کرنے سے پہلے وضو کرنا سنت ہے۔

وضو کے مستحب ہونے کی صورتیں:

۱......اذان اور تکبیر کے وقت وضو مستحب ہے۔

۲......خطبہ پڑھتے وقت چاہے خطبہ نکاح ہو یا خطبہ جمعہ ہو۔

۳......دین کی تعلیم دیتے وقت۔

۴......ذکر الٰہی کرتے وقت۔

۵......سو کر اٹھنے کے بعد۔

۶......میت کو غسل دینے کے بعد۔

۷......روضہ اقدس پر حاضری کے وقت۔

۸......میدان عرفات میں ٹھہرنے کے وقت۔

۹......صفا اور مروہ کی سعی کے وقت۔

۱۰......جنابت کی حالت میں کھانے سے پہلے۔

۱۱......حیض ونفاس کے ایام میں ہر نماز کے وقت۔

۱۲......اور ہر وقت باوضو رہنا بھی مستحب ہے۔اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

وضو کے فرائض

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں اور درحقیقت انہی چار چیزوں کا نام وضو ہے۔ان میں سے اگر کوئی چیز بھی چھوٹ جائے اور بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے تو وضو نہ ہوگا۔

۱......ایک بار پورے چہرے کا دھونا۔یعنی پیشانی کے بالوں کی جڑ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سارے چہرے کو دھونا۔

۲......ایک بار دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

۳......ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

۴......ایک بار دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔

وضو کی سنتیں

وضو میں کچھ چیزیں سنت ہیں۔ وضو کرتے وقت ان کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگرچہ ان کے چھوڑ دینے یا ان کے خلاف عمل کرنے والے کا وضو بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن قصداً ایسا کرنا اور بار بار کرنا نہایت غلط ہے اور اندیشہ ہے کہ ایسا شخص گنہگار رہو۔ وضو کی پندرہ سنتیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱......خدا کی خوشنودی اور اجر آخرت کی نیت کرنا۔

۲......بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر وضو شروع کرنا۔

۳......چہرہ دھونے سے پہلے دونوں ہاتھ گٹوں سمیت دھونا۔

۴......تین بار کلی کرنا۔

۵......مسواک کرنا۔

۶......ناک میں تین بار پانی ڈالنا۔

۷......تین بار داڑھی میں خلال کرنا۔

۸......ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

۹......پورے سر کا مسح کرنا۔

۱۰......دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

۱۱......مسنون ترتیب کے مطابق وضو کرنا۔

۱۲......اعضاء دھونے میں پہلے داہنے عضو کو دھونا اور پھر بائیں کو دھونا۔

۱۳......ایک عضو کے بعد فوراً دوسرا عضو کو دھونا اور ایک عضو دھونے کے بعد دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی تاخیر نہ کرنا کہ پہلا خشک ہو جائے۔

۱۴......ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔

۱۵......وضو سے فارغ ہو کر مسنون دعائیں پڑھنا۔

وضو کے مستحبات

یعنی وہ آداب جن کا اہتمام کرنا وضو میں مستحب ہے۔

۱۔ کسی ایسی جگہ پر وضو کرنا کہ پانی بہہ کر اپنی طرف نہ آئے اور جسم ولباس پر چھینٹیں بھی نہ پڑیں۔

۲۔ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف رخ کرنا۔

۳۔ وضو میں دوسرے کی مدد نہ لینا یعنی خود ہی پانی لیا جائے اور خود اعضاء دھوئے جائیں۔

۴۔ داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا۔

۵۔ بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔

۶۔ پیر دھوتے وقت دائیں ہاتھ سے پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ملنا۔

۷۔ اعضاء دھوتے وقت مسنون دعائیں پڑھنا۔

۸۔ اعضاء کو دھوتے وقت اچھی طرح مل مل کر دھونا تاکہ کوئی حصہ خشک بھی نہ رہ جائے اور میل کچیل بھی خوب صاف ہو جائے۔

وضو کے مکروہات

وضو میں ۹ باتیں مکروہ ہیں جن سے بچنا چاہئے۔

۱۔ وضو کے آداب اور مستحبات کو ترک کرنا یا ان کے خلاف کرنا۔

۲۔ ضروریات سے زیادہ پانی صرف کرنا۔

۳۔ اتنا کم پانی استعمال کرنا کہ اعضاء کے دھونے میں کوتاہی کا اندیشہ ہو۔

۴۔ وضو کے دوران بلا وجہ ادھر ادھر کی باتیں کرنا۔

۵۔ چہرے پر زور زور سے چھپکا مارنا اور اسی طرح دوسرے اعضاء پر زو۔

زور سے چھینٹیں مارنا اور دھونے میں چھینٹیں اڑانا۔

۶۔ تین تین بار مرتبہ سے زیادہ اعضاء کو دھونا۔

۷۔ نئے پانی سے تین بار مسح کرنا۔

۸۔ وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی چھڑکنا۔

۹۔ کسی عذر کے بغیر ان اعضاء کا دھونا جن کا دھونا وضو میں ضروری نہیں ہے۔

جبیرہ اور زخم وغیرہ پر مسح

۱۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی پر کھپچی رکھ کر پٹی باندھی گئی ہو یا پلاسٹر چڑھایا گیا ہو۔ اس عضو کو دھونا وضو میں ضروری ہو تو اس صورت میں پٹی کے اوپر مسح کر لینا کافی ہے۔

۲۔ زخم پر پٹی بندھی ہو یا پھایا لگا ہوا ہو، اور پانی پہنچنے سے نقصان کا اندیشہ ہو تو صرف مسح کر لینا کافی ہے اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو وہ بھی معاف ہے۔

۳۔ اگر زخم کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ جو پٹی باندھی گئی ہے۔ اس کے درمیان میں جسم کا ایسا حصہ ہے جو صحیح سالم ہے اور پٹی کھولنے یا کھول کر اس حصے کو دھونے میں نقصان کا اندیشہ ہے تو اس حصے پر بھی مسح کر لینا کافی ہے۔

۴۔ چوٹ یا زخم پر بندھی ہوئی پٹی کھول کو اس حصہ جسم کو دھونے میں کوئی نقصان کا اندیشہ تو نہیں لیکن پٹی اس انداز کی ہے کہ کھول کر خود باندھنا ممکن نہیں اور کوئی دوسرا باندھنے والا بھی نہیں ہے تو ایسی صورت میں مسح کرنے کی اجازت ہے۔

۵۔ پٹی کے اوپر اگر دوسری پٹی باندھی دی جائے تو اس پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔

۶ اگر کسی عضو پر چوٹ یا زخم ہو اور پانی لگنا مضر ہو تو مسح کر لینا کافی ہے۔

۷۔ اگر چہرہ یا ہاتھ پیر پھٹ گئے یا کسی عضو میں درد ہو اور پانی لگنا مضر ہو تو مسح کرنا کافی ہے اور اگر مسح کرنا بھی مضر ہو تو پھر مسح بھی نہ کرے۔

۸۔ اگر ہاتھ پیر پھٹنے کی وجہ سے اس میں موم یا ویسلین وغیرہ بھر لیا یا کوئی

اور دوا بھری ہو تو اس پر صرف پانی بہا لینا کافی ہے۔ ویسلین وغیرہ کا نکالنا اور ہٹانا ضروری نہیں اور اگر پانی ڈالنا بھی مضر ہو تو صرف مسح کافی ہے۔

۹۔ زخم یا چوٹ پر لگی ہوئی دوا یا پھایہ پر پانی بہایا یا مسح کیا اور اس کے بعد یہ دوا یا پھایا چھوٹ گیا یا چھڑا لیا گیا اور زخم اچھا ہو گیا ہے تو اب اس عضو کا دھونا ضروری ہے، کیا ہوا مسح ختم ہو جائے گا۔

کن چیزوں پر مسح جائز نہیں

۱۔ ہاتھوں کے دستانوں پر۔

۲۔ ٹوپی پر۔

۳ سر پر بندھے ہوئے مفلر یا عمامے پر۔

۴۔ دوپٹے یا برقعے پر۔

نواقص وضو

جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک وہ جو جسم کے اندر سے خارج ہوں۔

۲۔ دوسرے وہ جو خارج سے آدمی پر طاری ہوں۔

پہلی قسم

۱۔ پاخانہ یا پیشاب خارج ہونا۔

۲۔ پیچھے کے حصے سے ہوا کا خارج ہونا۔

۳۔ پاخانہ یا پیشاب کے مقام سے کسی اور چیز کا نکلنا۔ مثلاً کیچوا، کیڑا، کنکر، پتھر، خون وغیرہ کا نکلنا۔

۴۔ بدن کے کسی حصے سے خون نکل کر بہہ جانا۔

۵۔ تھوک یا بلغم کے علاوہ، خون، پیپ، غذا یا کوئی اور شے قے میں نکلے

اور قے منہ بھر کر ہو۔

۶۔ اگر قے منہ بھر کر نہ ہو لیکن تھوڑی تھوڑی کئی بار ہو جائے اور اس کی مقدار منہ بھر قے کے برابر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ اگر تھوک میں خون آ جائے اور خون کا رنگ تھوک کے رنگ پر غالب ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ بغیر شہوت کے منی نکل آئے۔ مثلاً کسی نے بوجھ اٹھایا، یا کوئی اونچی جگہ سے گرا اور صدمے سے اس کی منی نکل پڑی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۹۔ اگر آنکھوں میں کوئی تکلیف ہو اور اس سے میل کچیل یا پانی بہے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ جس شخص کی آنکھ سے یہ پانی مسلسل بہتا ہو وہ معذور سمجھا جائے گا۔

۱۰۔ کسی خاتون کی چھاتی سے درد اور تکلیف کی وجہ سے دودھ کے علاوہ کچھ پانی نکلے تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

۱۱۔ استحاضہ کا خون آنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح مذی نکلنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۱۲۔ جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ان سے بھی وضو لازماً ٹوٹ جاتا ہے۔ مثلاً حیض و نفاس اور منی وغیرہ۔

دوسری قسم

۱۔ چت یا پٹ لیٹ کر یا ٹیک لگا کر سونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔ جن حالتوں میں ہوش و حواس درست نہیں رہتے۔ ان میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۳۔ کسی مرض یا صدمے کی وجہ سے بے ہوشی طاری ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۴۔ کسی نشیلی چیز کھانے پینے سے یا سونگھنے سے نشہ آ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۵۔ دو آمیوں کی شرم گاہیں ننگی حالت میں مل جائیں اور بیچ میں کسی کپڑے وغیرہ کی رکاوٹ نہ ہو تو انزال ہوئے بغیر بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

۶۔ نماز جنازہ کے علاوہ کسی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسنے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ لیٹ کر نماز پڑھنے والا مریض اگر نماز میں سو جائے تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ نماز سے باہر آدمی دو زانوں ہو کر سو جائے یا کسی اور طریقے سے سو جائے اور اس کی دونوں ایڑیاں زمین سے علیحدہ ہوں تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

وہ باتیں جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

۱۔ نماز میں سو جانے سے چاہے سجدہ میں ہی سو جائے۔

۲۔ بیٹھے بیٹھے اونگھ جانے سے۔

۳۔ نابالغ آدمی کے قہقہہ لگانے سے۔

۴۔ جنازے کی نماز میں قہقہہ لگانے سے۔

۵۔ نماز میں ہلکی آواز میں ہنسنے اور مسکرانے سے۔

۶۔ عورت کے پستان سے دودھ نکلنے یا نچوڑنے سے۔

۷۔ ستر برہنہ ہونے، یا ستر کو ہاتھ لگانے یا کسی کا ستر دیکھنے سے۔

۸۔ زخم سے خون نکلے مگر زخم کے اندر ہی رہے، بہنے نہ پائے۔

۹۔ وضو کے بعد اگر داڑھی یا سر کے بال وغیرہ منڈوا دیئے جائیں تو اس سے وضو یا سر کا مسح باطل نہ ہوگا۔

۱۰۔ تھوک اور بلغم سے چاہے وہ منہ بھر کر ہی ہو۔

۱۱۔ مرد اور عورت کے بوس و کنار سے۔

۱۲۔ کان، ناک یا منہ سے کوئی کیڑا نکلنے سے۔

۱۳۔ جسم سے کوئی پاک چیز نکلے جیسے آنسو اور پسینہ وغیرہ۔

۱۴۔ ڈکار آنے سے چاہے ڈکار بدبودار ہو۔

۱۵......جھوٹ بولنے، غیبت کرنے یا اور کوئی گناہ کرنے سے۔ (معاذ اللہ)

حدث اصغر کے احکام

۱۔ حدث اصغر کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل، عیدین کی نماز ہو یا جنازے کی۔

۲۔ سجدہ کرنا حرام ہے خواہ تلاوت سجدہ ہو یا شکرانے کا کوئی شخص یوں ہی خدا کے حضور سجدہ کرنا چاہے۔

۳۔ قرآن پاک کا چھونا مکروہ تحریمی ہے اور یہی حکم قرآن پاک کی جلد یا اس کپڑے اور گوٹے فیتے وغیرہ کا ہے جو قرآن پاک کی جلد کے ساتھ سی دیا گیا ہو۔

۴۔ حدث اصغر کی حالت میں طواف کعبہ مکروہ تحریمی ہے۔

۵۔ اگر کسی کاغذ، کپڑے، پلاسٹک، ریگزین وغیرہ کے ٹکڑے پر کوئی آیت لکھی ہو تو اس کا چھونا مکروہ تحریمی ہے۔

۶۔ قرآن پاک اگر جزدان یا رومال وغیرہ یعنی علیحدہ کپڑے میں لپٹا ہو تو اس کو چھونا مکروہ نہیں۔

۷۔ نابالغ بچوں، کتابت کرنے والوں، چھاپنے والوں، جلد بنانے والوں کے لئے حدث اصغر سے پاک ہونا غیر معمولی زحمت کی بات ہے۔

۸۔ حدث اصغر میں قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا ہے۔ خواہ دیکھ کر ہو یا بغیر دیکھے یا زبانی ہو ہر حال میں درست ہے۔

۹۔ تفسیر کی ایسی کتابیں جن میں قرآن پاک کا متن ہو حدث اصغر

میں چھونا مکروہ ہے۔

۱۰۔ حدث اصغر میں قرآن پاک لکھنا جائز ہے اگر صورت یہ ہے کہ جس چیز پر لکھا جا رہا ہے اس کو نہ چھوئے۔

۱۱۔ قرآن پاک کا ترجمہ اگر کسی دوسری زبان میں ہو تو اچھا یہی ہے کہ اس کو وضو کر کے چھوا جائے۔

معذور کے وضو کا حکم

وضو کے معاملے میں اس شخص کو معذور سمجھا جاتا ہے جو کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو، جس سے ہر وقت وضو توڑنے والی چیز بہتی رہتی ہو اور مرض سے اتنی مہلت نہ ملتی ہو کہ طہارت سے نماز پڑھ سکے۔ مثلاً

۱۔ کوئی آنکھوں کا مریض ہو اور ہر وقت آنکھوں سے کیچ اور میل نکلتا رہتا ہو اور یا ہر وقت پانی بہتا ہو۔

۲۔ کسی کو پیشاب کا مرض ہو اور ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہو۔

۳۔ کسی کو ریاحی مرض ہو اور ہر وقت ریح خارج ہوتی رہتی ہو۔

۴۔ کسی کو پیٹ کا مرض ہو اور ہر وقت پاخانہ جاری رہتا ہو۔

۵۔ کوئی ایسا مرض ہو جس سے ہر وقت خون یا پیپ رستا رہتا ہو۔

۶۔ کسی کو نکسیر کا ایسا مرض ہو کہ ہر وقت خون جاری رہتا ہو۔

۷۔ کسی کو منی یا مذی کا مرض ہو کہ ہر وقت بہتی رہتی ہو۔

۸۔ کسی خاتون کو ہر وقت استحاضہ کا خون آتا رہتا ہو۔

ان تمام صورتوں میں حکم یہ ہے کہ ایسا شخص ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرے اور یہ وضو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک کہ کوئی دوسری چیز ایسی پیدا نہ ہو جائے جس سے وضو جاتا رہتا ہے، مثلاً کسی کو نکسیر کا مرض ہے۔ اس نے ظہر کا وضو کیا۔ تو اس کا وضو عصر تک باقی رہے گا۔ ہاں اگر نکسیر کے خون کے علاوہ اس کو پیشاب آیا، ریح خارج ہوئی تو وضو ٹوٹ

جائے گا۔

معذور کے مسائل

۱۔ معذور ہر نماز کے لئے وضو کرنے کے بعد وقت رہنے تک اس وضو سے، فرض، سنت نفل سب نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

۲۔ کسی نے فجر کی نماز کے لئے وضو کیا تو آفتاب کے بعد وہ وضو ختم ہو گیا اب اگر نماز پڑھنی ہو تو نیا وضو کرنا ہو گا۔

۳۔ آفتاب نکلنے کے بعد اگر وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ظہر کیلئے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ عصر کا وقت ہوتے ہی یہ وضو ختم ہو جائیگا۔

۴۔ اگر کسی معذور کو کسی نماز کا پورا وقت ایسا مل جائے کہ اس پورے وقت میں اس کا وہ مرض بالکل ٹھیک رہے۔ مثلاً کسی کو پیشاب کا مرض تھا اور ظہر سے عصر تک پورے وقت میں اس کو قطرہ بھی نہیں آیا تو اس کی معذوری ختم ہو گئی۔ اب جتنی بار بھی قطرہ آئے گا نیا وضو کرنا پڑے گا۔ (بحوالہ جستہ جستہ آسان فقہ)

❁❁❁❁❁❁

دوسری فصل

اذان سے متعلق اعمال

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اگلی صف والوں پر رحمت بھیجتے ہیں، فرشتے ان کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں، اور مؤذن کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں جہاں تک اس کی آواز پہنچتی ہے جو جاندار و بے جان اس کی اذان کو سنتے ہیں اس کی تصدیق کرتے ہیں اور مؤذن کو ان تمام نمازیوں کے برابر اجر ملتا ہے جنہوں نے اس کے ساتھ نماز پڑھی“ (نسائی، ۱/۱۰۶)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص موذن کی اذان سننے کے وقت (یعنی جب وہ اذان پڑھ کر فارغ ہوجائے) یہ دعا پڑھے ”**اشهد ان لا الاه الا اللّٰهُ وحده لا شريک له وان محمداً عبده ورسوله رضيت با لله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد رسولا**“ تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“ (راوہ مسلم والترمذی والنسائی، کذافی الترغیب جلد ا، صفحہ ۱۸۵)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس سے بے حد خوش ہوتا ہے اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتا ہے دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے۔ میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا۔ (کذافی کنز العمال ۷/۲۹۴ ابی داؤد باب الاذان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جس آدمی نے مسلسل بارہ سال اذان دی اس کی جنت پکی ہوگئی۔ اذان کی وجہ سے روزانہ اس کے حساب میں ساٹھ نیکیاں لکھی جائیں گی اور اقامت کی وجہ سے تیس نیکیاں۔“ (بحوالہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

:جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے، تا آنکہ (یعنی اتنا دور چلا جاتا ہے کہ) اذان کی آواز سن نہ سکے۔ پھر جب اذان ختم ہوجاتی ہے تو واپس آجاتا ہے، پھر جب نماز کے لئے اقامت (تکبیر) کہی جاتی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے، پھر جب تکبیر پوری ہوجاتی ہے تو واپس آجاتا ہے، اور انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، اور کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر، ایسی ایسی باتیں یاد دلاتا ہے، جو انسان کو یاد نہیں ہوتیں، یہاں تک کہ انسان کا یہ حال ہوجاتا ہے کہ اس کو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھیں۔ (مشکوٰۃ ص۶۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان جب نماز کی پکار یعنی اذان سنتا ہے تو مقام رَوْحَا کی مسافت تک چلا جاتا ہے ، راوی کہتے ہیں کہ ''رَوْحَا'' مدینہ سے ۳۶ میل ہے۔ (مشکوٰۃ ص۶۶)

تشریح...... مذکورہ دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ اذان و اقامت جو درحقیقت توحید وایمان کی پکار ہیں، یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کو نہایت محبوب اور سب سے زیادہ پسند ہیں ، مگر شیطان مردود کیلئے یہ چیزیں بم کے گولے ہیں جو اس کے لئے قابل برداشت نہیں ہیں ، اس لئے جب منادی اذان شروع کرتا ہے تو شیطان اس کو سن کر ایسا بھاگتا ہے جیسے شیر کو دیکھ کر گدھا بھاگتا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک جتنے جنات اور انسان اور جتنی چیزیں اس کی آواز سنتی ہیں وہ سب قیامت کے روز اس کے حق میں گواہی دیں گے (مشکوٰۃ ص۶۴)

تشریح......اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کو اپنی معرفت کا کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرمایا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ''وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ'' کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو، لیکن تم لوگ اس کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو اس لئے جب مؤذن اذان دیتا ہے، اور اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی، توحید و رسالت اور تعلیمات اسلامی کا اعلان کرتا

ہے تو جن وانس کے علاوہ اور مخلوقات بھی اس کو سنتی اور سمجھتی ہیں، اور قیامت کے روز مؤذن کے حق میں سب گواہی دیں گے کہ اس نے ان باتوں کا اعلان کیا ہے۔ یہ گواہی بلاشبہ اذان اور مؤذن کے لئے بڑی فضیلت ہے ''وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ'' حرص کرنے والوں کو یہ فضیلت حاصل کرنے کے لئے حرص کرنی چاہئے۔

حضرت معاویہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اذان دینے والے قیامت کے دن سب سے لمبی گردن والے (یعنی سر بلند ہونگے) (مشکوۃ)

تشریح...... اس حدیث میں جس سر بلندی کی بشارت دی گئی ہے اس کا وقوع اس طرح ہوگا کہ اذان کہنے والوں کو قیامت کے دن مُشک کے ٹیلوں پر ٹھہرایا جائے گا، جس کی وجہ سے یہ حضرات دوسرے لوگوں کے مقابلے میں سر بلند ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کے دن تین قسم کے آدمی مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، ایک وہ غلام جس نے اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کیا، اور اپنے آقا کا بھی، دوسرا وہ شخص جو کسی قوم کا امام بنا، اور لوگ (اس کی پاکیزہ سیرت کی وجہ سے) اس سے راضی اور خوش رہے، اور تیسرا وہ بندہ جو دن رات کی پانچوں نمازوں کی روزانہ اذان دیا کرتا تھا۔ (مشکوۃ شریف ص ۶۵)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص نے سات سال تک ثواب کی نیت سے اذان دی اس کیلئے جہنم کے آگ سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔ (مشکوۃ ص ۶۵)

تشریح...... اذان واقامت اور مؤذن کی جو غیر معمولی فضیلتیں ان احادیث میں بیان کی گئی ہیں ان کا راز یہی ہے کہ اذان ایمان واسلام کا اہم شعائر، اور اپنے معنی و ترتیب کے لحاظ سے دین کی نہایت بلیغ اور جامع دعوت و پکار ہے، اور مؤذن اس کا داعی اور اللہ تعالیٰ کا نقیب اور منادی ہے۔ افسوس آج ہم نے اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا ہے، اور اذان کہنا ایک حقیر پیشہ بن گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے عظیم ترین اور اجتماعی گناہ کو معاف فرمائیں، اور توبہ واصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔ (معارف الحدیث جلد سوم)

تیسری فصل

نماز سے متعلق اعمال

پانچوں نمازوں کا اہتمام کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے لیے کفارہ ہیں یعنی ''ایک نماز سے دوسری نماز تک جو صغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں وہ نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔'' اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے جس میں وہ کچھ کاروبار کرتا ہے اس کے کارخانہ اور مکان کے درمیان پانچ نہریں پڑتی ہیں۔ جب وہ کارخانہ میں کام کرتا ہے تو اس کے بدن پر میل لگ جاتا ہے یا اسے پسینہ آ جاتا ہے پھر گھر جاتے ہوئے ہر نہر پر غسل کرتا ہوا جاتا ہے اس بار بار غسل کرنے سے اس کے جسم پر میل نہیں رہتا۔ یہی حال نماز کا ہے کہ جب بھی کوئی گناہ کر لیتا ہے تو دعا استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ نماز سے پہلے کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔'' (مجمع الزوائد ۲/۳۲)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب مسلمان اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے یہ پتے گر رہے ہیں۔'' پھر آپ نے قرآن کی آیت ''اقم الصلوة طرفی النهار وزلفا من الليل ان الحسنت يذهبن السيات ذلك ذكرى للذاكرين'' تلاوت فرمائی ''آپ دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز کی پابندی کیا کیجیے۔ بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ باتیں مکمل نصیحت کی ہیں ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرنے والے ہیں۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا''

پانچوں نمازیں، جمعہ کی نماز پچھلے جمعہ تک اور رمضان کے روزے پچھلے رمضان تک کے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں جب کہ ان اعمال کو کرنے والا کبیرہ گناہوں سے بچے۔ (مسلم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور امانت کا ادا کرنا یہ اپنے درمیانی گناہوں کا کفارہ ہیں۔" عرض کیا گیا: یارسول اللہ! امانت کا ادا کرنا کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنابت کے بعد غسل کرنا، کیونکہ ہر بال کے نیچے جنابت یعنی نجاست ہوتی ہے۔" (ابن ماجہ صفحہ ۴۴)

کراماً کاتبین کسی آدمی کی ایک نماز کے ساتھ دوسری نماز جب اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کرتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں: "میں تم دونوں کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان دونوں نمازوں کے درمیان میرے بندے نے جو گناہ ہوئے وہ معاف کر دیئے۔"

(کنز العمال ۲۹۰/۷: ۱۸۹۲۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ارتکاب معاصی سے تم جل رہے ہو اور جب تم صبح کی نماز پڑھ لیتے ہو تو نماز اس کو دھو دیتی ہے اور پھر تم جلنے لگتے ہو، خوب جلنے لگتے ہو اور پھر جب تم ظہر کی نماز پڑھ لیتے ہو تو یہ نماز اس کو دھو دیتی ہے، پھر تم جلنے لگتے ہو، خوب جلنے لگتے ہو۔ اور جب تم عصر کی نماز پڑھ لیتے ہو تو یہ نماز اس کو دھو دیتی ہے۔ پھر تم جلنے لگتے ہو اور خوب جلنے لگتے ہو اور جب تم مغرب کی نماز پڑھ لیتے ہو تو یہ اس کو دھو دیتی ہے، پھر تم جلنے لگتے ہو اور خوب جلنے لگتے ہو پھر جب تم عشاء کی نماز پڑھ لیتے ہو تو یہ اس کو دھو دیتی ہے پھر تم سو جاتے ہو تو تمہارے خلاف کوئی بات نہیں لکھی جاتی حتی کہ تم بیدار ہو جاؤ" (المعجم الاوسط ۱۱۹/۳)

حضرت طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رات گزاری تا کہ آپ کی عبادت میں کوشش کا منظر دیکھیں تو کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی آخری شب میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو گویا انہوں نے وہ منظر نہیں دیکھا جس کا ان کو گمان تھا (یعنی حضرت سلمان کی کثرت عبادت)

اور یہ بات حضرت سے عرض بھی کر دی تو آپ نے ارشاد فرمایا ان پانچوں نمازوں کی محافظت کرو کیونکہ یہ فرض نمازیں چھوٹے چھوٹے گناہوں کا کفارہ ہیں جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کرے۔" (کذافی الترغیب جلد ا، صفحہ ۲۳۷)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مسلمان بندہ جب نماز پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس کے سر پر رکھی ہوئی ہوتی ہیں جب وہ سجدہ کرتا ہے تو اس سے گر جاتی ہیں جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اس حال میں فارغ ہوتا ہے کہ اس کی خطائیں اس سے جھڑ چکی ہوتی ہیں۔" (کنز العمال)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا "جس آدمی نے اللہ کے لیے رکوع کیا یا سجدہ کیا تو اللہ اس رکوع، سجدہ کی وجہ سے اس کا ایک درجہ بلند فرمائیں گے اور ایک خطا معاف فرمائیں گے۔"

(راوہ احمد فی الترغیب جلد ا، صفحہ ۲۵۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو آدمی اس مسجد کی طرف چلے جہاں باجماعت نماز ہوتی ہو تو ہر ایک قدم اس کی ایک خطا کو مٹا دے گا اور دوسرے قدم پر ایک نیکی لکھی جائے گی آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی۔" (رواہ احمد باسناد حسن والطبر انی وابن حبان فی صحیحہ کذافی الترغیب جلد ا)

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس شخص نے صف میں خالی جگہ کو پُر کیا اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔" (بزار مجمع الزوائد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں سے گر رہے تھے۔ آپ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں ہاتھ میں لیں ان کے پتے اور بھی گرنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا "ابوذر" میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا "مسلمان بندہ جب اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے اس درخت سے گر رہے ہیں۔" (مسند احمد)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو شخص کامل وضو کرتا ہے پھر فرض نماز کے لیے چل کر جاتا ہے اور لوگوں کے ساتھ یا جماعت کے ساتھ یا مسجد میں نماز ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیتے ہیں۔ (بحوالہ مسلم شریف)

محترم قارئین! آپ نے فریضہ نماز کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں اب کچھ وضاحت کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان احادیث کے بعد ذیل میں فریضہ نماز کے بارے میں تفصیلی وضاحت پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمایئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نماز کی اہمیت وفضیلت اور اس کی وضاحت

حضرت عبادہ بن الصامت ؓ نے سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کی ہیں، جو آدمی انہیں پابندی سے ادا کرے اور ان کے مقام ومرتبہ میں کمی کے خیال سے کسی کو ضائع نہ کرے اللہ تعالیٰ کا اس شخص کے ساتھ پختہ عہد ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔ اور جو ان کی پابندی نہ کرے ایسے شخص کے ساتھ اللہ کا کوئی عہد نہیں ہے، چاہے اسے سزا دے چاہے اسے جنت میں داخل کر دے۔''

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے. وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ، اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ، ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ.

ترجمہ:...اور قائم کرو نماز کو دونوں طرف دن کے اور کچھ ٹکڑوں میں رات کے، بیشک نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو۔

تفسیر......اس آیت میں رسولِ کریم ﷺ کو مخاطب کر کے آپ کو اور آپ کی پوری امت کو اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے، علماء تفسیر صحابہ وتابعین کا اس پر اتفاق ہے کہ ''صلوٰۃ'' سے مراد اس جگہ فرض نمازیں ہیں۔ (بحوالہ تفسیر قرطبی)

اور ''صلوٰۃ کی اقامت'' سے مراد اسکی پوری پابندی اور مداومت ہے، اور بعض

حضرات نے فرمایا کہ نماز کو اسکے تمام آداب کیساتھ ادا کرنا مراد ہے، بعض نے فرمایا کہ نماز کو اسکے افضل وقت میں ادا کرنا مراد ہے یہی تین قول آیت ''اَقِمِ الصَّلٰوۃ'' کی تفسیر میں منقول ہیں اور درحقیقت یہ کوئی اختلاف نہیں یہ سبھی چیزیں ''اقامت صلوٰۃ'' کے مفہوم میں شامل ہیں۔

اس آیت میں ''اقامت صلوٰۃ'' کے حکم کے بعد ان کا ایک عظیم فائدہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ یعنی نیک کام مٹا دیتے ہیں بُرے کاموں کو، حضرات مفسرین نے فرمایا کہ ''نیک کام'' سے تمام نیک کام مراد ہیں جن میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، صدقات، حسن خلق، حسن معاملہ وغیرہ سب داخل ہیں مگر نماز کو ان سب میں اولیت حاصل ہے، اسی طرح ''سَیِّاٰتِ'' کا لفظ بُرے کاموں کو حاوی اور شامل ہے خواہ وہ کبیرہ گناہ ہوں یا صغیرہ، لیکن قرآن مجید کی ایک دوسری آیت نیز رسول کریم ﷺ کے متعدد ارشادات نے اسکو صغیرہ گناہوں کیساتھ مخصوص قرار دیا ہے، معنی یہ ہیں کہ نیک کام جن میں نماز سب سے افضل ہے، صغیرہ گناہوں کا کفارہ کردیتے ہیں اور ان کے گناہ کو مٹا دیتے ہیں، قرآن کریم میں ہے، اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَاتُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ. یعنی اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو تو ہم تمہارے چھوٹے گناہوں کا خود کفارہ کردیں گے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک ان تمام گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں جو انکے درمیان صادر ہوں۔ جبکہ یہ شخص کبائر یعنی بڑے گناہوں سے بچا رہا ہو، مطلب یہ ہے کہ بڑے گناہ تو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے مگر چھوٹے گناہ دوسرے نیک کام نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ کرنے سے خود بھی معاف ہوجاتے ہیں، مگر تفسیر بحر محیط میں محققین علماء اصول کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ صغیرہ گناہ بھی نیک کام کرنے سے جبھی معاف ہوتے ہیں جبکہ آدمی ان کے کرنے پر نادم ہو اور آئندہ کیلئے نہ کرنے کا ارادہ کرے، ان پر اصرار نہ کرے، روایات حدیث میں جتنے واقعات کفارہ ہوجانے کے منقول

ہیں ان سب میں یہ تصریح بھی ہے کہ انکا کرنے والا جب اپنے فعل پر نادم ہو اور آئندہ کیلئے توبہ کرے اس پر حضرت محمد ﷺ نے اسکو گناہ معاف ہوجانے کی بشارت سنائی۔ وَاللہُ اعلم۔

مشہور و معروف روایات حدیث میں کبائر یعنی بڑے گناہ ان چیزوں کو بتلایا ہے۔ اللہ کی تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک یا برابر قرار دینا، قصداً کسی فرض نماز کا چھوڑنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، حرام کاری، چوری، شراب نوشی، ماں باپ کی نافرمانی، جھوٹی قسم، جھوٹی گواہی، جادو کرنا، سود کھانا یتیم کا مال ناجائز طور پر لے لینا، میدان جہاد سے بھاگ آنا، پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانا، کسی کا مال ناجائز طور پر غصب کرنا، عہد شکنی کرنا، امانت میں خیانت کرنا، کسی کو گالی دینا، کسی شخص کو ناحق مجرم قرار دیدینا، وغیرہ۔ کبیرہ اور صغیرہ یعنی بڑے اور چھوٹے گناہوں کی تفصیل مستقل رسالوں میں علماء نے لکھ دی ہیں۔

بہرحال آیت مذکورہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ نیک کام کرنے سے بھی گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بُرے کام کے بعد نیک کام کرلو تو وہ اسکی برائی مٹا دیگا، اور فرمایا کہ لوگوں کیساتھ خوش خلقی کیساتھ معاملہ کرو۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا "اگر تم سے کوئی گناہ ہوجائے تو اسکے بعد کوئی نیک کام کرلو تاکہ وہ اسکو مٹادے۔ درحقیقت ان احادیث میں گناہ سے توبہ کرنے کا مسنون و محمود طریقہ بتلایا گیا ہے جیسا کہ مسند احمد میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو اسکو چاہئے کہ وضو کرکے دو رکعت نماز نفل ادا کرلے تو اس گناہ کی معافی ہوجائے گی، اس نماز کو نماز توبہ ہی کہا جاتا ہے۔ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ، یعنی یہ ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کیلئے، اس میں ذلک کا اشارہ قرآن کریم کی طرف بھی ہوسکتا ہے اور احکامِ امر و نہی کی طرف بھی، جن کا ذکر اس سے پہلے آیا ہے، مراد یہ ہے کہ یہ قرآن یا اسکے مذکورہ احکام ان لوگوں کیلئے ہدایت و نصیحت ہیں جو نصیحت سننے اور ماننے کے عادی ہیں اس میں اشارہ یہ ہے کہ ہٹ دھرم ضدی آدمی، جو کسی چیز پر غور ہی نہ کرے وہ ہر ہدایت سے محروم رہتا ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن از حضرت مفتی شفیع صاحبؒ)

قرآن میں نماز کا حکم اور اس کی تشریح

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ يَاَ اَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْ اسْتَعِيْنُوْ بِاالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ. اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ.

ترجمہ..اے مسلمانو! مدد لو صبر اور نماز سے بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ نماز جس کو وقت پر ادا کیا جائے عرض کیا کہ پھر کونسا عمل، فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔

مذکورہ آیت میں یہ ہدایت ہے کہ انسان کی تمام حوائج و ضروریات کے پورا کرنے اور تمام آفات ومصائب اور تکالیف کو دور کرنے کا نسخہ اکسیر دو جزو سے مرکب ہے ایک صبر، اور دوسرا نماز، اور اس نسخہ کے تمام حوائج اور تمام مصائب کیلئے عام ہونے کی طرف قرآن عظیم نے اس طرح سے اشارہ کیا ہے کہ اِسْتَعِيْنُوْ کو عام چھوڑا ہے۔ کوئی خاص چیز ذکر نہیں فرمائی، کہ فلاں کام میں اور دونوں چیزوں سے مدد حاصل کرو۔ اس سے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں ایسی ہیں کہ ان سے انسان کی ہر ضرورت میں مدد حاصل کی جا سکتی ہے، تفسیر مظہری میں اس عموم کو واضح کر دیا ہے، اب اس دو جزئی کے نسخے کے دونوں اجزاء کو سمجھ لیجئے۔

صبر کے اصلی معنی اپنے نفس کو روکنے اور اس پر قابو پانے کے ہیں، قرآن وسنت کی اصطلاح میں صبر کے تین شعبے ہیں، ایک، اپنے نفس کو حرام و ناجائز چیزوں سے روکنا، دوسرے، طاعت وعبادات کی پابندی پر مجبور کرنا، تیسرے، مصائب وآفات پر صبر کرنا، یعنی جو مصیبت آ گئی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا۔ اور اس کے ثواب کا امیدوار ہونا، اس کیساتھ اگر کوئی تکلیف یا پریشانی کا کوئی کلمہ منہ سے نکل جائے تو وہ صبر کے منافی نہیں۔ یہ تینوں شعبے صبر کے فرائض میں داخل ہیں، ہر مسلمان پر یہ پابندی عائد ہے کہ تینوں طرح کے

صبر کا پابند ہو، عوام کے نزدیک صرف تیسرے شعبے کو صبر کہا جاتا ہے، دوشعبے جو صبر کی اصل اور بنیاد ہیں عام طور پر ان کو صبر میں داخل ہی نہیں سمجھا جاتا۔

قرآن وحدیث کی اصطلاح میں صابرین انہیں لوگوں کا لقب ہے جو تینوں طرح کے صبر میں ثابت قدم ہوں، بعض روایات میں ہے کہ محشر میں ندا کی جائیگی کہ صابرین کہاں ہیں؟ تو وہ لوگ جو تینوں طرح کے صبر پر قائم رہ کر رہے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں گے، اور ان کو بغیر حساب کے جنت میں داخلہ کی اجازت دیدی جائے گی، ابن کثیرؒ نے اس روایت کو نقل کر کے فرمایا کہ آیت قرآن "اِنَّمَا يُوَفَّ الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ." سے بھی اسی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

دوسرا اجزو اس نسخہ کا جو تمام انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور تمام پریشانیوں اور آفتوں سے نجات دلانے میں اکسیر ہے وہ نماز ہے، صبر کی جو تفسیر ابھی لکھی گئی ہے اس سے معلوم ہو گیا ہے کہ در حقیقت نماز اور تمام عبادات صبر ہی کے جزئیات ہیں مگر نماز کو جداگانہ بیان اس لئے کر دیا کہ تمام عبادات میں سے نماز ایک ایسی عبادت ہے جو صبر کا مکمل نمونہ ہے، کیونکہ نماز کی حالت میں نفس کو عبادت وطاعت پر محبوس بھی کیا جاتا ہے، اور تمام معاصی مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے بھی نفس کو بحالت نماز روکا جاتا ہے، اس لئے صبر جس کے معنی ہیں نفس کو اپنے قابو میں رکھ کر تمام طاعات کا پیرو اور تمام معاصی سے مجتنب و بیزار بنانا، نماز اس کی ایک عملی تمثیل ہے۔

اس کے علاوہ نماز کو انسان کی تمام حاجات کے پورا کرنے اور تمام آفتوں مصیبتوں سے نجات دلانے میں ایک خاص تاثیر بھی ہے، گو اس کی وجہ اور سبب معلوم نہ ہو، جیسے دواؤں میں بہت سی ادویات کو مؤثر بالخاصہ تسلیم کیا جاتا ہے، یعنی کیفیات حرارت و برودت کے حساب سے جیسے کسی خاص مرض کے ازالہ کیلئے بعض دوائیں بالخاصہ مؤثر ہوتی ہیں، جیسے دردِ گردہ کیلئے فرنگی دانہ کو منہ یا ہاتھ میں رکھنا، اور بہت سے امراض کیلئے عود صلیب وغیرہ کو گلے میں ڈالنا مؤثر بالخاصہ ہے سبب معلوم ہے، لوہے کو کھینچنے میں مقناطیس بالخاصہ ہے، وجہ معلوم نہیں، اسی طرح نماز تمام انسانی ضروریات کی کفالت اور تمام مصائب سے

نجات دلانے میں مؤثر بالخاصہ ہے، بشرطیکہ نماز کو نماز کی طرح آداب اور خشوع وخضوع کیساتھ پڑھا جائے، ہماری جو نمازیں غیر مؤثر نظر آتی ہیں، اس کا سبب ہمارا قصور ہے کہ نماز کے آداب اور خشوع خضوع میں کوتاہی ہوتی ہے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مہم پیش آتی تھی تو نماز کی طرف رجوع فرماتے تھے، اور اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس مہم کو پورا فرمادیتے تھے، حدیث میں ہے۔ ''اذا حزبہ امر فزع الی الصلوٰۃ ''یعنی رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی ضرورت پیش آتی تو نماز کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔ صبر اور نماز تمام مشکلات ومصائب سے نجات کا سبب اس لئے ہے کہ صبر سے اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ. اس کلمہ میں اس کا راز بتلادیا ہے کہ صبر حلِ مشکلات اور دفع مصائب کا سبب کیسے بنتا ہے، ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ صبر کے نتیجے میں انسان کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس شخص کیساتھ رب العزت کی طاقت ہو اس کا کونسا کام رک سکتا ہے اور کونسی مصیبت اس کو عاجز کرسکتی ہے۔ (بحوالہ معارف القرآن از حضرت مفتی شفیع صاحبؒ)

نماز ہر حالت میں فرض ہے

نماز کے ہر حالت میں فرض ہونے کی یوں تو کئی وجہیں ہوسکتی ہیں لیکن ایک بڑی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ دوسری عبادتیں مخصوص حالت میں مخصوص شرائط کے ساتھ فرض ہیں جس انسان کے اندر وہ شرائط نہ پائی جائیں اسے مستثنیٰ قرار دے دیا جاتا ہے یا کم از کم اسے مہلت دے دی جاتی ہے۔

روزے سال بھر میں صرف ماہ رمضان کے فرض ہیں لیکن مسافر، بیمار، شیخ فانی، اور حیض نفاس والی عورت پر روزہ نہیں ہے، یہ قضا کرسکتے ہیں بلکہ جو شخص بہت بوڑھا ہوگیا ہو یا ایسا بیمار ہوجائے کہ موت تک صحت ہی نصیب نہ ہو وہ روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے۔

حج زندگی بھر میں ایک بار فرض ہے وہ بھی اس شخص پر جو سفر کے اخراجات برداشت کرسکتا ہو اور راستہ بھی پر امن ہو۔

زکوٰۃ پورے سال میں ایک دفعہ فرض ہوتی ہے اور اس کی فرضیت کی بھی بہت ساری شرائط ہیں مالدار ہو، اتنا مقروض نہ ہو کہ سارا پیسہ قرض میں ڈوب جائے، اس کے پاس جو کچھ ہے وہ ضروریات اصلیہ سے زائد ہو، وہ پیسہ سال بھر سے اس کے پاس ہو۔

جہاد بھی مخصوص حالت میں فرض عین ہوتا ہے اور عام حالات میں بوڑھا، عورت اور بیمار اس سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن نماز ہر حالت میں فرض ہے خواہ بیماری ہو یا سفر ہو، جنگ ہو یا امن۔

نماز ہر شخص پر فرض ہے۔ امیر ہو یا غریب بوڑھا ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت عالم ہو یا جاہل نماز پورے سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے ہر دن اور ہر رات میں فرض ہے۔ جب تک کسی مسلمان کے ہوش وحواس باقی ہیں اور جب تک اس کے جسم میں جان ہے اس کیلئے نماز کا پڑھنا ضروری ہے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھ لے، رکوع سجدہ نہیں کرسکتا تو اشاروں سے پڑھ لے، وضو نہیں کرسکتا تو تیمم سے پڑھ لے، ستر ڈھانپنے کیلئے کپڑے نہ ہوں تو ننگے بدن ہی پڑھ لے، قبلہ کی جہت معلوم نہ ہو تو جس طرف زیادہ دھیان جائے تو اسی رخ پر پڑھ لے، میدانِ جنگ میں رکنے کا موقع نہ ملے تو سواریوں پر سوار چلتے پھرتے پڑھ لے۔

دوسرے مذاہب میں عبادت کیلئے گرجے اور مندر میں جانا ضروری ہے کاہنوں، پنڈتوں اور راہبوں کو خوش کرنا ضروری ہے۔ لیکن نماز روئے زمین کے ہر حصے میں ادا ہو سکتی ہے بلکہ سمندر کی لہروں اور ہواؤں کے دوش پر بھی نماز ادا ہو سکتی ہے جس جگہ مسلمان سرِ نیاز سراپا ناز کے سامنے جھکا دے گا وہی مسجد بن جائے گی۔

دوسری عبادات اور نماز کے درمیان ایک اور فرق ملاحظہ کیجئے اور یہ بڑا عجیب فرق ہے وہ یہ کہ حج صرف مکۃ المکرّمہ اور اس کے مضافات ہی میں ادا ہو سکتا ہے اور کہیں بھی حج نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں بھی حج نہیں ہو سکتا بلکہ اگر کوئی شخص نو ذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں نہ جائے اور سارا دن کعبہ کا طواف کرتا رہے اور حجر اسود کو بوسے دیتا رہے تو بھی اس کا حج ادا نہیں ہو سکتا خواہ وہ معذور ہو یا بیمار ہو۔ اسی طرح اگر کوئی

شخص غیر مستحق کو زکوٰۃ دے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اس کیلئے صحیح مصرف اور جائز مستحق کو تلاش کرنا ہوگا اور آپ حضرات جانتے ہیں بعض اوقات مصرف کا تلاش کرنا کتنا مشکل مرحلہ ہوتا ہے انسان پریشان ہوجاتا ہے کہ کس کو زکوٰۃ دے اور کس کو نہ دے، بعض سفید پوش، غریب اور مستحق ہوتے ہیں اور بعض پھٹا پرانا لباس پہننے والے حقیقت میں مالدار ہوتے ہیں۔ یونہی روزوں کا معاملہ ہے، ایک ایسا شخص جو جیلخانے میں محبوس ہے اور سحری وافطاری جس کے اختیار میں نہیں ہے اس کیلئے سنت کے مطابق روزے کا اہتمام بڑا مشکل ہے اور اگر وہ کمزور ہے تو اس کیلئے بغیر سحری کھانے کے روزہ رکھنا ویسے ہی ناممکن ہے۔

ہماری اس گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ دوسری عبادات میں ایسی مخصوص شرائط ہیں جن کی وجہ سے ایک شخص چاہت کے باوجود بھی ان کی ادائیگی نہیں کرسکتا۔ لیکن نماز میں کوئی ایک شرط بھی ایسی نہیں جس کا پورا کرنا کسی کیلئے ناممکن ہو، جو شرطیں شریعت نے لگائی ہیں وہ بھی صاحب عذر سے ساقط ہوجاتی ہیں۔ طہارت، ستر، توجہ الی القبلہ، قیام، قعود، قرات یہ سب نماز کے ارکان ہیں۔ لیکن اگر پانی نہ ہو تو تیمّم کرکے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ قبلہ کی جہت معلوم نہ ہو تو تحری سے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ قیام نہ کرسکے تو بیٹھ کر بیٹھ بھی نہ سکے تو لیٹ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ گونگا ہے قرات نہیں کرسکتا تو بغیر قرات کے بھی نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن پڑھنی ضروری ہے، کسی حالت میں بھی نماز چھوڑنے کی اجازت نہیں کیونکہ نماز چھوڑنے سے اس کا ایمان کامل نہیں رہے گا، اس کے دین میں نقص آجائیگا کیونکہ دین میں نماز کی وہی حیثیت ہے جو جسم میں سر کی ہے۔

نماز کی تاکید واہمیت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں اور جس کی طہارت نہیں اس میں نماز نہیں اور جس کیلئے نماز نہیں اس کیلئے دین نہیں، نماز کا مقام دین میں ایسا ہے جیسے سر کا مقام ہے۔ جو شخص نماز کا پابند نہیں ہوتا اس کا ایمان ہمیشہ خطرے میں رہتا ہے وہ کسی وقت بھی

شیطان کے جال میں آ کر کفر وشرک کی وادیوں میں گر سکتا ہے جبکہ نماز انسان کے اردگرد ایک مضبوط حصار بنا دیتی ہے جس کی وجہ سے وہ کفر وشرک سے بچا رہتا ہے۔ یہ حصار نہ ہو تو خطرات ہی خطرات ہیں اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے احادیث میں نماز چھوڑنے والے کے متعلق کفر وشرک کا ڈر ظاہر فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کی وہ مشہور حدیث تو آپ نے سنی ہوگی کہ ''جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا اس نے کفر کیا'' اس حدیث کا ایک مطلب علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص عمداً نماز چھوڑتا ہے وہ بتدریج کفر کی طرف چلا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ نے ایک حدیث میں نماز کو دین کا ستون قرار دیا ہے جس طرح ستون کے گر جانے سے عمارت گر جاتی ہے۔ اسی طرح نماز کو چھوڑنے سے دینداری بھی رخصت ہو جاتی ہے۔

طائف والوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور اس نے صلح کی بات چیت شروع کی بات چیت کے دوران انہوں نے اصرار کیا کہ ہمیں فی الحال نماز سے اور جہاد اور صدقات سے مستثنیٰ کر دیا جائے۔ آپ ﷺ نے جہاد اور صدقات سے تو مستثنیٰ کر دیا مگر نماز سے مستثنیٰ کرنے سے منع فرما دیا آپ ﷺ نے فرمایا ''جس دین میں اللہ کے سامنے جھکنا نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں''۔ اسلام تو نام ہی تسلیم اور جھکنے کا ہے، جب جھکنا ہی نہ ہو تو اسلام کیسا؟ کہیں آپ کے ذہن میں یہ اشکال نہ آئے کہ جہاد، صدقہ جیسی عظیم عبادت کی ان کو کیسے چھٹی دیدی؟ اصل بات یہ تھی کہ آپ جانتے تھے کہ جب یہ ہر روز اللہ کے سامنے جھکیں گے، اس کی تسبیح وتحمید کریں گے، اس سے مانگیں گے، اس کی چوکھٹ پر اپنا سب کچھ نثار کر دیں گے تو اس کی رضا کی خاطر مال اور جان قربان کرنے کیلئے بھی تیار ہو جائیں گے۔ کیونکہ نماز کو اس کی روح کے ساتھ ادا کیا جائے تو پھر نماز کہیں اور کا رہنے نہیں دیتی بلکہ اسی کا بنا کر چھوڑتی ہے مگر واقعی نماز ہو! رکوع اور سجدوں سے بھی اس کی پرستش ہو اور دل سے بھی اس کی پرستش ہو ایسے نہ ہو کہ ظاہری جسم تو اس کے سامنے جھکا ہوا ہو مگر دل جھکا ہوا ہو دولت کے سامنے، شہرت ونمود کے سامنے بقول علامہ اقبالؒ ؎

جو میں سر بسجود ہوا کبھی تو — زمین سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا — تجھے کیا ملے گا نماز میں

جو صحیح نماز ہوتی ہے وہ دین کی حفاظت کرتی ہے، وہ ایمان کی حفاظت کرتی ہے، وہ دوسرے نیک کاموں پر آمادہ کرتی ہے۔ حضرت عمر بن خطابؓ ایسے لوگوں کو ذمہ داری سونپا کرتے تھے جو نمازی ہوتے اور اپنے گورنروں اور وزراء کو نماز کی تاکید کرتے رہتے تھے، مؤطا امام مالک میں ہے کہ آپ نے اپنے تمام عمال کے نام یہ سرکلر جاری کیا کہ تمہارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم کام نماز ہے۔ جس نے اس کی حفاظت کی اور اس کی نگرانی کی تو اس نے اپنے سارے دین کو محفوظ کرلیا اور جس نے اس کو ضائع کیا تو وہ باقی باتوں کو بہت زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔

نماز چھوڑنے والوں سے متعلق وعیدیں

حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ جو نماز کا تارک ہے اس کے دین کا اعتبار نہیں اور یہ کہ جو نماز چھوڑتا ہے اس کا اسلام میں حصہ نہیں۔ اس کے علاوہ بھی آپ ﷺ نے تارکِ صلوٰۃ کیلئے متعدد وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے پیارے دوست (حضرت محمد ﷺ) نے وصیت فرمائی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، چاہے تیرے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے جائیں یا تجھے آگ میں جلا دیا جائے اور فرض نماز کو قصداً نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے فرض نماز کو قصداً چھوڑا اس سے اللہ تعالیٰ کا ذمہ یعنی حفاظت اٹھ گئی۔

اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ مجھے بھی آپ ﷺ نے وصیت کی تھی کہ قصداً فرض نماز نہ چھوڑنا ورنہ اللہ کا ذمہ ٹوٹ جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب میری بینائی جاتی رہی تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کا علاج کرنا چاہتے ہیں مگر کچھ دنوں کیلئے آپ کو نماز چھوڑنی ہوگی، اس پر حضرت ابن عباسؓ نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تارکِ صلوٰۃ قیامت کے دن ایسی حالت میں اللہ سے ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے نماز کا

ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اور اسے وقت پر ادا نہ کیا تو قیامت کے دن اس کیلئے کوئی حجت اور برہان نہیں ہوگی اور اس کا حشر قارون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ کس قدر سخت وعیدیں ہیں. کیا ان وعیدوں کو سننے کے بعد کوئی مسلمان نماز کو چھوڑنے کی جرات کرسکتا ہے ہرگز نہیں، مگر افسوس کہ ہمارا ایمان اتنا ضعیف ہوگیا ہے کہ وہ ہمیں نماز کی پابندی پر آمادہ نہیں کرسکتا ورنہ جس شخص کے سینے میں ایمان قرار پاچکا ہو اس کی زندگی نماز کے بغیر گزر ہی کیسے سکتی ہے۔

صحابہؓ اور نماز کا اہتمام

آپ ﷺ کے جانثاروں کو دیکھئے وہ نماز کا کس قدر اہتمام کیا کرتے تھے اس لئے کہ سینے میں ایمان راسخ ہوچکا تھا سخت سے سخت مصروفیت کی حالت میں بھی اگر نماز کا وقت آجاتا تو وہ تمام کاروبار چھوڑ کر سیدھے مسجد کی طرف روانہ ہوجاتے تھے۔ حضرت سفیان ثوریؒ سے روایت ہے کہ صحابہ خرید و فروخت کرتے تھے (لیکن اس کے باوجود) فرض نماز کو جماعت کیساتھ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں بازار میں تھا کہ نماز کا وقت آگیا تمام صحابہؓ نے دوکانیں بند کیں اور فوراً نماز کو چلے گئے، اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل اتنا پسند آیا کہ ان کی شان میں یہ آیت کریمہ نازل فرمادی جس کا مفہوم ہے کہ:

صحابہؓ ایسے لوگ ہیں جن کو تجارت اور کاروبار اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کرنے سے نہیں روکتے اور آگے گویا وجہ بھی بتادی کہ تجارت اور بیع وشرا ان کو اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے سے کیوں نہیں غافل کیونکہ، کرتے: وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔ جس انسان کے دل میں قیامت کا خوف اور اللہ کی ذات کا ڈر پیدا ہوجائے وہ کبھی اس کی یاد سے غافل ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم پر جو غفلت اور مدہوشی طاری ہوجاتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دل میں ڈر نہیں ہے قیامت کی جزا سزا اور حساب کتاب کا خوف نہیں ہے۔ لیکن صحابہؓ کے دل میں اللہ کی پکڑ کا ڈر تھا اس لئے وہ کسی حالت میں بھی

اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتے تھے۔ سخت سے سخت مصیبت اور پریشانی، ان کے اور نماز کے درمیان رکاوٹ نہیں بن سکتی تھی۔

دین میں نماز کی بڑی اہمیت ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی مخلوقات ہیں وہ کسی نہ کسی انداز میں حق تعالیٰ کی تسبیح وثناء بیان کرتی ہیں، کائنات کی ہر شے اس کی تعریف وستائش میں ہمہ وقت رطب اللسان ہے، درخت کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، چوپائے رکوع میں، رینگنے والے جانور سجدے میں، پہاڑ، ٹیلے اور عمارات بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتی ہیں، ان تمام مخلوقات کی عبادت کا طریقہ حق تعالیٰ نے انسانوں کے طریقہ عبادت میں جمع کر دیا ہے۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ انسان، انسان بن جائے، حق تعالیٰ کے سامنے جھکنے والا بن جائے، مطیع وفرمانبردار بن جائے نافرمانی وبغاوت سے بچنے والا بن جائے، انسان اللہ کے حضور اپنی فدویت اور بندگی کا اظہار کرے، ہر نبی کی شریعت اور دین میں ایمان کے بعد سب سے پہلا حکم نماز کا ہی رہا ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے اسلام کو محل کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جس کے پانچ ستون ہیں شہادت ایمان کے بعد سب سے پہلے ستون نماز کو قرار دیا اور دوسرے مقام پر واضح طور پر نماز کو دین کا ستون قرار [illegible] ی عمارت کا ستون نہ ہو تو وہ عمارت کھڑی نہیں ہو سکتی، اسی طرح نماز دین کا ستون ہے، اس کے بغیر دین قائم نہیں رہ سکتا۔

دین میں نماز کی بڑی اہمیت ہے اس بنا پر شریعت مطہرہ نے اس کی فضیلت، اس کے اوقات کی تعیین، اس کی شرائط اور ارکان کا خاص اہتمام فرمایا ہے، جو عبادات واطاعات میں صرف اور صرف اسی عبادت کی خصوصیت ہے، اور پھر اس میں تین عناصر اصل ہیں۔

(۱)......انسان کا دل حق تعالیٰ کے جلال اور اس کی عظمت کے سامنے جھکا ہوا ہو۔

(۲)......انسان حق تعالیٰ کی عظمت شان، اس کی علو شان اور اپنی عاجزی اور درماندگی عمدہ سے عمدہ الفاظ میں بیان کرے۔

(۳)......انسان اپنے باطن کے ساتھ ساتھ ظاہری اعضاء کو بھی اللہ کی عظمت و جلال کے سامنے یوں پیش کرے، جس سے یہ باور ہو کہ واقعۃً وہ اظہار عجز و انکساری کر رہا ہے۔ نماز حق تعالیٰ کی جانب سے اس کے بندوں پر عظیم فریضہ ہے، جس کی ادائیگی کے بغیر انسان اس فریضہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتا، اور یہ ایسا فریضہ ہے، جو ایک طرف عمادُ الدین قرار دیا گیا ہے اور دوسری طرف اسے ہدایت و تقویٰ کی بنیادی شرائط کے طور پر بیان کیا گیا ہے، حق تعالیٰ نے اہل تقویٰ کی جہاں نشانیاں اور علامات بیان کی ہیں وہاں سرفہرست یہ بات بھی بیان کی کہ اہل تقویٰ نماز قائم کرتے ہیں، پھر اس شخص کو بامراد و کامیاب قرار دیا گیا جس نے تقویٰ اختیار کیا اور نماز ادا کی، اہل اسلام کا ذکر خیر کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ وہ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، اہل جہنم دوزخ میں شور مچائیں گے اور اپنی بربادی کا سبب بتائیں گے کہ ہم جہنم میں اس لیے ڈالے گئے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے نماز قائم کرنے کا حکم دیا، اور واضح کیا کہ نماز ادا کرو اور مشرک نہ بنو، منکرین کے لیے یہ کہا گیا کہ اگر یہ توبہ کریں، اور نماز ادا کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کے راستے کھول دیئے جائیں، اور دوسری جگہ ان کے تائب ہونے اور نماز ادا کرنے کی صورت میں انہیں مسلمانوں کا بھائی کہا گیا، حضرت رحمت دوعالم ﷺ پر جو لوگ ایمان لاتے تھے ان کے ساتھ آپ ادائیگی نماز کا عہد بھی کرتے تھے، اور ان سے پختہ عہد لیتے تھے۔ جہاں مسلمانوں کی کامیابی اس میں بتائی گئی کہ وہ اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع کرتے ہیں، مستعدی اور ہمہ تن توجہ سے نماز ادا کرتے ہیں وہاں ان لوگوں کا ذکر عجیب انداز میں کیا گیا، جو اندر سے کچھ تھے اور باہر سے کچھ تھے، باہر، باہر سے مسلمانوں کو کہتے ہم مسلمان ہیں اور اندر سے وہ کفر پر قائم رہتے، ان کے بارہ میں بتایا گیا کہ وہ نمازوں میں کاہلی برتتے ہیں نمازوں میں سستی کرتے ہیں، حق تعالیٰ نے نمازوں کی حفاظت کا جہاں حکم دیا ہے، وہاں خشوع و خضوع کا حکم بھی دیا، عاجزی و انکساری سے نماز ادا کرنے کا بھی حکم دیا۔ اسلام میں نماز اتنی مقدم اور اہم ہے کہ شاید ہی

قرآن کا کوئی پارہ یا سورۃ خالی ہو جس میں نماز کا ذکر نہ کیا گیا ہو، بار بار حق تعالیٰ حکم دے رہے ہیں نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، اور پھر حضرت رحمت دو عالم ﷺ کے ارشادات جو کثرت سے کتب احادیث میں موجود ہیں، آپ ﷺ کی اپنی نمازیں دیکھئے کہ ساری ساری رات حالت قیام میں گزار دیتے، پاؤں مبارک پر ورم آجاتے تھے، حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ آپ تو معصوم ہیں مگر ساری ساری رات عبادت میں؟ ارشاد فرمایا: "افلا اکون عبداً شکوراً" کیا میں حق تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، اور پھر حضرت عائشہؓ کا وہ فرمان گرامی، کہ حضرت محمد ﷺ جب اپنے دولت خانہ میں ہوتے تو ہم سے محو گفتگو ہوتے، اور جب اذان ہو جاتی تو اس طرح نماز میں مشغول ہو جاتے گویا کہ ہم کو پہچانتے ہی نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ایمان لانے کے بعد مسلمان سے اولین مطالبہ یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرے، خدا کا ارشاد ہے "اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوۃ لذکری" بیشک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی بندگی کرو اور میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

عقائد کے باب میں جس طرح خدا کی ذات وصفات پر ایمان پورے دین کا سرچشمہ ہے، اسی طرح اعمال کے باب میں نماز پورے دین کی عملی بنیاد ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں تمام عبادتوں سے زیادہ نماز کی تاکید کی گئی ہے، اور اسکی اقامت پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ گویا اسی پر سارے دین کا دارومدار ہے۔

نماز کے علاوہ دوسری عبادتیں خاص لوگوں پر خاص خاص اوقات میں فرض ہیں۔ مثلاً حج اور زکوٰۃ صرف ان مسلمانوں پر فرض ہے جو مال دار ہوں، روزے سال میں ایک مہینے کے فرض ہیں لیکن نماز ایک ایسا عمل ہے۔ جس کے لیے ایمان کے سوا کوئی اور شرط نہیں، ایمان لاتے ہی نماز ہر مسلمان عاقل و بالغ پر چاہے وہ مرد ہو یا عورت، امیر ہو یا فقیر، تندرست ہو یا مریض، مقیم ہو یا مسافر۔ دن میں پانچ وقت فرض عین ہے یہاں تک کہ میدان کارزار میں جب دشمن سے مڈبھیڑ کا ہر لمحہ اندیشہ ہو، عین اس وقت بھی نہ صرف نماز فرض ہے بلکہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی تاکید کی ہے، اور صلوٰۃ خوف کو جماعت کے

ساتھ ادا کرنے کا طریقہ بھی خود قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔ نماز کی تاکید و ترغیب کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت کو دلوں میں جمانے کے لیے قرآن پاک نے اس ہولناک انجام اور زبردست رسوائی سے بھی پوری قوت کے ساتھ ڈرایا ہے جس سے تارکین صلوٰۃ دوچار ہوں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نماز کی غیر معمولی فضیلت و اہمیت اور اس کو چھوڑ دینے کی بدترین سزاؤں پر مختلف رُخ سے روشنی ڈالی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''مومن اور کفر کے درمیان نماز ہی حد فاصل ہے''۔ (بحوالہ مسلم شریف)

''جو شخص پابندی کے ساتھ اچھی طرح نماز پڑھے گا، قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیے نور اور (ایمان کی) دلیل ہوگی اور نجات کا ذریعہ ثابت ہوگی اور جو شخص توجہ اور پابندی سے نماز ادا نہ کریگا تو ایسی نماز اس کے لیے نہ نور ثابت ہوگی اور نہ (ایمان کی) دلیل، اور نہ وہ اسے خدا کے عذاب سے بچانے والی ہوگی اور ایسا شخص قیامت میں قارون، فرعون، ہامان، اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (بحوالہ مسند احمد، بیہقی)

''حضرت ابوذرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جاڑے کے دنوں میں جب پتے جھڑ ہو رہا تھا، باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑ کر ملائیں تو کھڑ کھڑ پتے جھڑنے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اے ابوذر: جب کوئی مسلمان یکسوئی اور اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، تو اس کے گناہ بھی اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔'' (بحوالہ مسند احمد)

''حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ زندگی کے آخری لمحات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر یہ کلمات تھے، نماز، نماز۔'' (بحوالہ الادب المفرد)

دین میں نماز کی اہمیت اور فضیلت معلوم کرنے کے لیے قرآن وسنت کی ان واضح اور تاکیدی ہدایت کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے کس قدر گہرا شغف تھا، آپ ﷺ نماز میں واقعی آنکھوں کی ٹھنڈک محسوس کرتے۔ معمولی سی بات ہوتی اور آپ ﷺ مسجد دوڑ پڑتے اور نوافل تو اس کثرت سے

پڑھتے کہ مبارک پیروں پر ورم آجایا کرتا۔

بہر حال قرآن وسنت کی ان تصریحات سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نماز ایمان کی ایک لازمی علامت ہے جہاں ایمان ہوگا وہاں لازماً نماز موجود ہوگی اور جہاں نماز موجود ہے وہاں گویا پورا دین موجود ہے اور اگر نماز ضائع ہوگئی تو پھر دین کی موجودگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ نے اپنی حکومت کے ذمہ داروں کو تحریری ہدیت دیتے ہوئے اسی حقیقت کی طرف متوجہ کیا، فرمایا:

''واقعہ یہ ہے کہ میرے نزدیک تمہارے تمام مسائل میں سب سے اہم مسئلہ نماز ہے، جس نے اپنی نماز کی حفاظت کی اس نے اپنے پورے دین کو محفوظ کرلیا اور جس نے اپنی نماز کو ضائع کر دیا وہ باقی دین کو اور زیادہ ضائع کر کے رہے گا'' (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

نماز اور گناہ کی معافی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے ایک دن یوں فرمایا: کہ بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر پانی کی نہر جاری ہو، جس پر وہ روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: کچھ باقی نہ رہے گا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ بالکل یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے، حق تعالیٰ ان کے ذریعہ خطاؤں کو مٹاتا ہے۔ (بحوالہ مسلم شریف)

نمازوں کی ادائیگی پر انسان کے گناہوں کا محو ہو جانا، اور پھر اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا وعدہ یہ بہت بڑی بات ہے، مگر شرط ایمان ہے، جب انسان کا ایمان مکمل وکامل ہوگا تو یہ سارے وعدے کام آئیں گے، ایک انسان ایمان ویقین کی بے پایاں دولت سے تہی دست وتہی دامن ہے تو اسے یہ اعمال کچھ فائدہ نہیں دے سکتے۔

نماز اور جنت کا واجب ہونا

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے، پھر اللہ کے حضور میں کھڑا ہو کر یکسوئی کے ساتھ دو

رکعت نماز ادا کرے، تو جنت اس کے لیے ضرور واجب ہو جائے گی۔ (بحوالہ مسلم شریف)

اسی طرح ایک دوسری روایت ہے، زید بن خالد جہنیؓ راوی ہیں، کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جو بندہ ایسی دو رکعت نماز پڑھے، جس میں اس کو غفلت بالکل نہ ہو، تو اللہ تعالیٰ اس نماز ہی کے صلہ میں اس کے پچھلے گناہ معاف فرمادے گا۔ (بحوالہ مسند احمد)

حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ کی اُمت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اور اس کا میں نے عہد کر لیا ہے، کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرے گا اس کو میں اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کا اہتمام نہ کرے گا، مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

(بحوالہ ابی داؤد شریف)

نماز کے شرائط و آداب

یاد رکھیئے فضیلت و اہمیت اسی نماز کی ہے جو واقعی نماز ہو، جو سارے ظاہری آداب اور باطنی صفات کا لحاظ کرتے ہوئے شعور کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اسی کے لیے قرآن نے نماز ادا کرنے کے لیے ''ادا کرنے'' کا سادہ انداز اختیار کرنے کے بجائے، اقامت و محافظت کے الفاظ استعمال کیے ہیں، اقامت و محافظت کے معنی یہ ہیں کہ نماز ادا کرنے میں ان ظاہری آداب کا بھی اہتمام کیا جائے جن کا تعلق نماز کی ظاہری حالت کی درستگی سے ہے اور ان باطنی صفات کا بھی پورا پورا اہتمام کیا جائے۔ جن کا تعلق آدمی کے قلب و روح اور احساسات و جذبات سے ہے۔ ذیل میں مختصر طور پر یہ آداب بیان کئے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے۔

١...... طہارت و پاکیزگی

شریعت نے پاکی اور طہارت کے جو طریقے سکھائے ہیں اور جن احکام کی تعلیم دی ہے ان کے مطابق جسم و لباس کو اچھی طرح پاک صاف کر کے خدا کے حضور حاضری دی جائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یایھا الذین امنوا اذاقمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءُ وُسِکم وأرجلکم الی الکعبین ط وان کنتم جنبا فاطھروا. (سورۃ المائدہ:٦)

ترجمہ...... ''ایمان والو: جب تم نماز کے لیے اٹھوتو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو، سر کا مسح کرلو، اور پاؤں ٹخنوں تک دھولو، اور اگر تم حالت جنابت میں ہوتو خوب اچھی طرح پا کی حاصل کرلو۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے: **وثیابک فطھر .** (المومنون:۹)

''اور اپنے لباس کو خوب اچھی طرح پاک صاف کرلو۔''

۲......وقت کی پابندی

یعنی ٹھیک وقت پر نماز ادا کی جائے ، اس لیے کہ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''**فاقیموا الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ کانت علیٰ المؤمنین کتابا موقوتاً**'' (النساء:۱۰۳)

''پس نماز قائم کرو، بیشک نماز مؤمنوں پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''بہترین بندے وہ ہیں جو سورج کی دھوپ اور چاند ستاروں کی گردش کو دیکھتے رہتے ہیں کہ نماز کا وقت فوت نہ ہونے پائے۔''

(بحوالہ مستدرک حاکم)

یعنی نمازِ اوقات کی پابندی کے لیے ہمہ وقت فکر مند رہتے ہیں، اور سورج کی دھوپ اور چاند تاروں کی گردش سے وقت معلوم کرتے رہتے ہیں کہ صحیح وقت پر نماز ادا کر لیں اور کوئی نماز قضاء نہ ہونے پائے۔

۳......نماز کی پابندی

یعنی تسلسل کے ساتھ بلا ناغہ ہمیشہ نماز پڑھی جائے۔ حقیقت میں وہی لوگ نمازی کہلانے کے مستحق ہیں۔ جو پابندی و التزام کے ساتھ بلا ناغہ نماز ادا کرتے ہیں۔ الا

المصلین. الذین ہم علیٰ صلاتھم دائمون. (سورۃ المعارج:۲۲،۲۳)

''مگر نماز پڑھنے والے جو ہمیشہ التزام کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔''

۴.....صف بندی کا اہتمام

صفوں کو بالکل سیدھا اور برابر رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے اس لیے کہ صفوں کو درست رکھنا اچھی طرح نماز پڑھنے کا جزو ہے۔

حضرت نعمان ابن بشیرؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو سیدھا اور برابر رکھنے کا اس قدر اہتمام کرتے تھے، کہ گویا ان کے ذریعے آپ ﷺ تیروں کو سیدھا کریں گے۔ یہاں تک کہ آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ ہم اس کی اہمیت کو سمجھ چکے ہیں، پھر ایک دن آپ ﷺ باہر آئے اور نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ تکبیر کہنے ہی والے تھے کہ آپ کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''خدا کے بندو: اپنی صفیں سیدھی اور برابر رکھا کرو، ورنہ خدا تمہارے رُخ ایک دوسرے کے خلاف کردے گا۔'' (بحوالہ مسلم شریف)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نمازوں میں صفوں کو سیدھا اور برابر کیا کرو۔ اس لیے صفوں کو درست رکھنا اقامتِ صلوٰۃ ہی کا ایک جزو ہے۔'' (بحوالہ بخاری شریف)

یعنی صفیں درست کئے بغیر نماز اچھی طرح پڑھنے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ صفوں کو سیدھا اور ساتھ ساتھ صف بندی میں اس کا بھی لحاظ رہے، کہ سوجھ بوجھ والے اہل علم وفکر امام سے قریب تر رہیں یہ اسی وقت ممکن ہے جب سوسائٹی کے لوگ اہل علم وتقویٰ کا احترام کرتے ہوں اور وہ خود بھی اپنی امتیازی حیثیت کا شعور رکھتے ہوں اول وقت مسجد پہنچ کر امام سے قریب جگہ حاصل کریں۔ حضرت ابومسعودؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز (باجماعت) میں ہمیں برابر کرنے کے لیے ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے، اور فرماتے تھے، برابر ہو جاؤ، (صفیں سیدھی کرلو) اور آگے پیچھے نہ رہو، ایسا نہ ہو کہ اس کی پاداش میں تمہارے دل پھر جائیں اور فرماتے تم میں سے جو عقل وخرد والے ہیں، وہ میرے قریب

رہیں ان کے بعد وہ لوگ جو درجہ میں ان کے قریب ہوں پھر وہ لوگ جو سوجھ بوجھ میں ان سے قریب ہوں۔ (حوالا بالا)

۵......سکون واعتدال

یعنی نماز اس سکون واطمینان کے ساتھ ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ادا کی جائے تا کہ قرأت، قیام، رکوع اور سجود جملہ ارکان نماز کا حق ادا ہو جائے۔

"ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا"

(بنی اسرائیل:۱۱۰)

''اور اپنی نماز میں نہ تو زیادہ بلند آواز میں پڑھیے اور نہ بالکل ہی پست آواز، بلکہ درمیانی روش اختیار کیجئے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز پڑھی، نماز پڑھ کر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپ ﷺ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا، کہ ''پھر جا کر نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی'' وہ آدمی گیا اور اس نے پھر نماز پڑھی، پھر آپ ﷺ کے پاس آیا اور سلام کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''جاؤ پھر نماز پڑھو تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی''۔ اس آدمی نے تیسری دفعہ میں یا اس کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ: مجھے سکھا دیجئے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو، پھر قبلہ کی طرف رُخ کرو، پھر تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرو اور قرآن کا جو حصہ آسانی سے پڑھ سکو پڑھو، پھر قرأت کے بعد رکوع کرو، یہاں تک کہ تم رکوع میں پورے سکون واطمینان سے ہو جاؤ۔ پھر رکوع سے اٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ پورے اطمینان و سکون سے سجدہ کرلو، پھر اٹھ کر بالکل اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر اپنی پوری نماز اسی اطمینان و سکون سے ادا کرو۔'' (بحوالہ بخاری، مسلم شریف)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا مطلب یہ ہے کہ نماز سر سے بوجھ اتارنا نہیں ہے کہ آدمی جلدی جلدی پڑھ کر اٹھ کھڑا ہو، بلکہ یہ خدا کی افضل ترین عبادت ہے، اس کا حق یہ ہے کہ آدمی نہایت سکون واطمینان سے اس کے سارے ارکان ادا کرے، اور ٹھہر ٹھہر کر توجہ سے نماز پڑھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں وہ نماز، نماز ہی نہیں جو پورے اطمینان وسکون کے ساتھ نہ پڑھی گئی ہو۔ حضرت عائشہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیتِ نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ سے نماز شروع فرماتے تھے، اور قرأت کا آغاز ''الحمد لله رب العلمين'' سے کرتے تھے اور جب آپ ﷺ رکوع فرماتے تو اپنے سر کو نہ تو اوپر اٹھائے رہتے اور نہ نیچے کی طرف جھکائے رہتے بلکہ درمیانی حالت میں (کمر کی بالکل سیدھ میں) رکھتے، اور جب رکوع سے اٹھتے تو سجدہ میں اس وقت تک نہ جاتے جب تک کہ سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے، اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے، تو جب تک بالکل سیدھے نہ بیٹھ جاتے دوسرا سجدہ نہ فرماتے اور ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے، اور التحیات پڑھتے وقت اپنا بایاں پاؤں نیچے بچھا لیتے اور بایاں پاؤں کھڑا کر لیتے تھے، اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ اور اس سے بھی منع فرماتے تھے کہ آدمی (سجدے میں) اپنی کلائیاں زمین پر بچھائے رکھے، جس طرح درندے اپنی کلائیاں زمین پر بچھا کر بیٹھتے ہیں اور پھر آپ ﷺ السلام علیکم ورحمة الله کہہ کر نماز ختم فرماتے تھے۔'' (بحوالہ مسلم شریف)

۶......نماز باجماعت کا اہتمام

فرض نماز لازماً جماعت سے پڑھنی چاہیئے۔ الّا یہ کہ جان و مال کا واقعی خوف ہو یا پھر شدید مرض ہو۔ واركعوا مع الراكعين. (البقرہ:۴۳)

''اور رکوع کرو سب رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ واذا كنت فيهم فاقمت لهم الصلوٰة. (النساء:۱۰۲)

''اور (اے نبی:) جب آپ مسلمانوں کے درمیان ہوں، پس انہیں نماز

پڑھانے لگیں۔''

یہ میدان جنگ میں نماز پڑھنے کے متعلق ہدایت ہے کہ اس نازک موقع پر بھی لشکر کے لوگ میدان کارزار میں الگ الگ نماز نہ پڑھیں بلکہ آپ نماز پڑھائیں تو وہ قرآن کی ہدایت کے مطابق آپ کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''جو شخص نماز باجماعت کے لیے موذّن کی پکار سنے اور اس پکار پر دوڑ پڑنے میں اس کے لیے کوئی عذر بھی نہ ہو (اور پھر بھی وہ جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے نہ پہنچے اور تنہا نماز پڑھے تو اس کی وہ نماز خدا کے ہاں قبول نہ ہو گی، بعض لوگوں نے پوچھا عذر سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جان و مال کا خوف ہو یا مرض۔''

(بحوالہ ابوداود)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص چالیس روز تک برابر ہر نماز اس طرح جماعت کے ساتھ ادا کرے، کہ تکبیر اولیٰ سے شریک رہے تو اس کے لیے دو براٗتیں لکھ دی جاتیں ہیں۔ ایک آتش دوزخ سے براٗت اور دوسرے نفاق سے براٗت۔'' (بحوالہ جامع ترمذی)

۷...... تلاوت قرآن میں ترتیل وتدبر

تلاوت قرآن کا حق ہی یہ ہے کہ اس کو ٹھہر ٹھہر کر پوری توجہ، دل کی آمادگی، طبیعت کی حاضری اور ذوق وشوق کے ساتھ پڑھا جائے اور ایک ایک آیت پر غور وفکر کیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک حرف کو واضح کر کے اور ایک ایک آیت کو الگ الگ کر کے پڑھا کرتے تھے۔ ورتل القرآن ترتیلا ' (سورۃ المزمل:۴)

''کتاب انزلنه الیک مبرک لیدبروا ایته ولیتذکر اولوا الالباب''

''یہ کتاب جو ہم نے آپ ﷺ پر نازل کی ہے بابرکت ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں اور اصحابِ عقل اس سے نصیحت حاصل کریں۔''

٨......شوق وانابت

نماز درحقیقت وہی ہے جس میں آدمی اپنے دل ودماغ، جذبات واحساسات اور افکاروخیالات سے پوری یکسوئی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو اور خدا سے ملاقات اور مناجات کے شوق کا یہ حال ہو کہ ایک وقت کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے وقت کے انتظار میں دل لگا ہوا ہو۔ **واقیموا وجوھکم عند کل مسجد و ادعوہ مخلصین له الدین.** (سورۃ الاعراف)

''اور ہر نماز کیلئے اپنا رُخ ٹھیک رکھو، اور اسی کو پکارو اپنی اطاعت کو اسکے لیے خالص ہوتے ہوئے۔'' **یایھا الذین امنوا اِذا نُودِیَ لِلصلوٰۃ من یوم الجمعۃِ فاسعَوا اِلٰی ذکرِ اللہ.** (سورۃ الجمعہ)

''اے مومنو: جب جمعہ کے دن نماز کے لیے پکارا جائے تو سارے کاروبار چھوڑ کر خدا کے گھر کی طرف بھاگ پڑو۔''

٩......ادب وفروتنی

یعنی ایک فرمانبردار غلام کی طرح آدمی عاجزی اور فروتنی کا پیکر بن کر خدا کے حضور اس طرح کھڑا ہو کہ دل خدا کی عظمت وجلال سے لرز رہا ہو، اور اعضاء پر بھی ادب اور پستی، اور عجز ونیاز کی کیفیت طاری ہو۔ **حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطی وقوموا للہ قنتین.** (سورۃ البقرہ:٢٣٨)

''اپنی نمازوں کی نگہداشت کرو، خصوصاً بہترین نماز کی، اور خدا کے حضور ادب اور فروتنی کا پیکر بن کر کھڑے ہو۔'' **وبشر المُخبتین الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبُھم والصّٰبرینَ علیٰ مااَصابَھم والمقیمِ الصلوٰۃِ.** (سورۃ الحج:٣٥)

''اور (اے نبیؐ:) بشارت دیجیے ان لوگوں کو جو عاجزی اور فروتنی کی روش اختیار کرتے ہیں، جن کا حال یہ ہے کہ خدا کا ذکر سنتے ہیں تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ آنے والی مصیبتوں کو ثابت قدمی کے ساتھ برداشت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

"واذکر ربک فی نفسک تضرعاوّ خیفۃ وّ دونَ الجھرِ من القول بالغدوّ والاٰصالِ ولاتکن مع الغفلین"۔ (سورۃ الاعراف:۲۰۵)

"اور اپنے رب کو صبح وشام یاد کیا کیجئے۔ دل ہی دل میں گڑگڑاتے ہوئے اور اس سے ڈرتے ہوئے اور پست آواز سے اور غافلوں میں سے مت ہونا۔"

حضرت امام زین العابدینؒ جس وقت نماز کے لیے وضو فرماتے ان کا رنگ زرد پڑ جاتا، ان کے گھر والوں نے ان سے پوچھا کہ وضو کے وقت آپ کی یہ کیا حالت ہو جاتی ہے؟ فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ میں کس ہستی کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔

(بحوالہ احیاء العلوم از امام غزالیؒ)

۱۰......خشوع وخضوع

خشوع وخضوع نماز کی جان ہے، اور وہ نماز درحقیقت نماز ہی نہیں جو خشوع و خضوع سے خالی ہو۔ خشوع کے معنی ہیں پست ہو جانا، دب جانا اور عاجزی سے جھک جانا، نماز میں خشوع اختیار کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نہ صرف جسم بلکہ دل و دماغ سب کچھ خدا کے حضور پوری طرح جھکا ہوا ہو۔ دل پر خدا کی عظمت اور بڑائی کی ایسی ہیبت چھائی ہوئی ہو کہ پست جذبات اور ناپسندیدہ خیالات کا دل میں گزر نہ ہو، اور جسم پر سکون اور پستی کے ایسے آثار نمایاں ہوں۔ جو رب عظیم کے عظمت و جلال والے دربار کے شایان شان ہو۔ "قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خَاشعون" (سورۃ المومنون)

"فلاح یاب ہو گے وہ مومن لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔"

۱۱......خدا سے قربت کا شعور

نماز آدمی کو خدا سے اتنا قریب کر دیتی ہے کہ کسی بھی دوسرے عمل سے اس قرب کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "بندہ اُسوقت اپنے خدا سے انتہائی قریب ہوتا ہے جب وہ اسکے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔" (بحوالہ مسلم شریف)

اقامت صلوٰۃ کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کو اس قرب کا احساس اور شعور ہو اور اس کے دل کی گہرائی میں اس قرب کی آرزو اور تمنا بھی ہو، اور وہ اس طرح نماز پڑھ رہا ہو کہ گویا وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ احساس ہو کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ واسجد واقترب" (العلق:۱۹) "اور سجدہ کرو، اور قریب ہو جاؤ۔"

۱۲......خدا کی یاد

نماز کا حقیقی جوہر خدا کی یاد ہے، اور خدا کی یاد کا جامع اور مستند طریقہ نماز ہے، اس لیے یہ اسی ہستی کا بتایا ہوا طریقہ ہے، جس کی یاد مطلوب ہے جو نماز خدا کی یاد کے جوہر سے خالی ہو وہ مومنوں کی نماز نہیں، منافقوں کی نماز ہے، نماز کے قیام کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ خدا کی یاد کی جائے واقم الصلوٰۃ لذکری. (سورۃ طہ:۱۴) "اور نماز قائم کیجئے میری یاد کے لیے۔"

"انما یؤمن بایٰتنا الذین اذا ذُکّرُوا بھا خرُّوا سُجَّدا وّسبحُوا بحمدِ ربھم وھم لایستکبرون" (سورۃ السجدہ:۱۵)

"ہماری آیات پر تو وہی لوگ درحقیقت ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو ان آیات کے ذریعے یاد دہانی کرائی جاتی ہے، تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف اور پاکی بیان کرنے لگتے ہیں اور وہ کبر و غرور نہیں رکھتے۔" یعنی ان کے سجدے اور رکوع شعور کے سجدے اور رکوع ہوتے ہیں یہ لاپرواہی کے ساتھ، محض نوک زبان سے تسبیح و تحمید کے الفاظ ادا نہیں کرتے بلکہ جو کلمات بھی ادا کرتے ہیں خدا کی یاد میں کرتے ہیں اور ان کی نماز سراسر خدا کی یاد ہوتی ہے۔

۱۳......ریاء سے اجتناب

محافظتِ نماز کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ وہ ریاء نمود و نمائش اور اس طرح کے دوسرے ان تمام گھٹیا جذبات سے محفوظ ہو جو اخلاص کے خلاف ہوں، ریا کاری سے نہ صرف یہ کہ نماز ضائع ہو جاتی ہے بلکہ ایسا نمازی بھی تباہ و برباد ہے جو دکھاوے کی نماز پڑھتا

ہوا رشاد باری تعالیٰ ہے ''**فویل للمصلین ألذین هم عن صلاتهم ساهون ۔ الذین هم یراءُ ون''** (الماعون)

''پس تباہی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں اور ریا کاری کرتے ہیں۔''

حضرت شداد بن اوسؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا''۔

۱۴...... جینا مرنا اللہ کے لئے

اقامت صلوٰۃ کی آخری اور جامع شرط یہ ہے کہ مومن پورے طور پر اپنے آپ کو خدا کے حوالے کردے، وہ جب تک زندہ رہے خدا کا اطاعت گزار غلام رہے۔ جب موت سے ہمکنار ہوتو اس کی موت بھی خدا ہی کے لیے ہو۔

''**انَّ صلاتی و نسُکی ومَحیای ومماتی لله رب العالمین ۔ لا شریک له وبذلک اُمرتُ وأنا أوَّل المُسلِمین**'' (سورۃ الانعام:۱۶۵)

''بیشک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنے والوں میں ہوں۔

اس آیت میں ایک خاص ترتیب کے ساتھ چار چیزوں کا ذکر ہے، نماز اور قربانی اور پھر نماز کے ساتھ زندگی اور قربانی کے ساتھ موت کا ذکر ہے۔ دراصل نماز اور قربانی دو جامع عنوان ہیں جو مومن کی پوری زندگی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ نماز دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن نہ صرف نماز میں بلکہ نماز کے باہر پوری زندگی میں بھی خدا کا وفادار اور اطاعت شعار غلام ہوتا ہے، اور قربانی دراصل اس حقیقت کی ترجمان ہے کہ مومن کا جان و مال سب کچھ خدا کی راہ میں قربان ہونے ہی کے لیے ہے۔

کامل سپردگی کے اس شعور کے ساتھ جو نماز پڑھی جائے وہ یقیناً نماز ہوگی اور

پوری زندگی پر اس طرح اثر انداز ہوگی کہ ایک طرف تو آدمی برائی اور بے حیائی کے کاموں سے بچنے میں انتہائی حساس اور نازک مزاج ہوگا اور برائی اختیار کرنا کیا معنی اس کے تصور سے بھی اسے گھن آئے گی اور دوسری طرف وہ بھلائی کو اختیار کرنے اور بھلائی کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے لیے وہ انتہائی حریص، اور سراپا اشتیاق ہوگا۔ اقامت صلوٰۃ کا پورا پورا حق ادا کرنے اور اپنی نماز کو واقعی نماز بنانے کے لیے اوپر کی تیرہ شرطوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ نماز تہجد اور دوسرے نوافل اور ان اذکار و اوراد کا بھی التزام کیا جائے جو مسنون ہیں اور تنہائی میں مستقل طور پر اپنا احتساب کرنے اور انتہائی گریہ و زاری کے ساتھ خدا سے دعائیں مانگنے اور مسلسل مانگتے رہنے کی عادت ڈالی جائے۔

(بحوالہ چیدہ چیدہ آسان فقہ)

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نماز جیسے اہم فریضے کو صحیح صحیح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العٰلمین۔

❁❁❁❁❁❁

تہجد کا اہتمام کرنا

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''تہجد ضرور پڑھا کرو۔ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے، اس سے تمہیں اپنے رب کا قرب حاصل ہوگا، گناہ معاف ہوں گے اور گناہوں سے بچے رہو گے۔''

(مستدرک حاکم)

وضاحت...... اس نماز کی بڑی فضیلت اور بڑی برکات ہیں۔ احادیث میں اس کے بڑے فضائل مذکور ہیں۔ حضرات انبیاء اولیاء، صوفیاء، اقطاب، اغواث اور علماء ربانیین خدا کے چہیتے لاڈلے پیارے بندوں نے اس پر مداومت کی ہے۔ اسی کی برکت سے ولایت اور تقرب کی دولت سے نوازے گئے۔ بغیر اس نماز کے ولایت کا درجہ نہیں پایا جاسکتا۔ جنت میں داخلہ اور خدا کی معرفت و محبت میں اس نماز کو بہت دخل ہے۔ ہر امت

کے صالحین کی علامت ہے۔فرصت وموقع ہوتو روز پڑھنے کی عادت ڈال لینی چاہیئے۔نہیں تو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھ لی جائے۔یا جب بھی رات کو موقعہ مل جائے نیند ٹوٹ جائے۔ اسے پڑھ لیں۔اس نماز کے بعد دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں،یہ وقت بہت قیمتی ہے،آسمانی دنیا میں خدائے پاک اترتے ہیں۔یعنی اپنی خاص توجہ سے ان کی مرادوں کو،دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔ہو سکے تو اس وقت کو سو کر غفلت میں،دنیا کی عیش میں نہ گزارا جائے بلکہ خدا کو یاد کرلیا جائے،استغفار کرلیا جائے،گناہوں کی معافی مانگ لی جائے،نماز نہ پڑھ سکیں تو بیٹھ کر خدا کا ذکر کرلیا جائے،یہ بھی نہ ہو سکے تو بستر پر پڑے پڑے ہی اسے یاد کرلیا جائے،گناہوں سے توبہ اور عجز وانکساری کا اظہار کرلیا جائے۔

آخرت کے ثواب کے علاوہ دنیا میں بھی اس کے بہت سے فوائد وبرکات ہیں۔ رمضان کے دنوں میں تو اسے ہرگز مت چھوڑیں۔سحری پکانے اور کھانے اٹھتے ہیں۔اسی میں وقت نکال کر چند رکعتیں پڑھ لیا کریں۔شائد کہ یہی رات کی خاموش عبادت کل قیامت میں مغفرت اور نجات کا ذریعہ بن جائے۔

بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے مروی ہیں کہ افضل ترین نماز فرض نماز کے بعد تہجد کی نماز ہے۔حضرت مالک اشعریؒ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا بالا خانہ ہے جس کا اندر باہر سے اور باہر اندر سے نظر آتا ہے (یعنی شیش محل) اللہ نے یہ ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں،سلام رائج کرتے ہیں،اور لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھتے ہیں۔ (ترغیب)

حضرت اسماءؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایک مقام پر لوگوں کا حشر ہوگا۔ایک منادی آواز دے گا وہ لوگ کہاں ہیں جن کے پہلو بستر سے جدا رہتے تھے۔(یعنی تہجد کی نماز پڑھتے تھے) پس وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے۔اور یہ لوگ کم مقدار میں ہوں گے۔تو یہ لوگ بلا حساب کے جنت میں داخل ہو جائیں گے باقی لوگوں کا حساب ہوگا۔ (ترغیب)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میری امت

کے معزز ترین وہ لوگ ہیں جو راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں۔ (ترغیب)

حضرت سلمان فارسی ؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم پر تہجد کی نماز لازم ہے کہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے اور تمہارے رب کے تقرب کا ذریعہ ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے، گناہوں سے روک ہے، امراض جسمانی سے حفاظت کا باعث ہے۔ (ترغیب)

حضرت سہل بن سعد کی روایت ہے کہ جان لو! مؤمن کی شرافت رات کی نماز میں ہے اور اس کی عزت لوگوں سے استغناء میں ہے۔ (ترغیب)

تشریح......اس نماز کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے اور نہ کوئی خاص صورۃ ہے۔ جس طرح دو رکعت نفل اور سنت پڑھی جاتی ہے اسی طرح پڑھتے ہیں۔ بیٹھ کر بھی یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ کم از کم دو رکعت ہیں۔ اس کا آخری وقت وہ ہے جو سحری کا وقت ختم ہے۔ صبح صادق تک۔ صبح کی اذان تک نہیں کہ بسا اوقات صبح کی اذان صبح صادق کے کچھ بعد یا دیر سے ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اذان تک پڑھتے رہتے ہیں یہ جہالت ہے۔ صبح صادق کا وقت جنتریوں میں لکھا ہوتا ہے۔ دیکھ لیا جائے۔ یا کسی عالم سے پوچھ لیا جائے۔

ختم تہجد پر آپ ﷺ کی ایک نہایت جامع دُعا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات نمازِ تہجد سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ ﷺ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

''اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِکَ تَهْدِیْ بِهَا قَلْبِیْ وَتَجْمَعُ بِهَا اَمْرِیْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعْثِیْ وَتُصْلِحُ بِهَا غَائِبِیْ وَتَرْفَعُ بِهَا شَاهِدِیْ وَتُزَكِّیْ بِهَا عَمَلِیْ وَتُلْهِمُنِیْ بِهَا رُشْدِیْ وَتَعْصِمُنِیْ بِهَا مِنْ كُلِّ سُوْءٍ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِيْمَانًا وَّيَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ وَّرَحْمَةً اَنَالُ بِهَا شَرَفَ كَرَامَتِکَ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْفَوْزَ فِی الْقَضَاءِ وَنُزُلَ الشُّهَدَاءِ وَعَيْشَ السُّعَدَاءِ

وَالنَّصْرَ عَلَى الْاَعْدَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُنْزِلُ بِکَ حَاجَتِیْ وَاِنْ قَصُرَ رَأْیِیْ وَضَعُفَ عَمَلِیْ اِفْتَقَرْتُ اِلٰی رَحْمَتِکَ فَأَسْئَلُکَ یَا قَاضِیَ الْاُمُوْرِ وَیَا شَافِیَ الصُّدُوْرِ کَمَا تُجِیْرُ بَیْنَ الْبُحُوْرِ اَنْ تُجِیْرَنِیْ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ وَمِنْ دَعْوَةِ الثُّبُوْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْقُبُوْرِ اَللّٰهُمَّ مَا قَصُرَ عَنْهُ رَأْیِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ نِیَّتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْأَلَتِیْ مِنْ خَیْرٍ وَعَدْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَوْخَیْرٍ اَنْتَ مُعْطِیْهِ اَحَدًا مِنْ عِبَادِکَ فَاِنِّیْ اَرْغَبُ اِلَیْکَ فِیْهِ وَاَسْأَلُکَهٗ بِرَحْمَتِکَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ ذَاالْحَبْلِ الشَّدِیْدِ وَالْاَمْرِ الرَّشِیْدِ اَسْئَلُکَ الْاَمْنَ یَوْمَ الْوَعِیْدِ وَالْجَنَّةَ یَوْمَ الْخُلُوْدِ مَعَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشُّهُوْدِ الرُّکَّعِ السُّجُوْدِ الْمُوْفِیْنَ بِالْعُهُوْدِ اِنَّکَ رَحِیْمٌ وَدُوْدٌ وَّاِنَّکَ تَفْعَلُ مَاتُرِیْدُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا هَادِیْنَ مُهْتَدِیْنَ غَیْرَ ضَآلِّیْنَ وَلَا مُضِلِّیْنَ سِلْمًا لِاَوْلِیَائِکَ وَعَدُوًّا لِاَعْدَائِکَ نُحِبُّ بِحُبِّکَ مَنْ اَحَبَّکَ وَنُعَادِیْ بِعَدَاوَتِکَ مَنْ خَالَفَکَ اَللّٰهُمَّ هٰذَا الدُّعَاءُ وَعَلَیْکَ الْاِجَابَةُ وَهٰذَا الْجَهْدُ وَعَلَیْکَ التُّکْلَانُ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ نُوْرًا فِیْ قَلْبِیْ وَنُوْرًا فِیْ قَبْرِیْ وَنُوْرًا مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُوْرًا مِنْ خَلْفِیْ وَنُوْرًا عَنْ یَمِیْنِیْ وَنُوْرًا عَنْ شِمَالِیْ وَنُوْرًا مِنْ فَوْقِیْ وَنُوْرًا مِنْ تَحْتِیْ وَنُوْرًا فِیْ سَمْعِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَصَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ شَعْرِیْ وَنُوْرًا فِیْ بَشَرِیْ وَنُوْرًا فِیْ لَحْمِیْ وَنُوْرًا فِیْ دَمِیْ وَنُوْرًا فِیْ عِظَامِیْ اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا وَ اَعْطِنِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا سُبْحَانَ الَّذِیْ تَعَطَّفَ الْعِزَّ وَقَالَ بِهٖ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ الْمَجْدَ وَتَکَرَّمَ سُبْحَانَ ذِی الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ."

''اے اللہ! میں تجھ سے دعا اور التجا کرتا ہوں تو محض اپنے فضل وکرم سے مجھ پر ایسی وسیع اور ہمہ گیر رحمت فرما جس سے میرا قلب تیری ہدایت سے بہرہ یاب ہو اور اپنے سارے معاملات میں مجھے تیری اس رحمت سے جمعیت نصیب ہو اور میری ظاہری و باطنی پراگندگی اور ابتری دور ہو اور مجھ سے تعلق رکھنے والی جو چیزیں میرے پاس نہیں دور اور غائب ہیں تیری رحمت سے ان کو صلاح وفلاح حاصل ہو اور جو میرے پاس حاضر وموجود ہیں ان کو تیری رحمت سے رفعت اور قدر افزائی نصیب ہو اور خود میرے اعمال کا تیری اس

رحمت سے تزکیہ ہو اور تیری طرف سے میرے قلب میں وہی ڈالا جائے جو میرے لئے صحیح اور مناسب ہو اور جس چیز سے مجھے رغبت اور الفت ہو وہ مجھے تیری اس رحمت سے عطا ہو اور ہر برائی سے تو میری حفاظت فرما۔ اے میرے اللہ! میرے دل کو وہ ایمان و یقین عطا فرما جس کے بعد کسی درجہ کا بھی کفر نہ ہو (یعنی کوئی بات بھی مجھ سے ایمان کے خلاف سرزد نہ ہو) اور مجھے اپنی اس رحمت سے نواز جس کے طفیل دنیا و آخرت میں مجھے عزت و شرف کا مقام حاصل ہو۔ اے اللہ! میں تجھ سے التجا کرتا ہوں قضا و قدر کے فیصلوں میں کامیابی کی اور تجھ سے مانگتا ہوں تیرے شہید بندوں والا اعزاز، اور تیرے نیک بخت بندوں والی زندگی اور دشمنوں کے مقابلے میں تیری حمایت اور مدد۔ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں اپنی حاجتیں لے کر حاضر ہوا ہوں، اگر چہ میری عقل ورائے کوتاہ اور میرا عمل اور جدوجہد ضعیف ہے۔ اے رحیم و کریم! میں تیری رحمت کا محتاج ہوں، پس اے سارے امور کا فیصلہ فرمانے والے اور قلوب کے روگ دور کر کے ان کو شفا بخشنے والے مالک و مولا! جس طرح تو اپنی قدرتِ کاملہ سے (ایک ساتھ بہنے والے) سمندروں کو ایک دوسرے سے جدا رکھتا ہے (کہ کھاری شیریں سے الگ رہتا ہے اور شیریں کھاری سے) اسی طرح تو مجھے آتش دوزخ سے اور اس عذاب سے جدا اور دور رکھ جس کو دیکھ کے آدمی موت کی دعا مانگے گا۔ اور اسی طرح مجھے عذاب قبر سے بچا۔ اے میرے اللہ! تو نے جس خیر اور نعمت کا اپنے کسی بندے کے لئے وعدہ فرمایا ہو، یا جو چیز اور نعمت تو کسی کو بغیر وعدے کے عطا فرمانے والا ہو اور میری عقل ورائے اس کے شعور اور اس کی طلب سے قاصر رہی ہو اور میری نیت بھی اس تک نہ پہنچی ہو اور میں نے تجھ سے اس کی استدعا بھی نہ کی ہو، تو اے میرے اللہ! تیری رحمت سے میں اُس کی بھی تجھ سے التجا کرتا ہوں، اور تیرے کرم کے بھروسے اُس کا طالب اور شائق ہوں، تو اپنے رحم و کرم سے وہ خیر و نعمت بھی مجھے عطا فرما۔ اے میرے وہ اللہ! جس کا رشتہ مضبوط و محکم ہے اور جس کا ہر حکم اور کام صحیح اور درست ہے، میں تجھ سے استدعا کرتا ہوں کہ ''یوم الوعید'' یعنی قیامت کے دن مجھے امن چین عطا فرما، اور ''یوم الخلود'' یعنی آخرت میں میرے لئے جنت کا فیصلہ فرما اپنے ان بندوں کے ساتھ جو تیرے مقرب اور تیری بارگاہ کے

حاضر باش ہیں اور رکوع وسجود یعنی نماز و عبادت میں مشغول رہنا جن کا وظیفۂ حیات ہے اور وفائے عہد جن کی خاص صفت ہے۔ اے میرے اللہ! تو بڑا مہربان اور بڑی عنایت و محبت فرمانے والا ہے اور "فعال لما یرید" تیری شان ہے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا کر دے کہ ہم دوسروں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنیں، اور خود ہدایت یاب ہوں۔ نہ خود گم کردۂ راہ ہوں اور نہ دوسروں کے لئے گمراہ کن۔ تیرے دوستوں سے ہماری صلح ہو، تیرے دشمنوں کے ہم دشمن ہوں، جو کوئی تجھ سے محبت رکھے ہم تیری اس محبت کی وجہ سے اُس سے محبت کریں اور جو تیرے خلاف چلے اور عداوت کی راہ اختیار کرے، تیری عداوت کی وجہ سے ہم بھی اس سے عداوت اور بغض رکھیں۔ اے اللہ! یہ میری دعا ہے، اور قبول فرمانا تیرے ذمہ ہے، اور یہ میری حقیر کوشش ہے، اور اعتماد و بھروسہ اپنی کوشش اور دعا پر نہیں بلکہ صرف تیرے کرم پر ہے۔ اے اللہ! میرے قلب میں نور پیدا فرما، اور میری قبر کو نورانی کر دے اور منور کر دے میرے آگے اور میرے پیچھے اور میرے دائیں اور میرے بائیں اور میرے اوپر اور میرے نیچے (یعنی میرے ہر طرف تیرا نور ہی نور ہو) اور اے اللہ! نور پیدا فرما میری شنوائی میں اور بینائی میں اور میرے بال بال اور روئیں روئیں میں اور میرے گوشت پوست میں اور میری رگوں میں دوڑنے والے خون میں اور میری ہڈیوں میں.........اے اللہ! میرے نور کو بڑھا اور مجھے نور عطا فرما، اور نور کو میرا اور میرے ساتھ کر دے۔ پاک ہے وہ پروردگار جس نے عزت وجلال کی چادر اوڑھ لی ہے اور مجد و کرم اس کا لباس وشعار ہے، پاک ہے وہ رب قدوس جس کے سوا کسی کو تسبیح سزاوار نہیں، پاک ہے بندوں پر فضل و انعام فرمانے والا، پاک ہے جس کی خاص صفت عظمت و کرم ہے، پاک ہے رب ذوالجلال والاکرام۔"

(جامع ترمذی)

تشریح......سبحان اللہ! کتنی بلند اور کس قدر جامع ہے یہ دعا، تنہا اسی ایک دعا سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے شؤن و صفات کی کتنی معرفت حاصل تھی، اور عبدیت جو بندے کا سب سے بڑا کمال ہے اس میں آپ کیا کیا مقام تھا، اور سید العالمین ﷺ اور محبوب رب العالمین ﷺ ہونے کے باوجود اپنے کو آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت

اور اس کے کرم کا کتنا محتاج سمجھتے تھے، اور بندگی و نیازمندی کی کس فقیرانہ شان کے ساتھ اس سے اپنی حاجتیں مانگتے تھے، نیز یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ دعا کے وقت آپ کے قلب مبارک کی کیا کیفیت ہوتی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے انسانی حاجتوں کا کتنا تفصیلی اور عمیق احساس آپ کو عطا فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جیسے رؤف اور رحیم و کریم ہیں اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ان دعاؤں کے ایک ایک فقرے پر اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں کیسا تلاطم اور دعا مانگنے والے پر کتنا پیار آتا ہوگا۔

بیشک حضور ﷺ کی دعائیں امت کے لئے آپ ﷺ کا عظیم ترین ورثہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس ورثہ کی قدر و قیمت سمجھیں اور اس سے پورا حصہ لینے کی کوشش کریں۔ (بحوالہ معارف الحدیث حصہ پنجم)

اشراق کی نماز پڑھنا

حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو شخص فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے، خیر کے علاوہ کوئی بات نہیں کرتا پھر دو رکعت اشراق کی نماز پڑھتا ہے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں چاہے وہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہی ہوں۔“ (ابوداؤد ۱/۱۸۲)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد بیٹھا ذکر خدا (یا تلاوت وغیرہ) کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اسے ایک حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ پورے حج اور عمرہ کا۔ (ترمذی شریف)

حضرت سہل ابن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جو شخص صبح کی نماز سے فارغ ہو کر اسی جگہ بیٹھا (ذکر و تلاوت و استغفار وغیرہ کچھ بھی

کرتا) رہے۔ پھر اشراق کی دو رکعتیں پڑھے اور اس درمیان زبان سے (کوئی دنیاوی بات نہ نکالے) تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

تشریح...... مطلب یہ ہے کہ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہاں سے بہتر یہ ہے کہ ہٹے نہیں۔ (اور اگر ہٹ جائے کوئی کام کرے تب بھی کوئی حرج نہیں) سورج نکلنے تک بیٹھا ذکر و تلاوت وغیرہ کرتے رہے۔ پھر ذرا سورج بلند ہو جائے تو دو رکعت اشراق کی پڑھ لے۔ تو مقبول حج اور عمرہ کا ثواب ملے گا، غریبوں کا یہ حج ہے۔ وقت نکال کر پڑھ لیا جائے۔ روزانہ نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دو مرتبہ پڑھ لیا جائے۔ یہ وقت بہت مقبولیت کا ہے۔ اگر گھریلو کام کی وجہ سے نماز کے بعد بیٹھنے کا موقع نہ ملے تو کام سے فارغ ہو کر پڑھ لیا کریں تاکہ یہ ثواب کل قیامت کے دن کام آئے۔ اور چار رکعت پڑھنے کی فضیلت یہ ہے کہ دن بھر کے کاموں کا خدائے پاک کفیل ہو جاتا ہے۔ جیسا وقت، موقع اور گنجائش دیکھیں پڑھ لیں، عادت بنا لیں گے تو آسانی ہو گی۔

❁❁❁❁❁❁

مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھنا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے حبیب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھتے تھے، اور حضور انور ﷺ نے فرمایا "جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعت پڑھے گا اس کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔" (رواہ الطبرانی والثلاثۃ کذا فی الترغیب جلد ا، صفحہ ۴۰۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص مغرب کے بعد چھ ۶ رکعات نفل پڑھے اور ان کے درمیان کوئی دنیاوی بات نہ کرے۔ تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ (ترمذی شریف)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو مغرب کے بعد چھ ۶ رکعات پڑھے گا اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے خواہ سمندر

کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (ترغیب)

تشریح......مغرب کے بعد جو چھ ۶ رکعات نفل پڑھی جاتی ہیں ان کو اوّابین کہتے ہیں۔ مغرب کی دو ۲ رکعت سنت کے بعد چھ ۶ رکعتیں ہیں۔ اگر موقعہ زیادہ نہ ہو ۲ رکعت سنت کے بعد چار ۴ رکعات پڑھنے پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔ خدا کے برگزیدہ بندوں اور بندیوں نے ان نمازوں کا بڑا اہتمام کیا ہے۔

چاشت کی دو رکعت نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو چاشت کی دو رکعت پڑھنے کا اہتمام کرتا ہے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔'' (ابن ماجہ، صفحہ ۹۸)

ظہر سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھ لیں تو اللہ تعالیٰ اس کے اس دن کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔'' (کنز العمال ۷/۳۷۵:۱۹۳۵۶)

عصر سے پہلے چار رکعت سنت پڑھنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میری امت مسلسل عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتی رہے گی حتی کہ وہ زمین پر اس حال میں چلے گی کہ یقیناً اس کی مغفرت کی جا چکی ہو گی۔'' (کنز العمال ۷/۳۸۴:۱۹۴۱۱)

صلوٰۃ التسبیح پڑھنا

حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں؟ ایک بخشش کروں؟ ایک چیز بتاؤں؟ تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں؟ جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ تمہارے سب گناہ پہلے پچھلے پرانے

اور نئے، غلطی سے کیے ہوئے اور جان بوجھ کر کیے ہوئے چھوٹے اور بڑے، چھپ کر کیے ہوئے اور کھلم کھلا کیے ہوئے سب ہی معاف فرمادے گا وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ التسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے کھڑے ہوئے "سبحان اللّٰہِ ولحمدُ لِلّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہُ اکبر" پندرہ مرتبہ پڑھو، پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو، پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر جب سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو، پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان ۷۵ ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں ۷۵ ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں ۷۵ دفعہ ہو گا۔ اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

(اخرجہ النسائی وابوداؤد، والدارقطنی وابن حبان والطبرانی والحاکم)

ابوداؤد نے الفاظِ حدیث یوں نقل کیے ہیں۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ مجھ سے حضور ﷺ نے فرمایا "کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کروں گا، ایک چیز دوں گا، ایک عطیہ کروں گا" وہ صحابی کہتے ہیں میں نے ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائیں گے (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا: "جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو۔" اسی طرح سے بتایا جو پہلی حدیث میں گزرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ "اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔" میں نے عرض کیا: اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں؟ ارشاد فرمایا کہ "جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔" (کذافی الترغیب جلد: ا صفحہ ۴۷۰)

حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر کو حبشہ بھیج دیا تھا جب وہ

وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضور ﷺ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا ''کیا میں تم کو ایک چیز نہ دوں؟ کیا میں تم کو ایک خوشخبری نہ سناؤں؟ کیا میں تم کو بخشش نہ کروں؟ کیا میں تم کو تحفہ نہ دوں؟'' انہوں نے عرض کیا ضرور۔ حضور ﷺ نے فرمایا'' چار رکعت نماز پڑھو'' پھراسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ ''**لا حول ولا قوۃ الا باللہِ العلی العظیم**'' بھی آیا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ سے اس نماز کا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ ''**سبحانک اللھم**'' پڑھنے کے بعد الحمد شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور پھر کوئی سورت پڑھے۔ سورت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے، پھر رکوع میں دس مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھ کر، پھر دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھے یہ ۷۵ ہوگئی (لہٰذا دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے۔ بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ صلاۃ التسبیح کی ترغیب دی گئی ہے اس کا عادی بننا مستحب ہے اس سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

یہ وہ نماز ہے جسے آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس ؓ کو نوازتے ہوئے فرمایا کیا تمہیں عطیہ کروں، ایک بخشش کروں، ایک چیز بتاؤں، تمہیں دس چیز کا مالک بناؤں، جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ، تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے نئے اور پرانے غلطی سے کیے ہوئے یا جان بوجھ کر کیے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کیے ہوئے یا کھلم کھلا کیے ہوئے سب ہی معاف فرمادیں گے۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو گے تو بھی تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ صلوٰۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے۔ جس کا اندازہ حدیث سے ہوسکتا ہے۔ علماء امت محدثین فقہاء صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے۔ مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ہر جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں۔

اوّل طریقہ

اوّل طریقہ یہ ہے کہ کھڑے ہوکر الحمد شریف اور سورۃ کے بعد پندرہ (۱۵) مرتبہ یہ چاروں کلمے **سُبحانَ اللہ. والحمدُللہ. ولَا اِلٰہَ الّا اللہ و اللہُ اَکبرُ**۔ پھر رکوع میں **سُبحانَ ربّیَ العظِیم** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہوکر **سمعَ اللہُ لِمَن حمِدَہٗ** کے بعد دس مرتبہ پڑھے پھر دونوں سجدوں میں **سُبحانَ ربّیَ ا الاَعلٰی** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے۔ پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر اللہ اکبر کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔

دوسرا طریقہ

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ (پہلی رکعت میں) **سبحانک اللّٰھم** کے بعد الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے۔ پھر سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ باقی سب طریقے بدستور (یعنی رکوع میں، اس سے اٹھنے میں، دونوں سجدوں میں، اور اس کے بیچ میں بیٹھنے پر، دس دس مرتبہ پڑھے البتہ اس صورت میں نہ دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ (چوتھی رکعت میں) التحیات کے ساتھ یعنی اس سے پہلے) پڑھنے کی۔ (فضائل ذکر)

اس نماز کو بہتر ہے کہ ہر جمعہ کو کسی وقت یا ماہ میں ایک مرتبہ یا شب برأت و شب قدر کے موقعہ پر ماہ مبارک کے اخیر عشرہ میں پڑھ لیا کرے۔ تا کہ اس کا عظیم ثواب کل قیامت میں پائے۔

مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہو گئے تو اللہ

تعالیٰ سے یہ تین دعائیں مانگیں:

(۱)........ایسا فیصلہ عطا فرما جو حکم الٰہی کے موافق ہو۔

(۲)........اے اللہ مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے سوا کسی اور کے لیے مناسب نہ ہو۔

(۳)........جو بھی بندہ اس مسجد میں صرف نماز پڑھنے کی غرض سے حاضر ہو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل جائے جس طرح ماں سے پیدائش کے دن تھا (یعنی کچھ بھی گناہ باقی نہ رہیں۔)'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' بہر حال پہلی دو دعائیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبول کر لی گئیں اور مجھے اللہ کی ذات عالی سے امید ہے کہ ان کی تیسری دعاء بھی قبول فرمالی گئی۔'' (النسائی فی کتاب المساجد)

جمعہ کے دن فجر کی نماز با جماعت پڑھنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جمعہ کے دن فجر کی نماز با جماعت پڑھنے سے کوئی نماز افضل نہیں ہے، اور میرا گمان یہ ہے کہ جو آدمی فجر کی نماز با جماعت پڑھے گا اس کی ضرور بالضرور مغفرت کر دی جائے گی۔''

(کنز العمال)

شب قدر میں خوب نماز پڑھنا اور رمضان میں روزے رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اور جو شخص رمضان المبارک کا روزہ رکھے ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے تو اس کے گذشتہ گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔'' (رواہ البخاری فی کتاب الایمان)

مغرب اور عشاء کے درمیان نماز پڑھنا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’مغرب اور عشاء کے درمیان نماز کو لازم پکڑو کیونکہ یہ دن بھر کے گناہوں اور بیہودگیوں کو صاف کر دے گی۔‘‘ (کنز العمال ۷/۳۸۷)

ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کے درمیان عبادت کرتے رہنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا’’ جو شخص ظہر اور عصر کے درمیان اور مغرب اور عشاء کے درمیان جاگتا رہا (یعنی عبادت کرتا رہا) اس کی مغفرت کر دی جائے گی اور (بروز قیامت) دو فرشتے اس کے لیے سفارش کریں گے۔‘‘ (اخرجہ ابوالشیخ وابن حبان)

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو بیدار کرنا اور تہجد پڑھنا

حضرت ابو ہریرہؓ وابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جب خاوند رات کو اپنی بیوی کو اٹھائے پھر دونوں تہجد پڑھیں تو ان دونوں کو بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والی عورتوں میں لکھ دیا جاتا ہے‘‘

(رواہ ابوداؤد)

اور طبرانی نے الفاظ حدیث یوں نقل کیے ہیں’’ جو آدمی رات کو بیدار ہو کر اپنی بیوی کو جگائے جس پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہو (اور غلبہ نیند کی وجہ سے اگر وہ نہ اٹھ سکی) تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا دے دیا، پھر دونوں اپنے گھر میں عبادت کے لیے کھڑے ہوئے اور رات کی ایک گھڑی اللہ عزوجل کا ذکر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔‘‘ (کنز العمال ۷/۷۹۳)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا’’ جس آدمی نے سجدہ کی حالت میں تین مرتبہ ’’رب اغفرلی‘‘ کہا، سجدے سے وہ سر اٹھا نہیں

پائے گا کہ اس کی مغفرت کردی جائے گی۔" (کنز العمال ۷/۴۶۵)

جمعہ کے دن دھیان سے خطبہ سننا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر جمعہ کی نماز کے لیے آتا ہے خوب دھیان سے خطبہ سنتا ہے اور خطبہ کے دوران خاموش رہتا ہے تو اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں......اور جس شخص نے کنکریوں کو ہاتھ لگایا یعنی دوران خطبہ ان سے کھیلتا رہا (یا چٹائی، کپڑے وغیرہ سے کھیلتا رہا) تو اس نے فضول کام کیا۔

(مسلم ۱/۲۸۳)

نماز کے بعد درج ذیل تسبیح پڑھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" جو شخص نماز کے بعد کہے "**سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ**" وہ شخص اس حال میں کھڑا ہوگا کہ اس کی مغفرت ہوچکی ہوگی۔" (فی الترغیب جلد ۲، صفحہ ۴۵۴)

جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر "سبحان اللہ العظیم وبحمدہ" سو مرتبہ کہنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :"جس شخص نے جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر "سبحان اللہ العظیم وبحمدہ" سو (۱۰۰) مرتبہ پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے ایک لاکھ گناہ معاف فرمادیں گے اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف فرمادیں گے۔" (رواہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ صفحہ ۱۶۴)

فجر کی نماز کے بعد سو مرتبہ "سبحان اللہ" اور سو مرتبہ "لا الہ الا اللہ" پڑھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" جس نے صبح کی نماز کے بعد سو (۱۰۰) مرتبہ سبحان اللہ اور سو (۱۰۰) مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا تو اس کے گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ

کے برابر ہوں۔'' (رواہ النسائی، کذافی کنز العمال ۱/۴۶۴)

ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ ''سبحان اللہ'' ۳۳ مرتبہ ''الحمد للہ'' ۳۳ مرتبہ ''اللہ اکبر'' پڑھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ اور الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ پڑھے یہ ۹۹ ہو گئے پھر ۱۰۰ کو پورا کرنے کے لیے کہے ''**لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر**'' تو اس کے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی خواہ اس کے گناہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔ (اخرجہ مسلم وغیرہ کنز العمال ۲/۱۲۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو، اور وہ دونوں بہت سہل ہیں یعنی آسان ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں (۱) تم میں سے کوئی آدمی ہر نماز کے بعد دس مرتبہ سبحان اللہ کہے اور دس مرتبہ الحمد للہ کہے اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہے یہ پڑھنے میں تو ۱۵۰ ہوئیں لیکن اعمال کے ترازو میں پندرہ سو (۱۵۰۰) ہوں گی۔ (۲) یہ سوتے وقت سبحان اللہ الحمد للہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے اور اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھے تو یہ پڑھنے میں سو (۱۰۰) مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔'' (اس لیے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے) پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اور تم میں سے کون شخص دن رات میں پچیس سو (۲۵۰۰) گناہ کرے گا؟

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ان تسبیحات کو اپنی انگلیوں پر شمار فرماتے تھے۔ راوی فرماتے ہیں کہ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''نماز کے بعد شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلاں ضرورت ہے، فلاں کام ہے، اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ ادھر ادھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے

جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔ (ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ وابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جب تم میں سے کوئی (سورۂ فاتحہ کے آخر میں) آمین کہتا ہے تو اسی وقت فرشتے آسمان پر آمین کہتے ہیں۔ اگر اس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ مل جاتی ہے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' (بخاری ۱/۱۰۸، مسلم ۱/۱۷۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جب امام (رکوع سے اٹھتے ہوئے) ''سمع الله لمن حمده'' کہے تو تم '' اللهم ربنا لك الحمد '' کہو۔ جس کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ مل جاتا ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' (مسلم شریف)

نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' کیا میں تمہیں ایسے عمل نہ بتلاؤں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتے ہیں اور درجے بلند فرماتے ہیں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتلایئے۔ ارشاد فرمایا'' ناگواری و مشقت کے باوجود کامل وضو کرنا۔ مساجد کی طرف کثرت سے قدم اٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا یہی حقیقی رباط (دشمنانِ دین کی نگرانی کرنا) ہے۔'' (مسلم شریف)

چوتھی فصل

روزے سے متعلق اعمال

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ’’جس بندہ نے رمضان کا روزہ رکھا اور اس کے حدود کی پہچان حاصل کی، جن امور کی رعایت ضروری ہے ان کی رعایت کی تو اس کے تمام گذشتہ گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی کذا فی الترغیب جلد ۲، صفحہ ۹۱ کنز العمال ۸/۲۸۱)

رمضان کی آخری رات میں تمام روزہ داروں کے گناہ معاف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:
’’میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں خصوصی طور پر دی گئی ہیں، جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں (۱) ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲) ان کے لیے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (۳) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے، پھر حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتا ہے: قریب ہے کہ میرے نیک بندے دنیا کی مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آئیں (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر لیے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف یہ غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں۔ (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔‘‘ صحابہؓ نے عرض کیا: یہ شب مغفرت شب قدر ہے؟ فرمایا ’’نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے۔‘‘ اور ابن حبان کی روایت میں مچھلیوں کے بجائے یہ ہے کہ فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا: ''میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں ملی ہیں (۱) جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ اپنے بندوں کو (نظر رحمت) سے دیکھتے ہیں اور جس کی طرف نظر رحمت سے دیکھتے ہیں اس کو کبھی عذاب نہ دیں گے (۲) ان کے منہ کی بدبوں شام کے وقت اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۳) ہر دن اور رات میں فرشتے ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں (۴) حق تعالیٰ شانہ جنت کو حکم دیتے ہیں کہ میرے بندوں کے لیے تیار اور آراستہ ہو جا قریب ہے کہ میرے بندے دنیا کی مشقت اور تھکن سے میرے گھر میں آرام پاویں (۵) جب آخری رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ تمام روزہ داروں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔'' ایک صحابی نے عرض کیا: یہ شب مغفرت شب قدر ہے؟ فرمایا ''نہیں، کیا تم نے مزدوروں کو نہیں دیکھا جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو جائیں تو ان کو پوری پوری مزدوری دے دی جاتی ہے۔''

(کذا فی الترغیب جلد ۲، صفحہ ۹۲، کنز العمال ج ۸)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا ''کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے۔ بہت مبارک مہینہ ہے اس میں ایک رات ہے (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام (یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے۔ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو وہ اس کے لیے گناہوں کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب ہوگا، اور روزہ دار کے ثواب کے مانند اس کو ثواب ملے گا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔'' صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کا افطار کرائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''(پیٹ بھر کھلانے پر

موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلادے اس پر بھی مرحمت فرمادیتا ہے۔ یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ کی رحمت ہے اور درمیانی حصہ اللہ کی مغفرت اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کردے اپنے غلام (خادم) کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہ اس کی مغفرت فرماتا ہے اور آگ سے آزاد فرماتا ہے، اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ کی رضا کے واسطے ہیں اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں۔ پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کو طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے تو حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائے گا جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔'' (ابن خزیمہ فی صحیحہ کذا فی الترغیب جلد۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان المبارک کا مہینہ میری امت کا مہینہ ہے، جب مسلمان نے روزہ رکھا نہ اس نے جھوٹ بولا اور نہ کسی کی غیبت کی اور حلال رزق سے افطار کیا، اندھیری رات میں فجر اور عشاء کی نماز میں جانے کی سعی کرتا رہا اور اپنے باقی فرائض کی حفاظت کرتا رہا تو اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے۔

(رواہ ابوالشیخ کذا فی الترغیب جلد۲، صفحہ ۱۰۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہیں خبر بھی ہے کیا چیز تم کو پیش آگئی؟ کس چیز کا تم استقبال کررہے ہو؟'' تین مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا وحی نازل ہوئی ہے؟ ارشاد فرمایا ''نہیں۔'' انہوں عرض کیا، کیا دشمن نے چڑھائی کردی؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''نہیں''۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا تو پھر کیا بات پیش آئی؟ حضور ﷺ نے فرمایا'' بیشک اللہ تعالیٰ ماہ رمضان میں پہلی شب میں اس قبلہ کے تمام لوگوں کی مغفرت فرمادیتے ہیں'' اور اپنے دست مبارک سے قبلہ کی طرف اشارہ فرمایا، آپ کے سامنے ایک شخص جھوم

رہا تھا اور واہ واہ کیے جا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے فلانے کیا تمہارا سینہ تنگ ہو گیا؟'' کہنے لگا نہیں، لیکن میں منافق کو یاد کر رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''منافق تو کافر ہی ہیں اور کافروں کے لیے اس فضیلت میں کوئی حصہ نہیں ہے''۔ (کنز العمال ۸/)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''جس نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور عید کے دن غسل کر کے عیدہ گاہ کی طرف گیا اور رمضان المبارک کو صدقہ الفطر پر ختم کیا تو عید گاہ سے اس حال میں لوٹے گا کہ اس کی مغفرت ہو چکی ہوگی۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط، کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں رہتا۔'' (کنز العمال ۸/۴۶۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ''جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پورے مہینہ ایک بھی دروازہ بند نہیں رہتا اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں تمام ماہ کوئی بھی دروازہ نہیں کھلتا اور سرکش شیاطین، قید کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر رات ایک منادی صبح تک پکارتا ہے اے خیر کے تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور بشارت حاصل کر اور اے برائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول، اس کے بعد فرشتہ کہتا ہے، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کی جائے، ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ حق تعالیٰ شانہ اس کی توبہ قبول فرمالیں۔ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کی جائے، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسکا سوال پورا کیا جائے۔'' (کنز العمال ۸/۴۷۰)

رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے رکھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد شوال میں چھ (نفل) روزے رکھے وہ

اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جس طرح اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا۔" (یعنی کوئی بھی گناہ باقی نہ رہے گا) (رواہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب جلد۲)

عرفہ کے دن روزہ رکھنا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عرفہ یعنی ۹ ر ذی الحجہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا "وہ (۹ ر ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) صفائی کردے گا، اس سے پہلے سال کی اور بعد کے سال کی" یعنی اس کی برکت سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کی گندگیاں دھل جائیں گی۔

(رواہ مسلم ورواہ ابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والترمذی)

ایک روایت میں الفاظِ حدیث یوں ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ (۹ ر ذی الحجہ کا روزہ) صفائی کردے گا اس سے پہلے سال کی اور بعد کے سال کی۔"

(کذا فی الترغیب جلد۲، صفحہ۱۱۱)

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ "جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا یعنی ۹ ر ذی الحجہ کے دن اسکی سال گذشتہ اور سال آئندہ کے گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی۔"

(رواہ ابن ماجہ کذا فی الترغیب جلد۲، صفحہ۱۱۲)

عاشورہ کا روزہ رکھنا

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عاشورہ کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "یہ گزشتہ سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا" (مسلم وغیرہ۔ اور ابن ماجہ کے ہاں الفاظ حدیث یوں ہیں:)

"یوم عاشورہ کے روزہ کے بارے میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ وہ صفائی کردے گا گزشتہ سال کے گناہوں کی۔" (مسلم ۱/۳۶۷۔ ابن ماجہ صفحہ۱۲۴)

ہر ماہ تین روزے رکھنا

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! نفل روزوں کے بارے میں بتائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ''جو استعداد رکھتا ہو ہر مہینہ تین روزے رکھ لیا کرے۔ کیوں کہ ہر دن کا روزہ دس خطاؤں کی بخشش کا ذریعہ ہے اور یہ گناہوں سے ایسا صاف ستھرا کر دیتا ہے جیسے پانی کپڑے کو''

(رواہ الطبرانی فی الکبیر کذافی الترغیب جلد۲)

بدھ، جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے بدھ، جمعرات اور جمعہ کے دن روزہ رکھا۔ پھر جمعہ کے دن صدقہ کیا خواہ قلیل مقدار میں یا کثیر مقدار میں تو اس کے تمام گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی حتی کہ وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کہ وہ اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا۔'' (یعنی کوئی بھی گناہ باقی نہیں رہے گا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۲/۳۴۷)

رمضان میں تراویح کا اہتمام کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جو رمضان کی رات میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر وانعام کے شوق میں نماز پڑھتا ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' (بخاری ج۱)

محترم قارئین! آپ نے روزے کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں اب کچھ وضاحت کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان احادیث کے بعد ذیل میں روزے کے بارے میں تفصیلی وضاحت پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمایئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

روزہ کی اہمیت اور اس کی ضروری وضاحت

حضرت سہل بن ساعدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جنت میں ایک دروازہ ہے، اس کا نام ''الریان'' ہے قیامت کے روز اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے، ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی دوسرا نہ داخل ہو سکے گا آواز لگائی جائے گی: روزہ دار کہاں ہیں؟ سب روزہ دار تیار ہو جائیں گے، ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی داخل نہ ہو گا۔ جب وہ داخل ہو جائیں گے تو اسے بند کر دیا جائے گا۔ (ان کے بعد) اس میں سے کوئی داخل نہ ہو گا۔'' (بحوالہ بخاری و مسلم)

تشریح...... یاد رکھیے کہ حضرت نبی اکرم ﷺ نے جن عبادات کو اسلام کا ستون قرار دیا ہے، ان میں سے ایک صوم یعنی روزہ بھی ہے، روزے اللہ تعالیٰ نے جس طرح امت محمدیہ پر فرض کیے، اسی طرح امم سابقہ پر بھی فرض کئے تھے حضرت موسیٰؑ کو جب تورات ملنے کا ربانی فیصلہ ہوا، تو انہیں حکم دیا گیا کہ کوہ طور پر چلے جاؤ اور وہاں لوگوں سے علیحدہ ہو کر روزہ اور عبادت میں مشغول رہو، حضرت موسیٰؑ نے اسی حالت میں چالیس دن پہاڑ پر گزارے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کے آغاز سے پہلے چالیس دن تک روزہ رکھا، اور زمانۂ نبوت سے قبل آنحضرت ﷺ مکہ کے قریب ایک غار تشریف لے جاتے تھے، وہاں آپ ﷺ روزہ رکھتے اور تنہائی میں رب کی عبادت کرتے تھے بیشک روزہ انسانی شہوات کو توڑتا ہے اور اسے ملکوتی صفات کا خوگر بناتا ہے۔

قرآن وسنت کے دلائل میں روزے کا مقصد واضح بیان کیا گیا ہے، روزے کا مقصد یہ ہے کہ انسان خدا ترس بن جائے، خدا تعالیٰ کے سامنے سپر ڈالنے والا بن جائے، وہ آلودگیوں سے بچ جائے نافرمانی اور عصیان سے محفوظ ہو جائے، اس میں تقویٰ کا جوہر پیدا ہو جائے، اس کا قلب و دماغ نیکیوں کی طرف مائل ہو جائے، بدیوں اور برائیوں سے نفرت کرنے لگے، قبول حق کا شوق پیدا ہو اور باطل سے دور رہے، حق تعالیٰ نے جہاں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا اعلان فرمایا وہاں ان کی فرضیت کا مقصد بھی بتایا۔

"یاایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون" "اے اہل ایمان: تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں۔ جیسا کہ تم سے قبل فرض کر دیئے گئے تھے تا کہ تم متقی بنو"۔ (بقرہ ۱۸۳)

اس مقام پر واضح طور پر "تتقون" کا لفظ بتا رہا ہے، کہ اللہ تعالیٰ انسان کو متقی بنانا چاہتا ہے، اور تقویٰ کا معنیٰ حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ گنجان جنگل ہو، اس کی جھاڑیاں ہوں، انسان جب وہاں سے چلتا ہے تو عقل کہے گی اپنے کپڑے سمیٹ سمیٹ کر چلے، ان میں اپنے کو آلودہ نہ کرے اسی طرح انسان گناہوں میں اپنے آپ کو آلودہ نہ کرے اور گناہوں میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول نہ لی جائے۔

روزہ ڈھال ہے...... ڈھال انسان کو کسی وار سے بچاتی ہے، تو روزہ ایسی ڈھال ہے جو انسان کو دنیا میں گناہوں اور آلودگیوں سے محفوظ رکھتی ہے، اور آخرت میں آتش دوزخ سے بچاتی ہے روزہ دار حالت روزہ میں اپنے آپ کو گناہوں سے، بے ہودگیوں سے اور ہر قسم کے گناہوں سے بچانے کی پوری کوشش کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا: کہ

"جب تم میں سے کوئی روزہ کی حالت میں ہو، اسے چاہیے کہ نہ وہ بد کلامی کرے، نہ شور مچائے، اور اگر اسے کوئی سب وشتم کرے، یا بحث وجدال کرے، تو یہ کہے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں (یعنی اپنے دل میں خیال کرے)۔

(بحوالہ مسلم شریف)

سب وشتم سے بچنا، لڑائی جھگڑے سے دور رہنا، بدکلامی نہ کرنا، حسن اخلاق سے پیش آنا، صلح آشتی سے رہنا، میٹھے بول اور شیریں گفتگو کرنا ہر مسلمان کا زیور) ہے۔ حضرت رحمت دو عالم ﷺ کی تعلیمات حسنہ اور آپ ﷺ کی با کمال اور بے مثال زندگی مسلمان کے لیے اسوۂ کامل ہے، آپ بددعائیں دینے والوں کو دعائیں، بد اخلاقوں سے اخلاقی برتاؤ، پتھر مارنے والوں سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے، یہ ایک مومن کی شان ہے،

صرف رمضان میں نہیں، صرف حالت روزہ میں نہیں بلکہ ہر وقت ہونی چاہیئے، لیکن پیغمبر اسلام ﷺ جو ترتیب فرما رہے ہیں، وہ اسی قرآنی لفظ کی مکمل روشنی فراہم کر رہی ہے، جس میں روزوں کی فرضیت کا مقصد متقی بننا ہے، لڑائی، جھگڑا، گالم گلوچ، سب وشتم اور بدگوئی یہ ساری چیزیں تقویٰ کے منافی ہیں۔

روزہ دار متقی کیوں نہ بنے؟ روزہ دار کو متقی کیوں نہ کہا جائے؟ جبکہ وہ صبح سے شام تک اللہ کی خوشنودی کی خاطر زبان خشک کیے ہوئے ہے، اس کے ہونٹوں پر خشکی کے اثرات نمودار ہیں، دنیا کی ہر چیز جو روزمرہ کی زندگی میں دستیاب ہے اس کے پاس موجود ہے، مگر اس کا ہاتھ اس کی طرف نہیں لپکتا ہے، یہ نہیں کہ کسی کے سامنے ایسا نہیں کرتا، بلکہ پیچھے بھی وہ ایسی ہمت اور جرأت نہیں کرتا، اس لیے کہ وہ اپنے خالق کی رضا اور خوشنودی کا طالب ہے، باقی عبادت میں ریا کا شائبہ ہوسکتا ہے دکھلاوے کا اندیشہ ممکن ہے، مگر روزہ ایسی عبادت ہے، جس میں ریا کا تصور بھی ناممکن ہے، یہاں عابد اور معبود کا مخلوق اور خالق کا، محکوم اور حاکم کا، خفیہ رابطہ ہوتا ہے جس سے دوسرا کوئی بھی آگاہ نہیں ہوسکتا، نبی اکرم ﷺ نے اس رابطہ کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ:۔"**لیس فی الصیام ریاء**" روزے میں دکھلاوہ نہیں ہوا کرتا۔ (بحوالہ فتح الباری)

انسان بھوکا ہے، کسی کو معلوم نہیں، اسے پیاس ستا رہی ہے کسی کو اندازہ نہیں اس نے اذان صبح کے بعد کچھ کھایا ہے کسی کو علم نہیں ہے، جب معاملہ یہاں تک ہے کہ بندہ محض اور محض اپنے آقا و مولیٰ کو خوش کرنے کے لیے، اس کو راضی کرنے کے لیئے اس کے حکم کا غلام بنا ہوا ہے، تو یہ تقویٰ ہی ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اس دنیا میں جہاں ایک طرف وہ لوگ ہیں جو روزہ رکھتے ہیں، اس کے مقاصد سے آگاہ ہیں، اس کی اہمیت سے واقف ہیں، اس کے تقاضوں کو سمجھتے ہیں، اور ان کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی زبانیں حمد وثناء رب جلیل سے تکبیر وتہلیل سے، ذکر و اذکار سے، تلاوت قرآن سے، حلاوت درود سے تر ہوتی ہیں، زبانوں سے سوائے خیر و بھلائی کے کچھ نہیں نکالتے، وہاں ایسے روزہ دار بھی ہیں جو روزہ کی اہمیت، اس کے مقصد

اس تقاضے سے ہی آشنا نہیں ہوتے، زبان سے بد گوئی، کانوں سے غیبت کی شنوائی، آنکھوں سے ایسی چیزوں کو دیکھ رہے ہیں جن کو دیکھنا ممنوع قرار دیا گیا ہے، ایسے بدقسمت روزہ داروں کو سوائے بھوک اور پیاس برداشت کرنے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، اسی لیے کہ انہوں نے روزے کو محض کھانے پینے سے رکنا اور باز رہنا ہی سمجھ رکھا ہے، حالانکہ مقصد تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل کرنا ہے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔" **کم من صائم لیس له من صیامه الا الظماء**' کتنے ہی روزدار ایسے ہیں جنہیں پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

روزے کا ایک مقصد یہ بھی ہے، کہ انسان کذب بیانی اور دروغ گوئی سے باز رہے، جھوٹ موٹ اور ملمع سازی سے بچا رہے، حق وصداقت کے دامن کے ساتھ چمٹ جائے، جو شخص جھوٹ و کذب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے، اور پھر یہ بھی کہے کہ وہ حالت روزہ میں ہے، ایسے شخص کو سوائے بھوک اور پیاس برداشت کرنے کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے روزہ یہ نہیں کہ بس کھانا چھوڑ دیا، پینا چھوڑ دیا، اور دیگر اجنبی ملاپ چھوڑ دیا، روزہ انسانی زندگی میں ایک ایسا انقلاب برپا کرتا ہے جس سے انسان واقعی انسان بن جاتا ہے، اس کو ان تمام کاموں سے نفرت ہونے لگتی ہے، جو منشاء خداوندی کے خلاف ہوتے ہیں، اور جو شخص ان کاموں سے دل لگائے جو حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہیں تو یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ وہ شخص بدنصیب ہے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا ترک نہیں کیا اور جھوٹ پر عمل کرنا ترک نہ کیا، وہ جان لے کہ اللہ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ وہ محض اپنا کھانا پینا ترک کردے'' (بحوالہ بخاری شریف)

روزہ گناہوں سے پاک کرنے کا عظیم ذریعہ

حق تعالیٰ کے نزدیک روزہ کی بڑی اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس ماہِ مقدس میں روزے فرض کیئے گئے ہیں اسی میں حق تعالیٰ نے اپنا آخری پیغام اتارا، اپنی آخری کتاب نازل کی، جو قیامت کی صبح تک پیغام رشد وہدایت بنی رہے گی

اور جس میں بے حساب وشمار برکتوں والی رات "ليلة القدر" ہوتی ہے، اور ایسا مہینہ جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیاطین پابند سلاسل کر دیئے جاتے ہیں، جنت کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا، دوزخ کا کوئی دروازہ کھولا نہیں جاتا، جنت کے لیے اللہ کا منادی پکارتا ہے اے خیر و نیکی کے طالب قدم بڑھا کے آ، اور اے برائی اور بدکرداری کے شائق رک جا آگے نہ آ، اور اس ماہ میں اللہ تعالیٰ بہت سے جہنمیوں کو جہنم سے رہائی دیکر جنت میں داخل کر دیتے ہیں، ایسے مبارک مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیا گیا۔

روزہ کی اہمیت اور قدر و قیمت بیان کرتے ہوئے کائنات کے عظیم انسان یوں گویا ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کے ہر کام کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ الصوم لي و أنا أجزي به روزہ بندہ کی طرف سے میرے لیے (ایک تحفہ) ہے، اور میں ہی اس کا اجر و ثواب دوں گا، میرا بندہ میرے لیے اپنی خواہشِ نفس چھوڑ دیتا ہے، اپنا کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں، ایک بوقت افطار، اور ایک اپنے رب سے ملاقات کے وقت، اور قسم ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی بہتر ہے۔ (بحوالہ بخاری ومسلم)

حضرت ابوامامہؓ حضور ﷺ سے عرض کرنے لگے، مجھے کسی عمل کا حکم فرمائیے؟

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عليك باالصوم فانه لا مثل له"

روزہ رکھا کرو، اس کی مثل کوئی بھی عمل نہیں ہے۔ (بحوالہ نسائی شریف)

آنحضرت ﷺ نے مزید اہمیت اجاگر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "جو لوگ رمضان کے روزے ایمان واحتساب کے ساتھ رکھیں گے، ان کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے" (بحوالہ بخاری شریف)

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ اور قرآن دونوں اس بندہ کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا، اے میرے پروردگار: میں نے اسے کھانے پینے اور خواہش نفس پوری کرنے سے باز رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے لیے قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا، میں نے اسے

رات کو سونے اور آرام کرنے سے باز رکھا تھا، اے پروردگار آج میری سفارش اس کے لیے قبول فرما، چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائے گی۔ (بحوالہ بیہقی)

آنحضرت ﷺ نے روزہ کی اہمیت بیان کی، کہ جو شخص کسی مرض اور سفر کی شرعی رخصت کے بغیر رمضان کا روزہ چھوڑ دے گا، تو عمر بھر اس کے بدلے میں روزہ رکھتا رہے، تو اس کے برابر نہیں ہو سکتے۔ (بحوالہ مسند احمد)

لیکن روزے کا یہ عظیم مقصد اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب روزہ پورے احساس و شعور کے ساتھ رکھا جائے اور ان تمام مکروہات سے اس کی حفاظت کی جائے جن کے اثر سے روزہ بے جان ہو جاتا ہے۔ حقیقی روزہ دراصل وہی ہے جس میں آدمی قلب و روح اور ان کی ساری صلاحیتوں کو خدا کی نافرمانی سے بچائے اور نفس کی ہر بری خواہش کو روندھ ڈالے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جب تو روزہ رکھے تو لازم ہے کہ تو اپنے کانوں، اپنی آنکھوں، اپنی زبان، اپنے ہاتھ اور اپنے سارے اعضائے جسم کو خدا کی ناپسندیدہ باتوں سے روک رکھے''۔ (بحوالہ کشف المحجوب)

اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بولنے اور جھوٹ پر عمل کرنے سے باز نہ رہا تو خدا کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔''

(بحوالہ صحیح بخاری)

اور آپ نے متنبہ فرمایا: ''کتنے ہی روزے دار ایسے ہوتے ہیں کہ روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا ان کے پلّے کچھ نہیں پڑتا۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''آدمی کے ہر عمل خیر کا اجر دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ مگر خدا کا ارشاد ہے کہ روزہ کا معاملہ اور ہے، وہ تو خالص میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کا اجر دوں گا۔ بندہ میری ہی خاطر اپنی خواہشات اور اپنا کھانا پینا چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو مسرتیں ہیں۔ ایک افطار کے وقت (جب وہ اس جذبے سے سرشار ہو کر خدا کی نعمتوں سے لذت اندوز ہوتا ہے کہ خدا نے اس کو ایک فریضہ

پورا کرنے کی توفیق بخشی)۔ دوسری مسرت اپنے پروردگار سے ملنے کے وقت (جب وہ خدا کے حضور باریابی پائے گا اور اس کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو روشن کرے گا۔) اور روزے دار کے منہ کی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ (گناہوں سے بچنے کی) ڈھال ہے۔ اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو وہ بے حیائی کی باتوں اور شور وہنگامے سے دور رہے اور اگر کوئی گالی گلوچ کرنے لگے یا لڑنے جھگڑنے پر اُتر آئے تو اس کو سوچنا چاہیے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (بھلا میرے لیے لڑنے جھگڑنے کی کیا گنجائش؟)

(بحوالہ بخاری، مسلم)

نیز ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے ایمانی شعور اور احتساب کے ساتھ روزے رکھے اس کے وہ سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے''۔ (بحوالہ بخاری، مسلم)

ایمانی شعور کے ساتھ روزہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ خدا کے وجود پر یقین ہو، اس کے وعدوں پر یقین ہو اور یہ یقین ہو کہ عمل کا اجر لازماً آخرت میں ملے گا اور خدا ہی اپنے علم وحکمت اور عدل وکرم کی بنیاد پر اجر دے گا۔ یہاں احتساب کے معنی یہ ہیں کہ خدا کی رضا اور اجرِ آخرت ہی کے لیے روزہ رکھا جائے۔ نیز ان تمام چیزوں سے روزے کی حفاظت کی جائے جو خدا کو ناپسندیدہ ہیں اور جن سے خدا نے منع فرمایا ہے۔

نفلی روزے

شریعت مطہرّہ نے انسان کی تربیت اور روحانی اصلاح اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرب بننے کے لیے جس طرح دیگر عبادات کی تلقین کی اسی طرح نفلی روزے رکھنے کا بھی حکم دیا، آپ ﷺ بھی ان کی ہدایت فرماتے مگر اس کا پورا خیال رکھتے تھے، کہ لوگ مقررہ حدود سے تجاوز نہ ہونے پائیں، کہیں نوافل کو فرائض کا درجہ نہ دے دیں۔ حضور ﷺ نے اس انداز میں ترغیب فرمائی، کہ دیکھو ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ رکھنا ہے، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لکل شیء زکوٰۃ الجسد الصوم'' آنحضرت ﷺ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں کبھی روزے رکھتے اور کبھی نہیں بھی

رکھتے تھے، شعبان میں کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے۔ (بحوالہ ابن ماجہ)

شوال کے چھ روزے

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”من صام رمضان ثم اتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر“

جس نے رمضان کے روزے رکھے، اس کے بعد ماہِ شوال کے چھ روزے رکھے، تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کی طرح ہوگا۔ (بحوالہ مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ کے روزے

رسول اللہ ﷺ کے نفلی روزوں کے بارہ میں ام المومنین حضرت حفصہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ چار چیزیں وہ ہیں، جن کو رسول اللہ ﷺ کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

(۱) عاشورہ کا روزہ۔

(۲) ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے نویں ذی الحجہ تک کے روزے۔

(۳) ہر مہینہ کے تین روزے۔

(۴) اور قبل فجر کی دو رکعتیں۔ (بحوالہ نسائی شریف)

❁❁❁❁❁❁

پانچویں فصل

حج سے متعلق اعمال

حضرت انس سے روایت ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی لطف وکرم کے ساتھ اہل عرفات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنے بندوں کے ذریعہ ملائکہ پر فخر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں ''اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو دیکھو کہ پراگندہ بال غبار آلود جسم لے کر دور دراز کی راہ طے کر کے میرے دربار میں پہنچے ہیں۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی دعاؤں کو قبول کر لیا اور ان کی رغبت وخواہش کا میں سفارشی بن گیا ان کے بدکاروں کو ان کے محسنین (نیکوکاروں) کی وجہ سے معاف کر دیا ان کے نیک لوگوں نے جو کچھ مانگا وہ میں نے دے دیا سوائے تاوان اور ڈنڈ کے جو ان کے درمیان ہیں، پھر جب لوگ عرفات سے لوٹے تو سب لپک کر چلے یہاں تک کہ مزدلفہ میں آ کر ٹھہرے، پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو دیکھو دوبارہ مجھ سے درخواست کرتے ہیں، میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کی دعاؤں کو قبول فرما لیا، اور ان کی رغبت وخواہش کا سفارشی بن گیا، اور ان کے بدکاروں کو ان کے نیکوکاروں کی وجہ سے معاف کر دیا اور ان کے نیک لوگوں نے جو کچھ مانگا وہ میں نے ان کو دیا، اور ان کے تاوان اور ڈنڈ جوان کے درمیان تھے اس کا میں کفیل یعنی ذمہ دار بن گیا۔''

(عن انس کذا فی الترغیب جلد۲، صفحہ۲۰۲)

جس نے اچھی طرح حج کیا اس کے سارے گناہ معاف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ ''جس نے اس طرح حج کیا کہ اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر

واپس ہوگا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔''

(بخاری ۱/۲۰۶ باب فضل الحج المبرور و مسلم ۱/۴۳۶)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''جو اللہ کی رضا کے لیے حج کرنے کے لیے نکلا تو حق تعالیٰ شانہ اس کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں اور جن کے حق میں وہ دعا کرتا ہے اس کی سفارش قبول فرماتے ہیں۔'' (اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ، حلیۃ الاولیاء ۷/۲۳۵)

حضرت ابی شماسہ مہریؒ سے روایت ہے کہ ہم حضرت عمرو بن العاصؓ کے پاس ان کے آخری وقت میں حاضر ہوئے وہ زار و قطار رو رہے تھے (اور دیوار کی طرف اپنا رخ کیے ہوئے تھے، ان کے صاحبزادے انہیں سمجھانے لگے کہ ابا جان! حضور ﷺ نے تو آپ کو بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے دیوار کی طرف سے اپنا رخ بدلا اور فرمایا بھئی سب سے افضل چیز جو ہم نے آخرت کے لیے تیار کی ہے وہ توحید اور رسالت کی شہادت ہے میری زندگی کے تین دور گزرے ہیں۔ ایک دور تو وہ تھا جب کہ آپ ﷺ سے بغض رکھنے والا مجھ سے زیادہ کوئی اور شخص نہ تھا اور جب کہ میری سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح آپ پر میرا قابو چل جائے تو میں آپ کو مار ڈالوں یہ تو میری زندگی کا سب سے بدتر دور تھا اگر خدانخواستہ اسی حال پر مر جاتا تو یقیناً دوزخی ہوتا اس کے بعد جب اللہ نے میرے دل میں اسلام کی حقانیت ڈالی تو میں آپ کے پاس آیا اور میں نے کہا لائیے ہاتھ بڑھا دیئے، میں آپ سے بیعت کرتا ہوں آپ نے ہاتھ بڑھا دیا، میں نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمرو! یہ کیا؟ میں نے عرض کیا میں کچھ شرط لگانا چاہتا ہوں، فرمایا کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے کہا یہ کہ میرے سب گناہوں کی مغفرت ہو جائے۔ آپ نے فرمایا: ''اے عمرو! کیا تمہیں خبر نہیں ہے کہ اسلام تو کفر کی زندگی کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت بھی پہلے تمام گناہوں کو صاف کر دیتی ہے اور حج بھی پہلے سب گناہ ختم کر دیتا ہے۔ (رواہ ابن خزیمہ و رواہ مسلم وغیرہ کذا فی الترغیب جلد ۲، صفحہ ۳۱۳ صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''پے درپے حج اور عمرہ کیا کرو، کیونکہ حج اور عمرہ دونوں فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح لوہار اور سنار کی بھٹی لوہے اور سونے چاندی کا میل کچیل دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا صلہ اور ثواب تو بس جنت ہی ہے۔''

(ترمذی باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرۃ ۱/۱۰۰)

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا حاجی کا اونٹ پاؤں نہیں اٹھاتا اور اپنا ہاتھ نہیں رکھتا مگر اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ایک نیکی لکھتے ہیں یا ایک گناہ معاف فرماتے ہیں یا اس کی وجہ سے ایک درجہ بلند فرماتے ہیں۔

(کنز العمال ۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''جو آدمی بیت الحرام کی نیت سے چلا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو گیا پس اونٹ اپنے پاؤں کو نہیں اٹھاتا اور نہیں رکھتا مگر اللہ جل شانہ ایک نیکی لکھتے ہیں ایک خطا معاف فرماتے ہیں اور ایک درجہ بلند فرماتے ہیں (یعنی سوار کا) حتیٰ کہ جب وہ بیت اللہ تک پہنچ جائے اور بیت اللہ کا طواف کر لے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے پھر بال منڈوائے یا چھوٹے کرے تو گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جس طرح اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا پس چاہیے کہ وہ ازسرنو عمل کرے'' (رواہ البیہقی کذا فی الترغیب جلد ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں اگر وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں تو وہ ان کی دعا قبول فرمائے اور اگر وہ اس سے مغفرت مانگیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔''

(رواہ النسائی وابن خزیمہ وابن حبان، کذا فی الترغیب جلد ۲)

حاجی کا کسی کے لیے مغفرت کی دعا کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' حاجی کی اور جس کے لیے حاجی بخشش کی درخواست کرتا ہے اس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما

دیتے ہیں۔"

اور ایک روایت میں یوں ہے:

"اے اللہ! حاجی کی اور جس کے لیے حاجی مغفرت کی درخواست کرے اس کی مغفرت فرمادے۔" (کنز العمال)

حاجی کا احرام باندھ کر تلبیہ پڑھنا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "نہیں جاتا کوئی مسلمان بندہ اللہ کے راستہ میں یا کوئی حاجی لا الہ الا اللہ پڑھتے ہوئے یا لبیک پڑھتے ہوئے مگر سورج اس کے گناہوں کو لے کر ڈوب جائے گا اور وہ گناہوں سے نکل جائے گا۔" (کنز العمال عن الخطیب والدیلمی ۵/۱۸: ۱۱۸۲۴)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جس آدمی نے صبح کی اس حالت میں کہ وہ احرام کی حالت میں تھا اور وہ لبیک کہہ رہا تھا حتی کہ سورج غروب ہو گیا تو سورج اس کے گناہوں کو لے کر غروب ہو گا اور اپنے گناہوں سے ایسا لوٹے گا جیسا کہ اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا۔

(مسند احمد ۳/۳۷۳: ۱۵۰۵۰، ابن ماجہ)

عرفہ کے دن تمام حاجیوں کے گناہ معاف

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ثقفی کی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب تو نکلا اپنے گھر سے اور بیت اللہ کا قصد کر رہا ہے تو نہیں رکھتی تیری اونٹنی اپنا پاؤں اور نہ وہ اٹھاتی ہے مگر اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تیرے لیے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور تیری ایک خطا معاف کر دیتے ہیں اور بہر حال طواف کے بعد تیری دو رکعت کا ثواب ایسا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ایک غلام کا آزاد کرنا اور صفا اور مروہ کے درمیان تیری سعی کرنے کا ثواب ایسا ہے دنیا کے ستر غلام آزاد کرنے کا، عرفہ کی رات تمہارا وقوف پس اللہ رب العزت آسمان دنیا کی طرف اپنی خاص تجلی اور رحمت کے ساتھ متوجہ

ہوتے ہیں، پھر تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں میرے بندے میرے پاس آئے ہیں بکھرے ہوئے پراگندہ بال لے کر دور دراز کی راہ طے کر کے امید رکھتے ہیں میری جنت کی (پھر بندوں سے ارشاد ہوتا ہے، میرے بندو) اگر تمہارے گناہ ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کی تعداد میں ہوں یا سمندر کے جھاگ کی طرح ہوں، بلاشبہ میں نے ان کی مغفرت کر دی پھر واپس آجاؤ اے میرے بندو (یعنی طواف کی طرف) تمہاری مغفرت کی جا چکی ہے اور ان کی بھی جن کی تم نے سفارش کی اور بہر حال تمہارا پتھروں کو کنکریاں مارنا تو ہر کنکری کے بدلے جو تم نے ماری ایک کبیرہ گناہ کی مغفرت کر دی جائے گی کبیرہ بھی وہ جو مہلکات میں سے تھا اور بہر حال تمہارا قربانی کرنا تمہارے رب کے پاس ذخیرہ کر لی جاتی ہے رہا سر کو مونڈنا تو ہر بال کے بدلے جس کو تم نے مونڈا ہے ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک خطا معاف کی جائے گی۔ ان تمام کے بعد پھر بیت اللہ کا طواف کرنا، بلاشبہ تو اس حال میں طواف کر رہا ہے کہ تجھ پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں، پھر ایک فرشتہ آتا ہے اور اپنے دونوں ہاتھ تیرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ کر کہتا ہے، مستقبل کے لیے از سر نو عمل کر تیرے ماضی کے گناہوں کی تو اللہ مغفرت فرما چکا۔ (کنزالعمال)

حج یا عمرہ کرنے والے کا راستہ میں مرنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو مکہ مکرمہ کے راستے میں جاتے یا آتے ہوئے مر گیا نہ اس کی عدالت میں پیشی ہے اور نہ حساب لیا جائے گا اور اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔''

(رواہ الاصبہانی کذا فی الترغیب جلد۲)

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس نے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کی طرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا اس کے پچھلے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔'' اور ایک روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ اس کے

لیے جنت واجب ہو جائے گی۔ (ابوداؤد باب المواقیت ۱/۲۴۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جو شخص بیت المقدس سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے اس کے گناہ بخشش دیئے جائیں گے۔''

(ابن ماجہ صفحہ ۲۱۵)

مناسک حج پورے کرنا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے مسلمان کو محفوظ رکھنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جس نے مناسک حج پورے کیے اور اس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے یعنی حج کے بعد تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے اگلے گناہوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔''

(رواہ ابو یعلی و کنز العمال)

جس نے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں تو اس کے اگلے اور پچھلے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی اور قیامت کے دن ایمان والوں کے ساتھ اس کو اٹھایا جائے گا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جس نے بیت اللہ کے پچاس مرتبہ طواف کئے وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جس طرح اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا۔'' (اخرجہ الترمذی کذا فی الترغیب جلد ۲، صفحہ ۱۹۲)

طواف کرنے والے کے ہر قدم پر ایک گناہ معاف

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جس نے اللہ کے اس گھر کا سات بار طواف کیا وہ نہ کوئی قدم اٹھاتا ہے نہ رکھتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھتے ہیں اور ایک گناہ اس سے مٹاتے ہیں اور اس کے لیے ایک درجہ بلند فرماتے ہیں، اور راوی کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے بیت اللہ کا سات بار طواف کیا اور اہتمام وفکر کے ساتھ کیا (یعنی سنن و آداب کی رعایت کے ساتھ) تو اس کا یہ عمل ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔'' (کنز العمال ج ۵)

حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کا استلام کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حجرِ اسود اور رکنِ یمانی کا استلام خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔'' امام ترمذی کے یہاں الفاظ حدیث یوں ہیں کہ ''حجرِ اسود اور رکنِ یمانی گناہوں کے کفارے کا ذریعہ ہے (بندہ طواف کرتے ہوئے جب ایک قدم رکھے گا اور دوسرا اٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر قدم کے بدلے ایک گناہ معاف کرے گا اور ایک نیکی کا ثواب اس کے لیے لکھا جائے گا۔)

(کنز العمال)

بیت اللہ میں داخل ہونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بیت اللہ شریف میں داخل ہو گیا وہ نیکی کی کان میں داخل ہو گیا اور گناہ سے بخشا بخشایا نکل آیا۔'' (کنز العمال ۱۲/۱۹۷)

عرفہ کے دن بڑے بڑے گناہ معاف

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غزوہ بدر کا دن تو مستثنیٰ ہے (اس کو چھوڑ کر) شیطان کسی بھی دن اتنا ذلیل، اتنا خوار، اتنا دھتکارا اور پھٹکارا اور اتنا جلا بھنا نہیں دیکھا گیا جتنا وہ عرفہ کے دن ذلیل و خوار، روسیاہ اور جلا بھنا دیکھا جاتا ہے اور یہ صرف اس لیے کہ وہ اس دن اللہ کی رحمت کو (موسلا دھار) برستے ہوئے اور بڑے بڑے گناہوں کی معافی کا فیصلہ ہوتے ہوئے دیکھتا ہے اور یہ اس لعین کے لیے ناقابلِ برداشت ہے کیونکہ بدر کے دن شیطان نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ ملائکہ میں پیش قدمی کر رہے ہیں جو مسلمانوں کی مدد کو اترے تھے۔''

(موطا امام)

عرفہ کے دن اپنے کان، اپنی نگاہ اور زبان کو قابو میں رکھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نوعمر لڑکا عرفہ کے دن حضور پاک ﷺ کا ردیف تھا (یعنی آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا) پس یہ جوان عورتوں کو دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسکو فرمایا ''اے بھتیجے! یہ وہ دن ہے کہ جس میں اگر آدمی اپنے کان اپنی نگاہ اور اپنی زبان پر قابو رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں گے۔'' (مسند احمد)

اور بیہقی نے اپنی روایت میں اتنا اضافہ کیا ہے۔

جس شخص نے عرفہ کے دن اپنی زبان، اپنے کان اور اپنی نگاہ کو محفوظ رکھا (یعنی حرام سے) تو عرفہ سے لے کر آئندہ عرفہ تک اس کی مغفرت کر دی جائے گی''

اللہ کے گھر کی زیارت کرنا

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے معبود! آپ کے بندوں کا آپ پر کیا حق ہے جب وہ آپ کے گھر آ کر آپ کی زیارت کریں؟ کیونکہ ہر زیارت کرنے والے کا میزبان پر حق ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے داؤد! ان کا مجھ پر حق یہ ہے کہ دنیا میں ان کو عافیت اور سلامتی سے رکھوں، اور جب آخرت میں ملوں تو ان کی مغفرت کر دوں۔'' (کنز العمال)

حج کے بارے میں ضروری وضاحت وتشریح

یاد رکھیئے! حج بھی اسلام کا اہم رکن ہے۔ حج کا ایک ایمان افروز تاریخی پس منظر ہے، جس کو نگاہ میں رکھے بغیر حج کی عظمت و حکمت اور اصل مقصود کو سمجھنا ممکن نہیں۔ کفر وشرک کے طاقتور ماحول میں گھرے ہوئے ایک بندہ مومن نے توحید خالص کا اعلان کیا اور باطل کی چھائی ہوئی ظالم طاقتوں اور گونا گوں رکاوٹوں کے باوجود ایمان وتقویٰ

،خلوص وللّہیت ، عشق ومحبت ، جان نثاری اور فداکاری ، ایثار وقربانی ،توحید واخلاص کا ایک ایسا مرکز تعمیر کیا کہ رہتی زندگی تک انسانیت کو اس سے توحید کا پیغام ملتا رہے۔

اسی تاریخ کو تازہ کرنے اور انہی جذبات سے دلوں کو گرمانے کے لیے ہر سال دور دراز سے توحید کے پروانے اس مرکز پر جمع ہو کر وہی کچھ کرتے ہیں جو ان کے پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا۔ دو کپڑوں میں ملبوس کبھی بیت اللہ کا والہانہ طواف کرتے ہیں، کبھی صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر دوڑتے نظر آتے ہیں، کبھی عرفات میں کھڑے اپنے خدا سے مناجات کرتے ہیں، کبھی قربان گاہ میں جانوروں کے گلے پر چھری پھیر کر اپنے خدا سے عہد محبت استوار کرتے ہیں، اور اٹھتے بیٹھتے، صبح وشام ایک ہی صدا سے حرم کی پوری فضا گونجتی ہے:

''اے اللہ! تیرے دربار میں تیرے غلام حاضر ہیں، تعریف وحمد تیرا ہی حق ہے ،احسان کرنا تیرا ہی کام ہے، تیرے اقتدار میں کوئی دوسرا شریک نہیں''۔

دراصل انہی کیفیات کو پیدا کرنے اور پورے طور پر خود کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے ہی کا نام حج ہے۔

حج ایک جامع عبادت

اسلامی عبادات دو طرح کی ہیں ایک بدنی عبادات جیسے نماز روزہ اور ایک مالی عبادات جیسے صدقہ وزکوٰۃ وغیرہ۔ حج کا امتیاز یہ ہے کہ وہ مالی عبادت بھی ہے اور بدنی عبادت بھی۔ دوسری مستقل عبادات سے ،خلوص وتقویٰ ، عجز واحتیاج ، بندگی اور اطاعت ، قربانی اور ایثار ، فدائیت اور سپردگی ، انابت اور عبدیت کے جو جذبات الگ الگ نشو نما پاتے ہیں حج کی جامعیت یہ ہے کہ اس میں بیک وقت یہ سارے جذبات اور کیفیات پیدا ہوتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں نماز جو دین کا سرچشمہ ہے اس کی اقامت کے لئے روئے زمین پر جو سب سے پہلی مسجد تعمیر ہوئی حج میں مومن اسی مسجد کے گرد والہانہ طواف کرتا ہے اور عمر بھر دور دراز سے جس گھر کی طرف رُخ کر کے مومن نماز پڑھتا رہا ہے، حج میں مومن کو

یہ سعادت نصیب ہوتی ہے کہ وہ عین اس مسجد میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا ہے روزہ جو نفس و اخلاق کے تزکیہ کا مؤثر اور لازمی ذریعہ ہے اور جس میں مومن مرغوبات نفس سے دور رہ کر صبر و ثبات کی قوتوں کو پروان چڑھاتا ہے اور خدا کی راہ کا سپاہی اور مجاہد بننے کی مشق بہم پہنچاتا ہے حج میں احرام باندھنے کے وقت سے لے کر احرام کھولنے کے وقت تک اسی مجاہدے میں شب و روز بسر کرتا ہے اور قلب و روح سے ایک ایک نقش کھرچ کر صرف خدا کی محبت کا نقش بٹھاتا ہے اور شب و روز توحید کی صدا لگا کر صرف توحید کا علمبردار بنتا ہے۔ صدقہ و زکوٰۃ میں اپنا دل پسند مال دے کر بندۂ مومن اپنے دل سے زر پرستی کے رکیک جذبات دھوتا ہے اور خدا کی محبت کے بیج بوتا ہے حج میں بھی آدمی عمر بھر کا جمع کیا ہوا مال محض خدا کی محبت میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے اور اس کی راہ میں قربانی کر کے اس سے عہد وفا استوار کرتا ہے غرض یہ کہ حج کے ذریعے خدا سے والہانہ تعلق نفس و اخلاق کا تزکیہ اور روحانی ارتقاء کے سارے مقاصد بیک وقت حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ حج واقعی حج ہو محض ارکان حج ادا کرنے کا عمل نہ ہو۔

حج کی حقیقت دراصل یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو کامل طور پر اپنے رب کے حوالے کر دے اور کامل مؤمن بن جائے حج کی سعادت درحقیقت خدا کی طرف سے اس بات کی توفیق ہے کہ اصلاح حال کی تمام مستند کوششوں کے باوجود بندے کی زندگی میں جو بھی کھوٹ اور نقص رہ جائے وہ ارکان حج اور مقامات حج کی برکت سے دور ہو جائے اور وہ حج سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹے کہ گویا اس نے آج ہی جنم لیا ہے ساتھ ہی حج حقیقت حال کی ایک کسوٹی بھی ہے کہ کس نے خدا کی اس توفیق سے واقعی فائدہ اُٹھایا ہے اور کون موقع پانے کے باوجود محروم رہ گیا ہے، حج کے بعد کی زندگی اور اس کی سرگرمیاں واضح کر دیتی ہیں کہ کس کا حج واقعی حج ہے اور کون حج کے سارے ارکان ادا کرنے اور بیت اللہ کی زیارت کرنے کے باوجود حج کی سعادت سے محروم رہ گیا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حج کی توفیق پانے کے باوجود جو شخص اصلاح حال سے محروم رہ جائے اس کے بارے میں بہت ہی کم توقع رہ جاتی ہے کہ کسی اور تدبیر سے اس کی اصلاح حال ہو سکے گی اس لئے حج کا

فریضہ ادا کرنے والے کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ وہ اپنے جذبات و احساسات اور ارادوں کا اچھی طرح جائزہ لے اور حج کے ایک ایک رکن اور عمل کو پورے اخلاص اور شعور کے ساتھ ادا کر کے حج سے وہ کچھ حاصل کرنے کی کوشش کرے جس کے لئے حج فرض کیا گیا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جو بیت اللہ سے واپس آیا تھا لیکن اس کی زندگی پر حج کی چھاپ نہیں پڑ سکی تھی آپ نے اس سے دریافت فرمایا:

''تم کہاں سے آرہے ہو؟''

''حضرت، حج بیت اللہ سے واپس آرہا ہوں۔'' مسافر نے جواب دیا۔

''کیا تم حج کر چکے ہو؟'' حضرت نے حیرت سے دریافت کیا۔

''جی ہاں، میں حج کر چکا ہوں'' مسافر نے جواب دیا۔

حضرت نے پوچھا! ''جب تم حج کے ارادے سے گھر بار چھوڑ کر نکلے تھے، اس وقت تم نے گناہوں سے بھی کنارہ کر لیا تھا یا نہیں؟''

''حضرت! میں نے اس طرح تو سوچا نہیں تھا۔'' مسافر نے جواب دیا۔

''تو پھر تم حج کے لیے نکلے ہی نہیں۔'' پھر دریافت فرمایا:

''اس مبارک سفر میں تم نے جو جو منزلیں طے کیں اور جہاں جہاں راتوں کو مقام طے کیے تو کیا تم نے اس دوران قُرب الٰہی کی منزلیں بھی طے کیں اور اس راہ کے مقامات بھی طے کیے؟''

''حضرت! اس کا تو مجھے دھیان بھی نہ تھا۔'' مسافر نے سادگی سے جواب دیا۔

''تو پھر تم نے نہ بیت اللہ کی طرف سفر کیا، اور نہ ہی اس کی طرف کوئی منزل طے کی''۔

پھر دریافت فرمایا! ''جب تم نے احرام باندھا، اور اپنے روزمرہ کے کپڑے اتارے، تو کیا تم نے اس کے ساتھ ہی اپنی بُری عادتوں اور خصلتوں کو بھی اپنی زندگی سے اتار پھینکا تھا۔''

''حضرت! اس طرح تو میں نے غور نہیں کیا تھا۔'' مسافر نے صاف جواب دیا

''پھر تم نے احرام بھی کہاں باندھا'' حضرت نے پُرسوز لہجے میں جواب فرمایا۔ پھر پوچھا! ''جب تم میدان عرفات میں کھڑے ہوئے، تو تمہیں مشاہدے کا کشف بھی حاصل ہوا یا نہیں؟''

''حضرت میں سمجھا نہیں کیا مطلب؟'' مسافر نے کہا۔

''مطلب یہ ہے کہ تم نے میدان عرفات میں خدا سے مناجات کرتے وقت اپنے اندر یہ کیفیت بھی محسوس کی کہ گویا تمہارا رب تمہارے سامنے ہے اور تم اسے دیکھ رہے ہو؟''

''حضرت یہ کیفیت تو نہیں تھی۔'' مسافر نے وضاحت کی۔

''پھر تو گویا تم عرفات میں پہنچے ہی نہیں۔'' حضرت نے پُرسوز لہجے میں کہا اور پھر دریافت فرمایا! اچھا یہ بتاؤ جب تم مزدلفہ میں پہنچے تو وہاں تم نے اپنی نفسانی خواہشات کو بھی چھوڑا یا نہیں؟''

''حضرت میں نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی''۔ مسافر نے جواب دیا

''تو پھر تم مزدلفہ بھی نہیں گے۔'' حضرت نے فرمایا۔ اس کے بعد پوچھا! ''اچھا یہ بتاؤ جب تم نے بیت اللہ کا طواف کیا تو اس دوران تم نے جمالِ الٰہی کے جلوے اور کرشمے بھی دیکھے؟''

''حضرت اس سے تو میں محروم رہا۔'' مسافر نے کہا۔

''تو پھر تم نے طواف کیا ہی نہیں؟'' اور پھر دریافت فرمایا! ''جب تم نے صفا اور مروہ کی درمیان سعی کی تو کیا اس وقت تم نے صفا اور مروہ اور ان کے درمیان سعی کی حقیقت اور اس کے مقصود کو بھی پایا؟''

''حضرت اس کا تو مجھے شعور نہیں'' مسافر نے کہا۔

''تو پھر تم نے ابھی سعی بھی نہیں کی ہے۔'' پھر دریافت فرمایا! ''جب تم نے قربان گاہ میں پہنچ کر قربانی کے جانور کو قربان کیا، اس وقت تم نے اپنے نفس اور اس کی خواہشات کو بھی راہ خدا میں قربان کیا یا نہیں؟''

''حضرت اس طرف تو میرا دھیان نہیں گیا'' مسافر نے کہا۔

''تو پھر تم نے قربانی بھی کہاں کی۔'' اس کے بعد حضرت جنیدؒ نے پوچھا! ''اچھا یہ کہو جب تم نے جمرات پر سنگریزے پھینکے تو اس وقت تم نے اپنے بُرے ہم نشین اور بُرے ساتھیوں اور بُری خواہشات کو بھی اپنے سے دور پھینکا یا نہیں؟''

''حضرت ایسا تو نہیں کیا'' مسافر نے سادگی سے جواب دیا

''تو پھر تم نے رمی بھی نہیں کی''۔ حضرت نے افسوس کے ساتھ کہا اور فرمایا! ''جاؤ واپس جاؤ، اوران کیفیات کے ساتھ ایک بار پھر حج کر دتا کہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ نسبت پیدا کرسکو جن کے ایمان و وفا کا اعتراف کرتے ہوئے قرآن نے شہادت دی ہے۔وَ اِبْراھِیْمَ الذی وَفّٰی۔ (سورۃ النجم۔۳۷)

''اور وہ ابراھیمؑ جس نے (اپنے رب سے) وفاداری کا حق ادا کردیا۔''

(بحوالہ اسلامی فقہ)

حج کی عظمت واہمیت

قرآن وسنت میں حج کی حکمت، دین میں حج کا مقام اوراس کی عظمت واہمیت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے، قرآن پاک کا ارشاد ہے''وَلِلّٰہِ عَلَی الناس حِجُّ البیتِ مَنِ اسْتطاعَ اِلیہِ سَبیلا. ومن کفرَ فانَّ اللّٰہ غنِیٌّ عنِ العٰلمین''

''اور لوگوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو اس حکم سے انکار و کفر کی روش اختیار کرے تو وہ جان لے کہ خدا جہاں والوں سے بے نیاز ہے''۔

اس آیت میں دو حقیقتوں کی طرف اشارہ ہے۔

۱۔حج بندوں پر خدا کا حق ہے جو لوگ بھی بیت اللہ تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر فرض ہے کہ وہ خدا کا یہ حق ادا کریں۔ جو لوگ استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتے وہ ظالم خدا کا حق مارتے ہیں۔ آیت کے اسی فقرے سے حج کی فرضیت ثابت

ہوتی ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حج کی فرضیت کا اعلان اسی وقت ہوا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی، اور صحیح مسلم میں اسی مفہوم کی ایک روایت ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''اے لوگو تم پر حج فرض کردیا گیا ہے، پس حج ادا کرو۔''

۲۔ دوسری اہم حقیقت جس کی طرف یہ آیت متوجہ کرتی ہے، وہ یہ ہے کہ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا کافرانہ روش ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ ومن کفر جس طرح قرآن میں ترکِ صلوٰۃ کو ایک مشرکانہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس فقرے میں ترکِ حج کو کافرانہ رویہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے! ''جس شخص کے پاس حج کا ضروری سامان موجود ہو اور سواری مہیا ہو جو اس کو خانہ خدا تک پہنچا سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اور یہ اس لیے کہ خدا کا ارشاد ہے ''وَلِلّٰہِ علی الناس حِجّ البیت مَنِ استطاع اِلیہِ سَبِیلاً''۔ (سورۃ آل عمران۔۹۷)

راوی کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہ کرنے والوں کو یہود و نصاریٰ کے مانند قرار دیا ہے۔ تو یہ ایک ایسی مسلم حقیقت ہے کہ خود قرآن میں بھی ایسے لوگوں کو یہی وعید سنائی گئی، بطور حوالہ راوی نے آیت کا صرف ابتدائی حصہ پڑھا ورنہ جس وعید کی طرف توجہ دلانا مقصد تھا، وہ آیت کے اس فقرے میں ہے۔ ''ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العلمین''. (سورۃ آل عمران)

''اور جو لوگ استطاعت کے باوجود کفر و انکار کی روش اختیار کرتے ہیں وہ جان لیں کہ خدا کو سارے جہاں کی پرواہ نہیں۔'' یعنی ترکِ حج کی کافرانہ روش اختیار کرنے والوں سے خدا بے نیاز ہے اس کو ہرگز ایسے لوگوں کی پرواہ نہیں کہ وہ کس حال میں مرتے ہیں۔ یہ تنبیہ اور تہدید کا سخت ترین انداز ہے اور واقعہ یہ ہے کہ جس سے خدا تعالیٰ بیزاری اور بے نیازی کا اظہار فرمائے، وہ ایمان و ہدایت سے کیونکر بہرہ مند ہوسکتا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا! ''میرا پختہ ارادہ ہے کہ میں ان شہروں میں (جو اسلامی حکومت میں شامل ہو چکے ہیں) کچھ لوگوں کو

روانہ کروں جو جائزہ لے کر دیکھیں کہ کون لوگ حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کر رہے ہیں۔ پھر ان پر جزیہ مقرر کر دوں، یہ لوگ مسلم نہیں ہیں، یہ لوگ مسلم نہیں ہیں۔" مسلم اس شخص کو کہتے ہیں جو کامل طور پر خود کو اللہ کے حوالے کر دے، اور حج کی حقیقت بھی یہی ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بالکلیہ خدا کے حوالے کر دے، پھر اگر یہ لوگ مسلم ہوتے تو حج کی سعادت سے کیوں محروم رہتے، اور استطاعت کے باوجود حج سے غفلت کیوں برتتے۔

حج کی فرضیت

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو: تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے لہٰذا اس کو ادا کرنے کی فکر کرو، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہر سال حج کرنا ہم پر فرض کیا گیا ہے، حضور ﷺ خاموش رہے۔ اور کوئی جواب نہیں دیا، یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ اپنا سوال دہرایا، حضور ﷺ نے ناگواری کے ساتھ فرمایا کہ اگر میں کہہ دیتا کہ ہاں ہر سال حج کرنا فرض کیا گیا ہے، تو اس طرح فرض ہو جاتا اور تم ادا نہ کر سکتے، اس کے بعد آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ کسی معاملہ میں جب تک میں خود تم کو کوئی حکم نہ دوں تم مجھ سے حکم لینے کی کوشش نہ کرو، تم سے پہلی امتوں کے لوگ اسی لیے تباہ ہوئے کہ وہ اپنے نبیوں سے بہت سوال کرتے تھے، اور پھر ان کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے، جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کی تعمیل کرو، اور جب تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔ (بحوالہ مسلم شریف)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس سفر حج کا ضروری سامان ہو، اور اسے سواری میسر ہو، جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے، تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، اور یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَلِلّٰہِ علی النّاس حج البیت من استطاعَ الیہ سبیلا"

اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج فرض ہے، ان لوگوں کے لیے جو اس تک جانے کی طاقت رکھتے ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں ایک شخص رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: کیا چیز حج کو واجب کر دیتی ہے، فرمایا سامان سفر اور سواری۔ (بحوالہ ترمذی شریف)

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے پاس سواری اور سامان سفر ہو، اس کے لیے حج فرض ہے۔

حج کی فضیلت اور ترغیب

حج کی اسی اہمیت کے پیش نظر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح سے اس کی ترغیب دی ہے اور اس کی غیر معمولی فضیلت کو مختلف انداز سے واضح فرما کر اس کا شوق دلایا ہے۔

۱۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ’’جو شخص بیت اللہ کی زیارت کے لئے آیا، پھر اس نے نہ تو کوئی فحش شہوانی عمل کیا اور نہ خدا کی نافرمانی کا کوئی کام کیا، تو وہ گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو کر لوٹے گا جیسا پاک صاف وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔‘‘ (بحوالہ بخاری ومسلم شریف)

۲۔ اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’حج اور عمرہ کرنے والے خدا کے مہمان ہیں وہ اپنے میزبان خدا سے دعا کریں تو ان کی دعائیں قبول فرمائے اور وہ اس سے مغفرت چاہیں تو وہ ان کی مغفرت فرمائے۔‘‘ (بحوالہ ابن ماجہ)

۳۔ اور ارشاد فرمایا: ’’حج اور عمرہ پے بہ پے کرتے رہا کرو کیونکہ حج اور عمرہ دونوں ہی فقر واحتیاج اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں، جس طرح بھٹی، لوہے اور سونے چاندی کی میل کچیل کو صاف کر کے دور کر دیتی ہے اور ’’حج مبرور‘‘ کا اجر وصلہ تو بس جنت ہی ہے۔‘‘ (بحوالہ ترمذی ونسائی)

’’حج مبرور‘‘ سے مراد وہ حج ہے جو پورے اخلاص وشعور اور آداب وشرائط کے ساتھ ادا کیا گیا ہو اور جس میں حج کرنے والے نے خدا کی نافرمانی سے بچنے کا پورا پورا اہتمام کیا ہو۔

۴۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی زائرِ حرم سے تمہاری ملاقات ہو تو اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں پہنچے اس کو سلام کرو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لئے خدا سے مغفرت کی دعا کرے اس لئے کہ اس کے گناہوں کی مغفرت کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ (بحوالہ مسند احمد)

۵۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا:
''حضور ﷺ! میرا جسم بھی کمزور ہے اور میرا دل بھی''۔
ارشاد فرمایا: ''تم ایسا جہاد کیا کرو، جس میں کانٹا بھی نہ لگے''۔
سائل نے کہا: ''حضورؐ! ایسا جہاد کون سا ہے جس میں کسی تکلیف اور گزند کا اندیشہ نہ ہو''۔ ارشاد فرمایا: ''تم حج کیا کرو'' (بحوالہ طبرانی)

٦۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:
''ایک شخص میدان عرفات میں حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب ہی اپنی سواری پر تھا کہ یکا یک سواری سے نیچے گرا اور انتقال کر گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو غسل دے کر احرام ہی میں دفن کر دو، یہ قیامت کے روز تلبیہ پڑھتا ہوا اٹھے گا۔ اس کا سر اور چہرہ کھلا رہنے دو''۔ (بحوالہ بخاری و مسلم شریف)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا سے التجا کی کہ پروردگار! جو بندے تیرے گھر کی زیارت کرنے آئیں، ان کو کیا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے داؤد! وہ میرے مہمان ہیں، ان کا یہ حق ہے کہ میں دنیا میں ان کی خطائیں معاف کر دوں، اور جب وہ مجھ سے ملاقات کریں، تو میں ان کو بخش دوں''۔ (بحوالہ طبرانی)

حج کے احکام

۱...... حج فرض ہونے کی ساری شرطیں موجود ہوں تو حج زندگی میں ایک بار فرض ہے حج فرض عین ہے اور اس کی فرضیت قرآن و حدیث سے صاف صاف ثابت ہے جو شخص

حج کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو شخص شرائط وجوب پائے جانے کے باوجود حج نہ کرے وہ گنہگار اور فاسق ہے۔

۲......حج فرض ہو جانے کے بعد اسی سال ادا کر لینا چاہئے فرض ہو جانے کے بعد بلا وجہ تاخیر کرنا اور ایک سال سے دوسرے سال پر ٹالنا گناہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''جو شخص حج کا اردہ کرے اسے جلدی کرنا چاہئے ہوسکتا ہے کہ وہ بیمار پڑ جائے یا اونٹنی گم ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اور ضرورت پیش آجائے۔'' (بحوالہ ابن ماجہ)

اونٹنی گم ہونے سے مراد یہ ہے کہ سفر کے ذرائع باقی نہ رہیں راستہ پر امن نہ رہے یا اور کوئی ایسی ضرورت پیش آجائے کہ پھر حج کرنے کا امکان نہ رہے اور آدمی فرض کا بوجھ لئے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہو حالات کی سازگاری یا زندگی کا کیا اعتبار آخر کس بھروسے پر آدمی تاخیر کرے اور جلد حج کر لینے کے بجائے ٹالتا چلا جائے۔

۳......فریضہ حج ادا کرنے کے لئے جن لوگوں سے اجازت لینا شرعاً ضروری ہے مثلاً کسی کے والدین ضعیف یا بیمار ہوں اور اس کی مدد کے محتاج ہوں یا کوئی شخص کسی کا مقروض ہو یا ضامن ہو تو ایسی صورت میں ان سے اجازت لئے بغیر حج کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۴......حرام ذرائع سے کمائے ہوئے مال سے حج کرنا حرام ہے۔

۵......جو شخص احرام باندھے بغیر میقات کے اندر داخل ہو جائے اس پر حج واجب ہے

۶......حج فرض ہو جانے کے بعد کسی نے تاخیر کی اور پھر وہ معذور ہو گیا، نابینا، اپاہج یا سخت بیمار ہو گیا اور سفر حج کے قابل نہ رہا تو وہ اپنے مصارف سے دوسرے کو بھیج کر حج بدل کرائے۔ (بحوالہ علم الفقہ)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فریضہ حج کو صحیح صحیح بجالانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

❀❀❀❀❀❀

چھٹی فصل

زکوٰۃ وصدقات سے متعلق اعمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو تمیم کا ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں بہت مالدار آدمی ہوں اور عیال دار بھی ہوں (خوب وسعت رکھتا ہوں جی کھول کر خرچ کر سکتا ہوں) تو آپ مجھے بتایئے کہ کیسے کروں؟ اور کس طرح خرچ کروں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے مال کی زکوٰۃ نکال کیونکہ زکوٰۃ ایسی پاکی ہے کہ تجھ کو معاصی اور گناہوں سے پاک کر دے گی، خویش واقارب سے صلہ رحمی کر، مسکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچان۔ (مسند احمد، ۳/۱۳۶)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے انہوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کو کعب بن عجرہؓ سے فرما رہے ہیں: ''اے کعب بن عجرہ! نماز اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اے کعب بن عجرہ! لوگ صبح کرتے ہیں، کچھ تو اپنی جان کو بیچنے والے ہیں پس وہ اپنی گردن کو باندھنے والے ہیں اور کچھ لوگ اپنے نفس کو خریدنے والے ہیں پس وہ اپنی گردن کو آزاد کرنے والے ہیں۔

اور ابن حبان کے الفاظ حدیث یوں ہیں ''اے کعب بن عجرہ! جنت میں داخل نہیں ہوگا وہ شخص جس کے خون اور گوشت کی پرورش حرام کمائی سے ہوئی۔ دوزخ کی آگ اس کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ اے کعب بن عجرہ! لوگ صبح کرنے والے ہیں، پس کچھ لوگ تو اپنی گردن چھڑانے میں صبح کرتے ہیں وہ اپنی گردن کو آزاد کرنے والے ہیں اور کچھ لوگ اس طرح صبح کرتے ہیں کہ اپنی گردن کو باندھنے والے ہیں۔ اے کعب بن عجرہ! نماز اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے اور روزہ ڈھال ہے اور صدقہ خطا کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے

برف چکنی چٹان سے نیچے گر جاتی ہے۔

صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ فطر روزہ دار کو بیکار اور فحش باتوں سے پاک کر دیتا ہے (جو حالت روزہ میں اس سے سرزد ہوگئی تھیں) اور غرباء و مساکین کے کھانے کی دعوت ہے جس نے اس کو نماز عید سے قبل ادا کر دیا تو بہت ہی مقبول ہے اور جس نے اس کو نماز (عید) کے بعد ادا کیا تو یہ باقی صدقہ کی طرح ایک صدقہ ہے۔'' (یعنی ثواب میں کچھ کمی آجاتی ہے) (ابوداؤد)

حضرت قیس بن غرزہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے سوداگرو! خرید فروخت میں لغو اور بے فائدہ باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور قسم بھی کھائی جاتی ہے تو (اس کے علاج اور کفارہ کے لیے) اس کے ساتھ صدقہ بھی ملا دیا کرو۔''

(اخرجہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والحاکم)

محترم قارئین! آپ نے زکوٰۃ کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں اب کچھ وضاحت کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان احادیث کے بعد ذیل میں زکوٰۃ کے بارے میں تفصیلی وضاحت پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمائیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

زکوٰۃ کی اہمیت وضرورت

جیسے ایمان نہ لانے کا عذاب دوزخ ہے، جیسے نماز نہ پڑھنے کا عذاب دوزخ ہے، روزے نہ رکھنے کا عذاب دوزخ ہے، اسی طرح زکوٰۃ نہ دینے والوں کا انجام بھی یہی ہے کہ اس کی سزا میں اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

قرآن وسنت کے دلائل میں نماز اور زکوٰۃ کا یکجا ذکر ملتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ ان دونوں عبادتوں کا آپس میں گہرا ربط و تعلق ہے، اگر نماز بدنی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی عبادت ہے، نماز میں وقت کی قربانی دینا پڑتی ہے، اور زکوٰۃ میں مال کی قربانی

کرنا پڑتی ہے، قرآن میں حق تعالیٰ بکثرت نماز وزکوٰۃ کا ذکر فرمارہے ہیں۔ رحمت دو عالم ﷺ کی تعلیمات میں بھی زکوٰۃ کا ذکر کثرت سے ملتا ہے، حضرات صحابہ کرامؓ کے عمل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے سانحہ ارتحال کے بعد جب فتنے کھڑے ہوئے ،تو حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے کانوں میں یہ آواز پہنچی کہ ایک ایسا فتنا کھڑا ہوا ہے جو ایک طرف سے توحید وسنت کا اقرار کرتا ہے، اور دوسری طرف وہ زکوٰۃ جیسی اہم عبادت کا منکر ہوگیا ہے۔ اس نے نبی اکرم ﷺ کی راہ حق چھوڑ کر ارتداد اور انحراف کی راہ اپنالی ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس فتنہ کی سرکوبی اور اس کا قلع قمع کرنے کا ارادہ کرلیا، حضرت عمرؓ کو ایک مرتبہ جواب دیتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔

"واللہ لا قاتلن من فرق بین الصلوۃ و الزکوۃ."

قسم بخدا نماز اور زکوٰۃ کے درمیان جو لوگ تفریق کریں گے میں ضرور ان کے خلاف جہاد کروں گا۔ (بحوالہ بخاری شریف)

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت موجود ہے، آپ فرماتے ہیں، جب آنحضرت ﷺ دنیا سے رحلت فرما گئے، ابو بکرؓ خلیفہ مقرر ہوئے، اس وقت عرب میں بہت سے لوگ مرتد ہونے لگے، اس وقت حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ آپ کس بنا پر لوگوں سے قتال کریں گے، جب کہ آنحضرت ﷺ یہ فرما چکے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک قتال کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں، اگر وہ اس کا اقرار کرلیں گے تو اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیں گے، مگر اس کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے ضرور قتال کروں گا، اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے، خدا کی قسم اگر وہ بکری کا بچا (دوسری روایت میں ہے ایک رسی) جو رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں دیتے تھے، اب دینے سے انکار کریں گے تو میں ان سے اس بات پر قتال کروں گا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے قتال پر پورا شرح صدر عطا فرمایا، اس سے میں سمجھا یہی حق بات ہے، اور اسی پر حضرات صحابہؓ کا اجماع ہو گیا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق حضرت محمد ﷺ کا فرمان گرامی ہے، کہ جس شخص کو اللہ نے دولت دی، پھر اس نے اس کی زکوٰۃ نہ نکالی، تو وہ دولت قیامت کے دن اس کے سامنے اس زہریلے سانپ کی شکل میں آئے گی، جس کے انتہائی زہریلے پن کی وجہ سے سر کے بال جھڑ گئے ہوں گے، اس کی آنکھوں کے اوپر دو سفید نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بنایا جائے گا۔ پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیری دولت ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، یہ ارشاد فرمانے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے قرآن حکیم کی آیت پڑھی، ''بخیل لوگ یہ گمان نہ کریں، کہ جو مال و دولت اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے، وہ ان کے لئے بہتر ہے۔'' بل ھو شرٌ لھم '' بلکہ انجام کے لحاظ سے وہ ان کے لئے بدتر ہے۔ اور شر ہے وہ دولت قیامت کے دن ان کے گلوں میں طوق بنا کر ڈالی جائے گی۔ جس کا انہوں نے بخل کیا تھا،'' (سورۃ آل عمران)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے، زکوٰۃ کا مال جب دوسرے مال میں ملے گا تو اسے ختم کر دے گا۔

(بحوالہ مسند شافعی)

بشیر بن خصاصیہ آنحضرت ﷺ کے پاس بیعت ہونے کے لئے آئے، اور کہنے لگے کہ صدقہ اور جہاد میرے لئے مشکل کام ہے، ان سے مجھے مستثنیٰ کر دیجئے، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک کھینچ لیا اور فرمایا: یابشیر لا صدقة ولا جھا د فبِمَ تدخل الجنة. اے بشیر صدقہ اور جہاد نہیں تو جنت میں کیسے جاؤ گے۔ (بحوالہ مسند احمد)

زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ ان ارشادات سے لگانا مشکل نہیں رہا، کہ جب حضرت ابوبکرؓ بھی منکرین زکوٰۃ کے خلاف اپنی تلوار نیام سے نکال رہے ہوں، آنحضرت ﷺ بشیر بن خصاصیہ کو فرما رہے ہوں کہ جو صدقہ اور جہاد سے مستثنیٰ ہو وہ جنت میں کیسے جائے گا؟ پھر زکوٰۃ نہ دینے والے کا مال قیامت کے دن سانپ بن کر اس کے گلے میں لپٹ جائے گا، جہنم والے شور مچائیں گے کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیتے تھے اس لئے جہنم میں ڈالے گئے۔

جعفر طیارؓ نجاشی کے دربار میں اپنے نبی ﷺ کا تعارف کراتے وقت زکوٰۃ کا نام

لے رہے ہوں ابوسفیان اسلام لانے سے پہلے شاہ روم کے سامنے پیغمبر اسلام کا تعارف اسی انداز میں کرا رہے ہوں، حضرت رحمت دو عالم ﷺ حضرت معاذ کو یمن روانہ کرنے سے پہلے اسی موضوع پر سمجھا رہے ہوں، حضرت عیسیٰ اپنی ماں مریمؑ کو گود میں زکوٰۃ کے الفاظ استعمال کر رہے ہوں، اسماعیل علیہ السلام کو بارگاہ ایزدی سے زکوٰۃ دینے کا حکم دیا جا رہا ہو وہ اپنے اہل وعیال کو اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا حکم سنا رہے ہوں، حضرت ابراہیم، اسحٰق اور یعقوب کو اللہ تعالیٰ زکوٰۃ کا حکم دے رہے ہوں، اور پھر قرآن میں بار بار یہ بھی فرما رہے ہوں کہ جو مال اللہ نے تمہیں دیا ہے اسے خرچ کرو غریبوں، مسکینوں اور ناداروں کو دو تو اس سے بڑھ کر کسی عبادت کی اہمیت اور کیا ہو سکتی ہے؟ (بحوالہ جستہ جستہ اسلامی عبادات)

زکوٰۃ کے تین پہلو

زکوٰۃ میں نیکی اور افادیت کے تین پہلو ہیں: ایک یہ کہ مومن بندہ جس طرح نماز کے قیام اور رکوع وسجود کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی بندگی اور تذلل ونیازی کا مظاہرہ جسم وجان اور زبان سے کرتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت اور اس کا قرب اس کو حاصل ہو اسی طرح زکوٰۃ ادا کر کے وہ اسکی بارگاہ میں اپنی مالی نذر اسی غرض سے پیش کرتا ہے اور اس بات کا عملی ثبوت دیتا ہے کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے اپنا نہیں بلکہ خدا کا سمجھتا اور یقین کرتا ہے، اور اس کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے وہ اس کو قربان کرتا اور نذرانہ چڑھاتا ہے۔۔۔زکوٰۃ کا شمار ''عبادات'' میں اسی پہلو سے ہے۔ دین وشریعت کی خاص اصطلاح میں ''عبادات'' بندے کے انہی اعمال کو کہا جاتا ہے جن کا خاص مقصد اللہ کے حضور ے اپنی بندگی کے تعلق کو ظاہر کرنا اور اس کے ذریعے اس کا رحم وکرم اور قرب ڈھونڈنا ہو۔

دوسرا پہلو زکوٰۃ میں یہ ہے کہ اس کے ذریعے اللہ کے ضرورت مند اور پریشان حال بندوں کی خدمت ومعاونت ہوتی ہے۔ اس پہلو سے زکوٰۃ، اخلاقیات کا نہایت ہی اہم باب ہے۔

تیسرا پہلو اس میں افادیت کا یہ ہے کہ حب مال اور دولت پرستی جو ایک ایمان کش اور نہایت مہلک بیماری ہے، زکوٰۃ اس کا علاج اور اسکے گندے اور زہریلے اثرات سے نفس کی تطہیر اور تزکیہ کا ذریعہ اسی بناء پر قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے:

خذمن أموالِهم صدقةً تُطَهِّرُ هُم وتُزَكِّيهِم بِها . (سورۃ توبہ)

اے نبی ﷺ آپ مسلمانوں کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے جس کے ذریعے ان کے قلوب کی تطہیر اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہو۔)

دوسری جگہ فرمایا گیا ہے: وسيجنبها الأ تقَى الذى يُؤ تِي مَالَهُ يتزَكّٰى .

(سورۃ اللیل)

اور اس آتش دوزخ سے نہایت متقی بندہ کو دور رکھا جائے گا جو اپنا مال راہ خدا میں اس لئے دیتا ہو کہ اس کی روح اور اس کے دل پاکیزگی حاصل ہو۔

بلکہ زکوٰۃ کا نام غالباً اسی پہلو سے زکوٰۃ رکھا گیا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے اصل معنی ہی پاکیزگی کے ہیں۔

ایمان اور نماز کے بعد زکوٰۃ کی دعوت

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف بھیجا تو (رخصت کرتے ہوئے ان سے) فرمایا کہ تم وہاں ایک صاحب کتاب قوم کے پاس پہنچو گے (جب تم ان کے پاس پہنچو) تو (سب سے پہلے) ان کو اس کی دعوت دینا کہ وہ (اس حقیقت کو مانیں اور) اس کی شہادت ادا کریں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں، اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو تم ان کو بتلانا کہ اس اللہ نے تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ پھر اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر صدقہ (زکوٰۃ) فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے وصول کی جائے گی اور انہی میں کے فقراء اور غرباء کو دے دی جائے گی۔ پھر اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو (زکوٰۃ کی اس وصولیابی کے سلسلے میں چھانٹ چھانٹ کے) ان

کے اچھے نفیس اموال لینے سے پرہیز کرنا (بلکہ اوسط کے حساب سے وصول کرنا، اور اس بارے میں کوئی ظلم وزیادتی کسی پر نہ کرنا) اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی روک نہیں ہے (وہ بلا روک ٹوک سیدھی بارگاہ خداوندی میں پہنچتی ہے اور قبول ہوتی ہے)۔ (بحوالہ صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا والی اور قاضی بنا کر بھیجنے کا یہ واقعہ جس کا ذکر اس حدیث میں ہے اکثر علماء اور اہل سیر کی تحقیق کے مطابق ۹ ھ کا ہے اور امام بخاریؒ اور بعض دوسرے اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ۱۰ کا واقعہ ہے۔ یمن میں اگرچہ اہل کتاب کے علاوہ بت پرست مشرکین بھی تھے، لیکن اہل کتاب کی خاص اہمیت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان کا ذکر کیا اور اسلام کی دعوت وتبلیغ کا یہ حکیمانہ اصول تعلیم فرمایا کہ اسلام کے سارے احکام ومطالبات ایک ساتھ مخاطبین کے سامنے نہ رکھے جائیں، اس صورت میں اسلام انہیں بہت کھٹن اور ناقابل برداشت بوجھ محسوس ہوگا۔ اس لئے پہلے ان کے سامنے اسلام کی اعتقادی بنیاد صرف توحید ورسالت کی شہادت رکھی جائے جس کو ہر معقولیت پسند اور ہر سلیم الفطرت اور نیک دل انسان آسانی سے ماننے پر آمادہ ہوسکتا ہے۔ خصوصاً اہل کتاب کیلئے وہ جانی بوجھی بات ہے۔ پھر جب مخاطب کا ذہن اور دل اس کو قبول کرلے اور وہ اس فطری اور بنیادی بات کو مان لے تو اس کے سامنے فریضہ نماز رکھا جائے جو جانی، جسمانی اور زبانی عبادت کا نہایت حسین اور بہترین موقع ہے اور جب وہ اس کو قبول کرلیں تو اس کے سامنے فریضہ زکوٰۃ رکھا جائے اور اسکے بارے میں خصوصیت سے یہ وضاحت کردی جائے کہ یہ زکوٰۃ اور صدقہ اسلام کا داعی اور مبلغ تم سے اپنے لئے نہیں مانگتا بلکہ ایک مقررہ حساب اور قاعدے کے مطابق جس قوم اور علاقہ کے دولت مندوں سے یہ لی جائے گی اسی قوم اور علاقہ کے پریشان حال ضرورت مندوں پر خرچ کردی جائے گی۔ دعوت اسلام کے بارے میں اس ہدایت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یہ تاکید بھی فرمائی کہ زکوٰۃ کی وصولی میں پورے انصاف سے کام لیا جائے، ان کے مویشی اور ان کے پیداوار میں بھی چھانٹ چھانٹ کے بہتر مال نہ لیا جائے۔

سب سے آخر میں نصیحت فرمائی کہ تم ایک علاقے کے حاکم اور والی بن کر جا رہے ہو، ظلم وزیادتی سے بہت بچنا، اللہ کا مظلوم بندہ جب ظالم کے حق میں بد دعا کرتا ہے تو وہ سیدھی عرش پر پہنچتی ہے۔

اس حدیث میں دعوت اسلام کے سلسلے میں صرف شہادت توحید ورسالت، نماز اور زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے، اسلام کے دوسرے احکام حتی کے روزہ اور حج کا بھی ذکر نہیں فرمایا گیا، جو نماز اور زکوٰۃ کی طرح اسلام کی ارکان خمسہ میں سے ہیں، حالانکہ حضرت معاذؓ جس زمانے میں یمن بھیجے گئے ہیں روزہ اور حج دونوں کی فرضیت کا حکم آ چکا تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کا مقصد دعوت اسلام کے اصول اور حکیمانہ طریقے کی تعلیم دینا تھا اس لئے آپ ﷺ نے صرف تین ارکان کا ذکر فرمایا: اگر ارکان اسلام کی تعلیم دینا مقصود ہوتا تو آپ ﷺ سب ارکان کا ذکر فرماتے، لیکن حضرت معاذؓ کو اس کی تعلیم کی ضرورت نہیں تھی، وہ ان صحابہ کرام ؓ میں سے جو علم دین میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔

قرآن پاک میں زکوٰۃ کی تاکید وترغیب

زکوٰۃ کی غیر معمولی اہمیت اور عظمت کے پیش نظر قرآن پاک میں بیاسی مقامات پر اس کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے اور بالعموم نماز اور زکوٰۃ کا، ساتھ ساتھ حکم دیا گیا ہے: واقیمو الصلوۃ واتو الزکوۃ. (سورۃ البقرہ) ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔''

نیز قرآن وسنت میں اس کے زبردست دینی اور دنیاوی فوائد بتا کر طرح طرح سے ترغیب دی گئی ہے۔ قرآن میں زکوٰۃ کا عظیم اجر وثواب ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

مثلُ الذین یُنفقونَ اموالَهم فِی سَبیلِ اللّٰہ کَمثلِ حَبَّۃٍ اَنبَتَتْ سَبعَ سَنابِلَ فی کُلِّ سُنبلۃ مّائۃُ حبۃ، واللّٰہ یضَاعِفُ لمن یّشاءُ واللّٰہ وَاسعٌ علیم.

(سورۃ البقرہ:۲۶۱)

''جو لوگ اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کرنے کی

مثال ایسی ہے، کہ جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سودانے ہوں، اسی طرح خدا جس عمل کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ وہ فراخ دست اور علیم ہے۔"

کسان اپنی جھولی کے دانے خدا کی زمین کے حوالے کرکے اس سے آس لگاتا ہے اور بارانِ رحمت کیلئے دعائیں کرتا ہے تو پروردگار اس کو ایک ایک دانے کے بدلے سینکڑوں دانے عطا فرما کر اس کا کھیلان بھر دیتا ہے، اس ایمان افروز تجربہ کو تمثیل بنا کر خدا یہ ذہن نشین کراتا ہے کہ بندہ خدا کی خوشنودی کیلئے خدا کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرے گا خدا اس کو اتنا بڑھائے گا کہ ایک دانے کے عوض سات سو دانے عنایت فرمائے گا، بلکہ وہ تو بڑا ہی فراخ دست اور علیم ہے اس کی نگاہ قدر شناسی بندے کے گہرے خلوص اور جذبے پر رہتی ہے اور وہ اتنا کچھ عطا فرماتا ہے، جس کا بندہ صحیح تصور بھی نہیں کرسکتا۔ پھر یہ انعام واکرام آخرت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ دنیا میں بھی خدا ایسی سوسائٹی کو خیر و برکت، خوش حالی اور ترقی سے مالا مال کر دیتا ہے۔ وما اٰتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاُولٰئک ھُم المُضعِفون ۔ (سورۃ الروم : ۳۹)

"اور جو زکوٰۃ تم خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتے ہو اسی کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں۔"

دراصل زکوٰۃ وصدقہ وہی لوگ ادا کرتے ہیں جو عالی ظرف، فراخ حوصلہ، فیاض ایک دوسرے کے ہمدرد اور خیر خواہ ہوں اور زکوٰۃ وصدقہ ان صفات کو بڑھاتے اور پروان چڑھانے کا بھی ذریعہ ہے۔ دنیا میں خیر و برکت، سکون واطمینان، خوش حالی اور ترقی اسی معاشرے کا حصہ ہے جس کے افراد میں یہ اخلاقی اوصاف عام ہوں۔ دولت چند خودغرض، سنگ دل بخیلوں میں ٹھٹھری ہو نہ وہ بلکہ پورے معاشرے میں اس کی مناسب تقسیم ہو، اور سب کو اپنی ہمت کے مطابق کمانے اور خرچ کرنے کی آزادی اور مواقع یکساں طور پر حاصل ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص پاک کمائی

میں سے ایک کھجور بھی صدقہ کرتا ہے اللہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر بڑھاتا ہے۔ جس طرح تم اپنے بچے کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ وہ ایک پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔''

(بحوالہ بخاری شریف)

اور آپ ہی کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں آتی (بلکہ اضافہ ہوتا ہے) اور جو شخص محض اللہ کے لئے خاکساری اور فروتنی اختیار کرتا ہے، اللہ اس کو اونچا اٹھا دیتا ہے۔'' (بحوالہ صحیح مسلم شریف)

قرآن کی صراحت ہے کہ قلوب کو پاک کرنے، نیکیوں کی راہ پر بڑھنے، حکمت کی دولت سے مالا مال ہونے، خدا کی خوشنودی، مغفرت اور رحمت حاصل کرنے، آخرت میں ابدی سکون اور خدا کا قرب پانے والے وہی لوگ ہیں جو خوش دلی اور پابندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

خذمن أموالهم صدقة تطهّرُ هُم وتزكيهم بها . (سورۃ التوبہ ۱۰۳)

''اے نبی آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کیجئے اور نیکی کی راہ میں انہیں آگے بڑھایئے۔

اور فرمایا: ''الشيطان يعدُكُمُ الفَقرَ ويأمرُكم بالفحشآءِ واللهُ يعدُكم مَّغفرةً منهُ وفَضلاً والله واسع عليم. يُوتِي الحكمةَ مَن يَّشآء ومَن يُّوتَ الحكمَةَ فقد اُوتِيَ خيرًا كَثيرًا''. (سورۃ البقرہ)

''شیطان تمہیں فقر اور ناداری سے ڈراتا اور شرمناک طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی مغفرت اور فضل کی امید دلاتا ہے۔ بڑا ہی فراخ دست اور علم والا ہے، جس کو چاہتا ہے، حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت مل گئی درحقیقت اس کو بہت بڑی دولت مل گئی۔

ويَتخِذُ مايُنفِقُ قُرُبٰتٍ عندالله وصلَوٰتِ الرَّسول، ألا اِنَّهَا قربةٌ لَّهم سيُدخِلُهُمُ اللهُ فِي رحمته ان اللهَ غفور رحيم . (سورۃ التوبہ ۹۹)

''اور وہ جو کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسے خدا کا تقرب حاصل کرنے

اور رسول کی طرف سے رحمت کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں، سن رکھو، یہ ضرور انکے لئے خدا کے تقرب کا ذریعہ ہے اور خدا ان کو ضرور اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بلاشبہ وہ بڑا ہی بخشنے والا اور بڑا ہی رحم کرنے والا ہے۔''

وسیجنبها الا تقی . ألذی یُؤتِی مالَهُ یتز کیٰ . (سورۃ الیل:۱۷،۱۸)

''اور جہنم کی آگ سے وہ شخص دور رکھا جائے گا جو اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والا ہے جو دوسروں کو محض اس لئے اپنا مال دیتا ہے کہ (اس کا دل بخل وحرص اور حب دنیا سے) پاک ہو جائے۔''

حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:
''لوگو! جہنم کی آگ سے بچو اگر چہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی۔''

(بحوالہ صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز جب عرش الٰہی کے سوا کہیں سایہ نہ ہوگا، سات قسم کے لوگ عرش الٰہی کے زیر سایہ ہوں گے۔ ان میں ایک وہ شخص ہوگا جو اس قدر رازداری کے ساتھ خدا کی راہ میں خرچ کرے کہ اسکے بائیں ہاتھ کو بھی معلوم نہ ہو کہ داہنا ہاتھ کیا خرچ کر رہا ہے۔'' (بحوالہ صحیح بخاری)

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جب کوئی شخص صدقہ کا مال لے کر حاضر ہوتا تو آپ ﷺ انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے اور لانے والے کیلئے رحمت کی دعا مانگتے۔ چنانچہ حضرت ابو اوفیؓ اپنا صدقہ لئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے حق میں یہ دعا فرمائی: اَللّٰھم صلّ علیٰ اٰلِ أبی أوفیٰ . (بحوالہ صحیح بخاری)

''یعنی اے اللہ ابی اوفی کے خاندان پر اپنی رحمت نازل فرما۔''

ایک بار نبی کریم ﷺ عصر کی نماز پڑھتے ہی گھر میں تشریف لے گئے اور کچھ دیر کے بعد باہر نکلے۔ صحابہؓ نے اس کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''سونے کی ایک ڈلی گھر پر رہ گئی تھی، میں نے مناسب نہ سمجھا کہ رات آجائے اور وہ گھر ہی میں رہے اس لئے میں اس کو مستحقین میں تقسیم کرا آیا۔'' (بحوالہ صحیح بخاری)

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''صدقہ اور خیرات کرنے سے خدا کا غضب ٹھنڈا ہوتا ہے اور بری موت سے آدمی محفوظ رہتا ہے۔'' اور ظاہر ہے خدا کے غضب سے حفاظت اور خاتمہ بالخیر کے سوا مومن کا منتہائے آرزو کیا ہو سکتا ہے۔

معاشرے میں زکوٰۃ کے فائدے

حق تعالیٰ حکیم ذات ہے، اس کی حکمتوں کی گہرائی تک کوئی بھی رسائی حاصل نہیں کرسکتا، اس رنگا رنگ کائنات میں ہزاروں لاکھوں اشیاء کو اس نے وجود بخشا، سورج، چانداور ستارے، زمین کی اشیاء اور آسمان کی اشیاء ذرے سے آفتاب تک اور آفتاب سے ذرے تک ساری اشیاء انسان کے کام میں لگادی گئی ہیں، پھر انسان میں ایسی ایسی متضاد صفات رکھی گئی ہیں کہ عقل انسانی حیران ہے، کسی انسان کی طبیعت اور مزاج دوسرے سے نہیں ملتا، حتی کہ انسانوں کی باہم شکلوں کے مختلف ہونے کے علاوہ ایک ہی آدمی کے ہاتھ کی انگلیاں ایک جیسی نہیں رکھیں، پھر حق تعالیٰ نے رشد وہدایت ایک طرف اور ضلالت وگمراہی دوسری طرف رکھ کر انسان کو آزمایا، انسان راہ حق پر چلے اس کی مرضی اور راہ باطل کو اپنائے اسکی مرضی۔

ایک طرف شہوات اور لذتیں ہیں اور دوسری طرف مشکلات اور کانٹے ہیں، شہوات کے پیچھے لگ کر انسان کا انجام دوزخ ہوگا اور مشکلات برداشت کر کے جنت کا حق دار بن جائے گا، اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے میں بہ ظاہر مشکلات ہیں، مگر انجام کار عمدہ ہے ،شہوات پرستی میں مسرتیں اور خوشیاں ملتی ہیں مگر انجام درست نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مال ودولت دیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، ان پر انسان کو شکر ادا کرنا چاہیے اور حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کام کر کے اسے خوش کرنا چاہیے بنیادی طور پر انسان مال وجاہ، حب دنیا اور حب مال کا خوگر ہے اس میں حسرتیں اور آرزوئیں بڑھتی جاتی ہیں، انسان ،حریص ولالچ بنتا جاتا ہے، حق تعالیٰ نے اس کے حرص کو توڑنے کے لئے اس کے دل سے مال ودولت کی محبت نکالنے کے لئے غریبوں اور ناداروں کی حوصلہ افزائی

کرنے کے لئے زکوٰۃ کا حکم جاری کیا ہے، زکوٰۃ دینے سے انسان کا قلب جس طرح پاک ہوگا، اسی طرح اس کا مال بھی پاک ہوگا، انسان کا دل چاہ رہا ہوتا ہے کہ بہت زیادہ مال جمع ہوجائے مگر حکم خداوندی ہوتا ہے کہ مال دو، زکوٰۃ نکالو، انسان کے سارے قلبی رجحانات اور دلی ارادے ایک طرف رہ جاتے ہیں، اللہ کا حکم غالب ہوجاتا ہے۔

جب انسان حرص ولالچ سے بچتا ہے، اپنی خواہشات کو پروان چڑھانے کی بجائے اللہ کے حکم ماننے میں خیر سمجھتا ہے تو اس کی دنیا و عقبیٰ سنورنا شروع ہوجاتی ہے، دنیا میں اسکے مال میں برکت شروع ہوجاتی ہے، اور آخرت میں اسے جنت کی نعمتوں میں داخل کردیا جاتا ہے، دوزخ سے دور رکھا جاتا ہے، اس قسم کی بے شمار خصوصیات ایسی ہیں جو زکوٰۃ کی ادائیگی میں پائی جاتی ہیں، مثلاً......

فائدہ نمبرا۔ روحانی پاکیزگی

زکوٰۃ دینے سے انسانی کی روحانی اصلاح کی جاتی ہے، حب مال اور حب دنیا اسکے دل سے نکال کر حب اللہ اور حب الرسول ﷺ بٹھادی جاتی ہے، تو انسان کی جنت بننا شروع ہوجاتی ہے، اور دوزخ سے بچانے کے اسباب بننے لگتے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہؒ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں لکھتے ہیں۔

''جاننا چاہئے کہ زکوٰۃ میں سب سے اہم مصالح دو ہیں، پہلی مصلحت تہذیب نفس ہے، اس لئے کہ نفس اور حرص وبخل کا چولی دامن کا ساتھ ہے، حرص بدترین اخلاق میں سے ہے، جو آخرت میں انسان کو سخت ہلاکت میں ڈال سکتی ہے، جو حریص ہوگا مرتے وقت بھی اس کا دل مال میں اٹکا رہے گا۔ اور اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، اگر زکوٰۃ کی مشق اس کو ہوگی تو یہ حرص اس سے ختم ہوچکی ہوگی جو بالآخر اس کو نفع پہنچائے گی۔''

دوسری مصلحت کا تعلق شہر سے ہے، اسلئے کہ ضعفاء واہل حاجت جمع ہوں گے، اگر ان کی ہمدردی واعانت کی یہ سنت نہ ہو تو وہ سب بھوک سے ہلاک ہوجائیں اس کے علاوہ شہروں کا نظام مال پر قائم ہوتا ہے اور ان شہروں کی حفاظت کے ذمہ دار اور وہاں کے

مدبرین و منتظمین اپنی مشغولیات اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کوئی باقاعدہ ذریعہ معاش اختیار نہیں کر سکتے، ان کی معشیت کا انحصار بھی اسی پر ہوتا ہے، مشترکہ اخراجات یا چندے نہ سب کے لئے آسان ہیں نہ ممکن اس لئے رعیت سے ان کی مصالح کے لئے رقوم وصول کرنا مناسب دستور ہے۔ (بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ)

فائدہ نمبر۲......مال کی طہارت

انسان جب اپنے مال سے کچھ نکال کر اللہ کے راستہ میں دے دیتا ہے، تو اسکے مال کو پاکی وطہارت ملتی ہے۔ ورنہ یہ مال جب اسی طرح رہے گا تو کچھ عرصے کے بعد یہ مال ختم ہو جائے گا جس طرح غلہ پڑا پڑا رہ جائے تو اسے گھن لگ جاتا ہے، لکڑیوں کو دیمک چاٹ لیتی ہے، اسی طرح یہ مال بھی برباد ہو جاتا ہے، نہ دنیا میں اسے اطمینان دلا سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں اسکے لئے مفید ثابت ہو سکتا ہے، اس لئے شریعت نے حکم لاگو کیا ہے کہ ان کے مال لے لو، اور ان کو پاک کرو۔"

فائدہ نمبر۳......دوزخ سے دوری

وہ متقی انسان جو حرص ولالچ سے بچتا رہے گا، اپنی دولت کے جام خدا کے راہ میں لٹاتا رہے گا، اسے آتش دوزخ سے دور رکھا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے:

"وسیجنبها الا تقی الذی یوتی ماله یتز کی ."

وہ نہایت متقی بندہ دوزخ کی آگ سے دور رکھا جائے گا، جو اپنا مال راہ خدا میں اس لئے دیتا ہے کہ اس کی روح اور اس کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو۔ (سورۃ اللیل)

فائدہ نمبر۴......رضا خداوندی

مسلمان اپنے مال کا کچھ حصہ اللہ تعالی کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے نکالتا ہے، اور اسے یقیناً ایسا کرنا بھی چاہئے، جب انسان خالص اللہ کی ذات کے لئے ایسا کرتا ہے تو حق تعالیٰ خود اس کی نیت کا یوں ذکر فرماتے ہیں کہ ہاں یہ انسان اللہ کی رضا کے لئے

مال خرچ کرتا ہے۔

"ماتنفقو ن الا ابتِغاءَ وَجهِ الله" تم اپنی دولت صرف اللہ کی رضا چاہنے کے لئے خرچ کرتے رہو۔" (سورۃ البقرہ)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا، اور وہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اوپر دوسرے کا حق سمجھے، اور ایسا معاشرہ تشکیل پائے جہاں لوگ لینے کی بجائے دینے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہوں، دوسرے کی جڑیں کاٹنے کی بجائے اس کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کریں، اور انسان یہ سمجھے کہ دنیا میں اس کا کوئی حق نہیں، اس کا حق اسے آخرت میں ملے گا، یہاں تو ذمہ داریاں ہی ہیں، جن کی ادائیگی سے ہی کامیابی ممکن ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانی شکلیں مختلف بنائی ہیں اسی طرح ان میں معشیت کی تقسیم بھی مختلف بنائی ہے، سارے ہی انسان مالدار اور تاجر نہیں، سارے ہی غریب اور نادار نہیں، کسی کو مال و دولت نصیب ہوئی کسی کو علم و حکمت، کسی کو عقل و شعور دیا گیا اور کسی کو محروم رکھا گیا، لیکن اس کھلے تفاوت کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ انسان دنیا کی زندگی میں دوڑتا چلا جائے، مال و دولت سے اپنی تجوریاں بھرتا چلا جائے، جس کے پاس بہت زیادہ مال و دولت ہے، اسے زندگی کے نشیب و فراز اور اسے زندگی کی بہار لوٹنے کا حق ہے، اور جو مال سے تہی دست و تہی دامن ہیں انکو اس دنیا میں ایک دن بھی زندہ رہنے کا حق نہیں ہے، یہ سوچ درست نہیں ہے۔

فائدہ نمبر۵......غریب پروری

حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے مال سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم اس لئے دیا، تاکہ معاشرہ کے وہ افراد جو غریب و نادار ہیں انہیں بھی ساتھ لیا جائے، جو گرتے ہیں ان کو تھاما جائے، جو کمزور ہیں انکا سہارہ بنا جائے جو تہی دامن ہیں ان کے دامن بھر دیئے جائیں اور ہونا تو ایسا ہی چاہئے جس طرح حضرات صحابہ کرامؓ تھے کہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہونے کے باوجود اپنے دوسرے ساتھیوں کا خیال رکھتے تھے۔

زکوٰۃ کا ایک اہم الاہم اور خاص مقصد غریب پروری ہے، حضرت رحمت للعالمین ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا والی بنا کر روانہ کیا تو کچھ نصیحتیں فرمائیں، جب زکوٰۃ کا نمبر آیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان کے صاحب کتاب لوگوں کو کہنا کہ اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے صاحب مال لوگوں سے وصول کی جائے گی اور ناداروں میں بانٹی جائے گی اور جب وہ مال دینے پر آمادہ ہو جائیں تو اپنی مرضی کا چھانٹ چھانٹ کر لینے کی کوشش نہ کرنا، بلکہ درمیانہ درجہ کا وصول کرنا، اس بارہ میں کوئی ظلم وزیادتی نہ کرنا۔ (بحوالہ بخاری شریف)

اسلام نے زکوٰۃ کا اہم مقصد بیان کر کے معاشرے کے پسے ہوئے مظلوم طبقہ کی حوصلہ افزائی کی، کہ زندگی کی دوڑ میں ان کا ہاتھ بھی پکڑا جائے، اور اس چل چلاؤ میں ان کو بھی اپنے ساتھ شامل کیا جائے تا کہ غریب بھی اپنے بدن کو ڈھانپ سکے، اپنے سر کو چھپا سکے، اپنی پیاس بجھا سکے، اپنی بھوک ختم کر سکے اور اپنے اہل وعیال کی پرورش کر سکے، اپنے بچوں کو زیور تعلیم و دین سے آراستہ پیراستہ کر سکے۔

سائل دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک پیشہ ور اور دوسرے محتاج جو سائل محتاج ہو اور اس کے بارے میں علم بھی ہو تو اسکے سوال کو رد کرنے کی بجائے پورا کیا جائے، حق تعالیٰ نے اہل ایمان کے بارہ میں فرمایا کہ ان کے مالوں میں غرباء کا حصہ ہے اور مسلمانوں کی صفات کے ذکر میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنا مال قریبی رشتہ داروں کو دیتا ہے یتیموں کو دیتا ہے، مسکینوں کو دیتا ہے، راہ مسافروں کو دیتا ہے، سائلوں کو دیتا ہے اور گردنیں چھڑانے والے کو دیتا ہے۔

فائدہ نمبر ۶ ...... پڑوسی کا حق

اسلام نے پڑوسی کے حقوق کا بہت خیال رکھا ہے اگر اس کا پڑوسی مستحق ہے اور محتاج ہے تو اسے زکوٰۃ وصدقات دیکر خوش کیا جائے، آنحضرت ﷺ کا فرمان گرامی ہے وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا جو خود شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ (بحوالہ مشکوۃ شریف)

ایک وہ وقت تھا جب لوگ راہ خدا میں مال دیتے تھے، لوگ زکوٰۃ لے لے کر پھرتے تھے مگر زکوٰۃ لینے والے نہ ملتے تھے، آج بھی اگر اس طرح کیا جائے تو کیا بعید ہے کہ زکوٰۃ دینے والے بہت ہوں اور لینے والا کوئی نہ ہو۔

فائدہ نمبر ۷......ہلاکت سے بچاؤ

زکوٰۃ کا ایک اہم مقصد مسلمان کو، اور اس کے مال کو ہلاکت اور بربادی سے بچانا ہے، جب وہ اپنے مال کو راہ خدا میں خرچ کردے گا، غریبوں اور مسکینوں اور ناداروں پر صرف کرے گا، رفاء عامہ کے کاموں پر صرف کرے گا تو وہی مال اسکے لئے آخرت کا توشہ بنتا چلا جائے گا حق تعالیٰ نے مال خرچ کرنے کا حکم دے کر فرمایا کہ مال نہ دے کر تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو مال خرچ کرو تاکہ تم ہلاکت سے بچ جاؤ۔

"وانفقو فی سبیل اللّٰہ ولا تلقو باید یکم الی التھلکہ". (سورۃ البقرہ)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا ہلاکت سے بچاؤ کا باعث ہوگا، اور اللہ کی راہ میں نہ خرچ کرنا ہلاکت کا باعث ہے۔

فائدہ نمبر ۸......دین حق کی خدمت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے مالا مال کیا ہے اور پھر اسے حکم دیا ہے کہ وہ اپنے مال اور اپنی جان کو اللہ کے راستے میں صرف کرے۔

"وجاھدوا بأموالِکم وأنفسِکم فِی سبیلِ اللّٰہ."

اور تم اللہ کی راہ میں اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ (سورۃ توبہ)

جہاد دین کے احیاء اور کلمۃ اللہ کی بلندی کے لئے کیا جاتا ہے، معاشرے اور سماج میں اگر دین کی جڑیں کاٹی جارہی ہوں۔سنت نبوی ﷺ کو ذبح کیا جارہا ہو، دینی شعائر کا استہزا اور مذاق اڑایا جارہا ہو تو اہل حق کا کام ہے کہ وہ دین حق کی سربلندی کے لئے اپنی جان لگائیں، مال لگائیں، محنت اور جانفشانی سے کام کریں اور

مال دار لوگ ان کی مدد اور نصرت کریں۔

فائدہ نمبر۹......عدم مساوات کا خاتمہ

زکوٰۃ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ دولت کی غیر منصفانہ اور غیر فطری تقسیم اور عدم مساوات کا خاتمہ ہوسکتا ہے، معاشرہ جس ڈگر پر چل رہا ہے اس سے پیچھے ہٹ سکتا ہے، دولت کی غیر فطری تقسیم سے امیر امیر ترین اور غریب نان شبینہ کو ترس رہے ہیں زکوٰۃ سے یہ فائدہ ہوگا کہ امیروں کی دولت غریبوں کی طرف منتقل ہو جائے گی اور اس طرح دولت کی تقسیم غیر فطری کے بجائے صحت مند بنیادوں پر ہوگی، حقدار کو حق ملے گا۔

فائدہ نمبر۱۰......دولت کا پھیلاؤ

زکوٰۃ نکالنے سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ مال تجوریوں اور دفینوں سے نکل کر پھیل جائے گا، سودخوروں اور سرمایا داروں کے طریقہ پر زد پڑے گی، جن کا مقصد مال کو اسٹور کرنا اور ذخیرہ کرنا ہے اور وہ سرمایا دار دوسرے سرمایا داروں کو نفع پہنچا کر غریبوں کا گلا دبانا چاہتے ہیں، اسلام کا نظامِ زکوٰۃ امیر کی طرح غریب کو بھی معاشرے میں زندہ رہنے کا حق دیتا ہے۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فریضہ زکوٰۃ پر صحیح صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ساتویں فصل

قربانی سے متعلق اعمال

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے ارشاد فرمایا ''اے فاطمہ! اپنے قربانی کے جانور کے پاس کھڑے رہو اس لیے کہ اس کے خون کا جو پہلا قطرہ گرے گا۔ اس سے تمہارے گذشتہ گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔'' عرض کرنے لگیں اے اللہ کے رسول! کیا یہ ہمارے اہل بیت کی خصوصیت ہے یا ہمارے ساتھ باقی مسلمان بھی شریک ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ فضیلت ہمارے لیے بھی ہے اور باقی مسلمانوں کے لیے بھی۔''

اور اصفہانی نے الفاظ حدیث یوں نقل کیے ہیں۔

''اے فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کو ہوتا ہوا دیکھو، کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ سے جو بہے گا تمام گناہوں کی مغفرت کر دی جائیگی، قیامت کے دن ان کے گوشت اور خون کو لایا جائے گا اور تمہارے عمل کے ترازو میں ستر گنا بڑھا کر رکھا جائے گا۔'' ابوسعید کہتے ہیں یا رسول اللہ! یہ آل محمد ﷺ کی خصوصیت ہے؟ کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں کہ کسی خیر کو ان کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے یا تمام مسلمانوں کے لیے یہ فضیلت ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''آل محمد کے لیے خصوصیت کے ساتھ اور باقی مسلمانوں کے لیے عمومیت کے ساتھ ہے۔'' (کذفی الترغیب جلد ۲، صفحہ ۱۵۴، کنز العمال ۵)

قربانی کے بارے میں تفصیلی وضاحت اور اس کی تشریح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی، کسی سال ترک نہیں فرمائی، اس سے مواظبت ثابت ہوئی جس کا مطلب ہے لگاتار کرنا، اس طرح

اس سے وجوب ثابت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہ کرنے پر وعید فرمائی، احادیث میں بہت سی وعیدیں مذکور ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ: ''جو قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔'' قربانی کی بہت سی فضیلتیں ہیں، مسندِ احمد کی روایت میں ایک حدیث پاک ہے، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قربانی تمہارے باپ (ابراہیم علیہ السلام) کی سنت ہے۔'' صحابیؓ نے پوچھا: ''ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک بال کے عوض ایک نیکی ہے۔'' اُون کے متعلق فرمایا: ''اس کے ایک بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے۔'' (مشکوٰۃ ص:۱۲۹)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''قربانی سے زیادہ کوئی دُوسرا عمل نہیں ہے، اِلَّا یہ کہ رشتہ داری کا پاس کیا جائے۔'' (طبرانی)

قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا بہت بڑا عمل ہے، حدیث میں ہے کہ: ''قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، اور قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے وہ گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوجاتا ہے۔''

(مشکوٰۃ شریف ص:۱۲۸)

قربانی کس پر واجب ہے؟

چند صورتوں میں قربانی کرنا واجب ہے:

۱:...... کسی شخص نے قربانی کی منّت مانی ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

۲:...... کسی شخص نے مرنے سے پہلے قربانی کی وصیت کی ہو اور اتنا مال چھوڑا ہو کہ اس کے تہائی مال سے قربانی کی جاسکے تو اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

۳:...... جس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے، اس پر قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے، پس جس شخص کے پاس رہائشی مکان، کھانے پینے کا سامان، استعمال کے کپڑوں اور روزمرّہ استعمال کی دُوسری چیزوں کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت

کا نقد روپیہ، مالِ تجارت یا دیگر سامان ہو، اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

☆:......مثلاً: ایک شخص کے پاس دو مکان ہیں، ایک مکان اس کی رہائش کا ہے اور دُوسرا خالی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، جبکہ اس خالی مکان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو۔

☆:......یا مثلاً: ایک مکان میں وہ خود رہتا ہو اور دُوسرا مکان کرایہ پر اُٹھایا ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، البتہ اگر اس کا ذریعہ معاش یہی مکان کا کرایہ ہے تو یہ بھی ضروریاتِ زندگی میں شمار ہوگا اور اس پر قربانی کرنا واجب نہیں ہوگی۔

☆:...... یا مثلاً: کسی کے پاس دو گاڑیاں ہیں، ایک عام استعمال کی ہے اور دُوسری زائد تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

☆:......یا مثلاً: کسی کے پاس دو پلاٹ ہیں، ایک اس کے سکونتی مکان کے لئے ہے اور دُوسرا زائد، تو اگر اس کے دُوسرے پلاٹ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

☆:......عورت کا مہرِ معجّل اگر اتنی مالیت کا ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، یا صرف والدین کی طرف سے دیا گیا زیور اور استعمال سے زائد کپڑے نصاب کی مالیت کو پہنچتے ہوں تو اس پر بھی قربانی کرنا واجب ہے۔

☆:......ایک شخص ملازم ہے، اس کی ماہانہ تنخواہ سے اس کے اہل و عیال کی گزر بسر ہو سکتی ہے، پس انداز نہیں ہو سکتی، اس پر قربانی واجب نہیں جبکہ اس کے پاس کوئی اور مالیت نہ ہو۔

☆:......ایک شخص کے پاس زرعی اراضی ہے، جس کی پیداوار سے اس کی گزر اوقات ہوتی ہے، وہ زمین اس کی ضروریات میں سے سمجھی جائے گی۔

☆:......ایک شخص کے پاس ہل جوتنے کے لئے بیل اور دودھیاری گائے بھینس کے علاوہ اور مویشی اتنے ہیں کہ ان کی مالیت نصاب کو پہنچتی ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

۴:......ایک شخص صاحبِ نصاب نہیں، نہ قربانی اس پر واجب ہے، لیکن اس نے شوق سے قربانی کا جانور خرید لیا تو قربانی واجب ہے۔

۵:......مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

۶:......صحیح قول کے مطابق بچے اور مجنون پر قربانی واجب نہیں، خواہ وہ مال دار ہوں۔

قربانی کا وقت

۱:......بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ تک کی شام (آفتاب غروب ہونے سے پہلے) تک قربانی کا وقت ہے، ان دنوں میں جب چاہے قربانی کرسکتا ہے، لیکن پہلا دن افضل ہے، پھر گیارہویں تاریخ، پھر بارہویں تاریخ۔

۲:......شہر میں نمازِ عید سے پہلے قربانی کرنا دُرست نہیں، اگر کسی نے عید سے پہلے جانور ذبح کرلیا تو یہ گوشت کا جانور رہا، قربانی نہیں ہوگی۔ البتہ دیہات میں جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی، عید کے دن صبحِ صادق طلوع ہوجانے کے بعد قربانی کرنا دُرست ہے۔

۳:......اگر شہری آدمی خود تو شہر میں موجود ہے، مگر قربانی کا جانور دیہات میں بھیج دے اور وہاں صبحِ صادق کے بعد قربانی ہوجائے تو دُرست ہے۔

۴:......ان تین دنوں کے دوران رات کے وقت قربانی کرنا بھی جائز ہے، لیکن بہتر نہیں۔

۵:......اگر ان تین دنوں کے اندر کوئی مسافر اپنے وطن پہنچ گیا یا اس نے کہیں اِقامت کی نیت کرلی اور وہ صاحبِ نصاب ہے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہوگی۔

۶:......جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے، اس کے لئے ان دنوں میں قربانی کا جانور ذبح کرنا ہی لازم ہے، اگر اتنی رقم صدقہ خیرات کردے تو قربانی ادا نہیں ہوگی اور یہ شخص گناہ گار ہوگا۔

۷:......جس شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی اور ان تین دنوں میں اس نے قربانی

نہیں کی تو اس کے بعد قربانی کرنا دُرست نہیں، اس شخص کو توبہ و اِستغفار کرنی چاہئے اور قربانی کے جانور کی مالیت صدقہ خیرات کردے۔

۸:......ایک شخص نے قربانی کا جانور باندھ رکھا تھا، مگر کسی عذر کی بنا پر قربانی کے دنوں میں ذبح نہیں کرسکا تو اس کا اب صدقہ کردینا واجب ہے، ذبح کرکے گوشت کھانا دُرست نہیں۔

۹:......قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے، لیکن جو شخص ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا کسی وجہ سے ذبح نہ کرنا چاہتا ہو اسے ذبح کرنے والے کے پاس موجود رہنا بہتر ہے۔

۱۰:......قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت زبان سے نیت کے الفاظ پڑھنا ضروری نہیں، بلکہ دِل میں نیت کرلینا کافی ہے، اور بعض دُعائیں جو حدیثِ پاک میں منقول ہیں اگر کسی کو یاد ہوں تو ان کا پڑھنا مستحب ہے۔

کسی دُوسرے کی طرف سے نیت کرنا

۱:......قربانی میں نیابت جائز ہے، یعنی جس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے اگر اس کی اجازت سے یا حکم سے دُوسرے شخص نے اس کی طرف سے قربانی کردی تو جائز ہے، لیکن اگر کسی شخص کے حکم کے بغیر اس کی طرف سے قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی شخص کو اس کے حکم کے بغیر شریک کیا گیا تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

۲:......آدمی کے ذمہ اپنی اولاد کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں، اگر اولاد بالغ اور مال دار ہو تو خود کرے۔

۳:......اسی طرح مرد کے ذمہ بیوی کی جانب سے قربانی کرنا لازم نہیں، اگر بیوی صاحبِ نصاب ہو تو اس کے لئے الگ قربانی کا انتظام کیا جائے۔

۴:......جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہو وہ اپنی واجب قربانی کے علاوہ اپنے مرحوم والدین اور دیگر بزرگوں کی طرف سے بھی قربانی کرے، اس کا بڑا اَجر و ثواب

ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بھی ہم پر بڑے احسانات اور حقوق ہیں، اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی قربانی کی جائے، مگر اپنی واجب قربانی لازم ہے، اس کو چھوڑنا جائز نہیں۔

قربانی کن جانوروں کی جائز ہے؟

۱:...... بکری، بکرا، مینڈھا، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اُونٹ، اُونٹنی کی قربانی دُرست ہے، ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی دُرست نہیں۔

۲:...... گائے، بھینس، اُونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہوکر قربانی کریں تو بھی دُرست ہے، مگر ضروری ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، اور یہ بھی شرط ہے کہ سب کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو، صرف گوشت کھانے کے لئے حصہ رکھنا مقصود نہ ہو، اگر ایک آدمی کی نیت بھی صحیح نہ ہو تو کسی کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

۳:...... کسی نے قربانی کے لئے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت تھی کہ دُوسرے لوگوں کو بھی اس میں شریک کرلیں گے، اور بعد میں دُوسروں کا حصہ رکھ لیا تو یہ دُرست ہے۔

لیکن اگر گائے خریدتے وقت دُوسرے لوگوں کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت تھی، مگر اب دُوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے، تو یہ دیکھیں گے کہ آیا اس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب ہے تو دُوسروں کو بھی شریک کر تو سکتا ہے مگر بہتر نہیں، اور اگر اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی تو دُوسروں کو شریک کرنا دُرست نہیں۔

۴:...... اگر قربانی کا جانور گم ہوگیا اور اس نے دُوسرا خرید لیا، پھر اتفاق سے پہلا بھی مل گیا، تو اگر اس شخص کے ذمہ قربانی واجب تھی تب تو صرف ایک جانور کی قربانی اس کے ذمہ ہے، اور اگر واجب نہیں تھی تو دونوں جانوروں کی قربانی لازم ہوگئی۔

۵:...... بکری اگر ایک سال سے کم عمر کی ہو خواہ ایک ہی دن کی کمی ہو تو اس کی

قربانی کرنا دُرست نہیں، پورے سال کی ہوتو دُرست ہے۔ اور گائے یا بھینس پورے دو سال کی ہوتو قربانی دُرست ہوگی، اس سے کم عمر کی ہوتو دُرست نہیں۔ اور اُونٹ پورے پانچ سال کا ہوتو قربانی دُرست ہوگی۔

۶:...... بھیڑ، یا دُنبہ اگر چھ مہینے سے زائد کا ہو اور اتنا فربہ یعنی موٹا تازہ ہو کہ اگر پورے سال والے بھیڑ دُنبوں کے درمیان چھوڑا جائے تو فرق معلوم نہ ہوتو اس کی قربانی کرنا دُرست ہے، اور اگر کچھ فرق معلوم ہوتا ہے تو قربانی دُرست نہیں۔

۷:...... جو جانور اندھا یا کانا ہو یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زائد جاتی رہی ہو، یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو، تو اس کی قربانی کرنا دُرست نہیں۔

۸:...... جو جانور اتنا لنگڑا ہو کہ صرف تین پاؤں سے چلتا ہو، چوتھا پاؤں زمین پر رکھتا ہی نہیں یا رکھتا ہے مگر اس سے چل نہیں سکتا تو اس کی قربانی دُرست نہیں۔ اور اگر چلنے میں چوتھے پاؤں کا سہارا تو لیتا ہے مگر لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی دُرست ہے۔

۹:...... اگر جانور اتنا دُبلا ہو کہ اس کی ہڈیوں میں گودا تک نہ رہا ہوتو اس کی قربانی دُرست نہیں۔ اگر ایسا دُبلا نہ ہوتو قربانی دُرست ہے۔ جانور جتنا موٹا، فربہ ہو اسی قدر قربانی اچھی ہے۔

۱۰:...... جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا زیادہ دانت جھڑ گئے ہوں اس کی قربانی دُرست نہیں۔

۱۱:...... جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں اس کی قربانی کرنا دُرست نہیں، اگر کان تو ہوں مگر چھوٹے ہوں اس کی قربانی دُرست ہے۔

۱۲:...... جس جانور کے پیدائشی طور پر سینگ نہ ہوں اس کی قربانی دُرست ہے، اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گئے، تو صرف اُوپر سے خول اُترا ہے اندر کا گودا باقی ہے تو قربانی دُرست ہے، اگر جڑ ہی سے نکل گئے ہوں تو اس کی قربانی کرنا دُرست نہیں۔

۱۳:...... خصی جانور کی قربانی جائز، بلکہ افضل ہے۔

۱۴:......جس جانور کے خارش ہو تو اگر خارش کا اثر صرف جلد تک محدود ہے تو اس کی قربانی کرنا دُرست ہے، اور اگر خارش کا اثر گوشت تک پہنچ گیا ہو اور جانور اس کی وجہ سے لاغر اور دُبلا ہو گیا ہو تو اس کی قربانی دُرست نہیں۔

۱۵:......اگر جانور خریدنے کے بعد اس میں کوئی عیب ایسا پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے اس کی قربانی دُرست نہیں، تو اگر یہ شخص صاحبِ نصاب ہے اور اس پر قربانی واجب ہے تو اس کی جگہ تندرست جانور خرید کر قربانی کرے، اور اگر اس شخص کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی تو وہ اسی جانور کی قربانی کر دے۔

۱۶:......جانور پہلے تو صحیح سالم تھا مگر ذبح کرتے وقت جو اس کو لٹایا تو اس کی وجہ سے اس میں کچھ عیب پیدا ہو گیا تو اس کا کچھ حرج نہیں، اس کی قربانی دُرست ہے۔

قربانی کا گوشت

۱:......قربانی کا گوشت اگر کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہو تو اس کو اٹکل سے تقسیم کرنا جائز نہیں، بلکہ خوب احتیاط سے تول کر برابر حصہ کرنا دُرست ہے۔ ہاں! اگر کسی کے حصے میں سر اور پاؤں لگا دیئے جائیں تو اس کے وزن کے حصے میں کمی جائز ہے۔

۲:......قربانی کا گوشت خود کھائے، دوست احباب میں تقسیم کرے، غریب مسکینوں کو دے، اور بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرے، ایک اپنے لئے، ایک دوست احباب، عزیز و اقارب کو ہدیہ دینے کے لئے اور ایک ضرورت مند ناداروں میں تقسیم کرنے کے لئے۔ الغرض کم از کم تہائی حصہ خیرات کر دے، لیکن اگر کسی نے تہائی سے کم گوشت خیرات کیا، باقی سب کھالیا یا عزیز و اقارب کو دے دے تب بھی گناہ نہیں۔

۳:......قربانی کی کھال اپنے استعمال کے لئے رکھ سکتا ہے، کسی کو ہدیہ بھی کر سکتا ہے، لیکن اگر اس کو فروخت کر دیا تو اس کے پیسے نہ خود استعمال کر سکتا ہے، نہ کسی غنی کو دینا جائز ہے، بلکہ کسی غریب پر صدقہ کر دینا واجب ہے۔

۴:......قربانی کی کھال کے پیسے مسجد کی مرمت میں یا کسی اور نیک کام میں لگانا

جائز نہیں، بلکہ کسی غریب کو اُن کا مالک بنادینا ضروری ہے۔

۵:......قربانی کی کھال یا اس کی رقم کسی ایسی جماعت یا انجمن کو دینا دُرست نہیں جس کے بارے میں اندیشہ ہو کہ وہ مستحقین کو نہیں دیں گے، بلکہ جماعتی پروگراموں مثلاً کتابوں اور رسالوں کی طباعت واشاعت، شفاخانوں کی تعمیر، کارکنوں کی تنخواہ وغیرہ میں خرچ کریں گے، کیونکہ اس رقم کا کسی فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے، البتہ ایسے ادارے کو دینا دُرست ہے جو واقعی مستحقین میں تقسیم کرے۔

۶:......قربانی کے جانور کا دُودھ نکال کر استعمال کرنا، یا اس کی پشم اُتارنا دُرست نہیں، اگر اس کی ضرورت ہو تو وہ رقم صدقہ کردینی چاہئے۔

۷:......قربانی کے جانور کی جھول اور رَسّی بھی صدقہ کردینی چاہئے۔

۸:......قربانی کی کھال یا گوشت قصاب کو اُجرت میں دینا جائز نہیں۔

۹:......اسی طرح امام یا مؤذّن کو بطورِ اُجرت دینا بھی دُرست نہیں۔

چند غلطیوں کی اصلاح

۱:......بعض لوگ یہ کوتاہی کرتے ہیں کہ طاقت نہ ہونے کے باوجود شرم کی وجہ سے قربانی کرتے ہیں کہ لوگ یہ کہیں گے کہ انہوں نے قربانی نہیں کی، محض دِکھاوے کے لئے قربانی کرنا دُرست نہیں، جس سے واجب حقوق فوت ہوجائیں۔

۲:...... بہت سے لوگ محض گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کی نیت کرلیتے ہیں، اگر عبادت کی نیت نہ ہو تو ان کو ثواب نہیں ملے گا، اور اگر ایسے لوگوں نے کسی اور کے ساتھ حصہ رکھا ہو تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔

۳:......بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر میں ایک قربانی ہوجانا کافی ہے، اس لئے لوگ ایسا کرتے ہیں کہ ایک سال اپنی طرف سے قربانی کرلی، ایک سال بیوی کی طرف سے کردی، ایک سال لڑکے کی طرف سے، ایک سال لڑکی کی طرف سے، ایک سال مرحوم والد کی طرف سے، ایک سال مرحومہ والدہ کی طرف سے۔ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ گھر کے

جتنے افراد پر قربانی واجب ہو ان میں سے ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔ مثلاً: میاں بیوی اگر دونوں صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کی طرف سے دو قربانیاں لازم ہیں، اسی طرح اگر باپ بیٹا دونوں صاحبِ نصاب ہوں تو خواہ اکٹھے رہتے ہوں مگر ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی عمر بھر میں ایک دفعہ کر لینا کافی ہے، یہ خیال بالکل غلط ہے، بلکہ جس طرح زکوٰۃ اور صدقۂ فطر ہر سال واجب ہوتا ہے، اسی طرح ہر صاحبِ نصاب پر بھی قربانی ہر سال واجب ہے۔ بعض لوگ گائے یا بھینس میں حصہ رکھ لیتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ جن لوگوں کے حصے رکھے ہیں وہ کیسے لوگ ہیں؟ یہ بڑی غلطی ہے، اگر سات حصہ داروں میں سے ایک بھی بے دین ہو یا اس نے قربانی کی نیت نہیں کی بلکہ محض گوشت کھانے کی نیت کی تو سب کی قربانی برباد ہوگئی، اس لئے حصہ ڈالتے وقت حصہ داروں کا انتخاب بڑی احتیاط سے کرنا چاہئے۔

جانور ذبح کرتے وقت کی دُعا

”بِسْمِ اللهِ اَللهُ اَكْبَرُ، اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.“

ترجمہ:...... ”میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر، اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے، جو پالنے والا سارے جہان کا ہے۔“

جانور ذبح کرنے کے بعد کی دُعا

”اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ.“

ترجمہ:......''اے اللہ! اس قربانی کو مجھ سے قبول فرما، جیسے کہ آپ نے قبول کیا اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام سے۔''

مشکوٰۃ شریف ''باب فی الأضحیة'' میں صحیح مسلم کی روایت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ذکر کی ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ رنگ کا سینگوں والا مینڈھا ذبح فرمایا، پھر یہ دُعا فرمائی: ''**بسم اللہ اللّٰھم تقبل من محمد واٰل محمد ومن أمّة محمد.**''

اور اسی کتاب میں ہی بروایت احمد، ابوداؤد، ابنِ ماجہ، ترمذی اور دارمی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کرتے ہوئے یہ دو آیتیں پڑھیں:

''**اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ**'' اور ''**قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ.**''

اور پھر یہ دُعا پڑھی:

''**اللّٰھم منک ولک عن محمد وأمّته.**''

اور پھر ''**بسم اللہ اللہ اکبر**'' کہہ کر ذبح فرمایا۔ اور مجمع الزوائد (ج:۴ ص:۲۱) میں اس مضمون کی اور بھی متعدّد احادیث ذکر کی ہیں۔ اس سے قطعِ نظر آیتِ کریمہ: ''**رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ**'' سے واضح ہوتا ہے کہ قبولیتِ عبادت کی دُعا خود بھی مطلوب ہے۔

❁❁❁❁❁❁

آٹھویں فصل

توبہ سے متعلق اعمال

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "(اے فرشتو!) جب میرا بندہ کسی گناہ کا ارادہ کرے اور اس کو کرے نہیں تو اس کے لیے نیکی لکھ دو، اور اگر کر لے تو ایک گناہ لکھ دو، پھر اگر وہ توبہ کرے تو اس سے گناہ کو مٹا دو، اور جب میرے بندے نے کسی نیکی کا صرف قصد کیا، پھر عمل نہیں کیا تو اس کے لیے ایک نیکی لکھ دو، اور اگر وہ اس نیکی کا عمل بھی کرے تو اس کے لیے اس جیسی دس سے سات سو گنا تک نیکیاں لکھو۔" (کنز العمال ج ۴ ر ۲۳۵ بحوالہ ابن حبان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب بندہ توبہ کر لیتا ہے تو رب العزت کراماً کاتبین کو اس کے گناہ بھلا دیتے ہیں اور اس کے اعضاء اور جوارح کو بھی بھلا دیتے ہیں حتیٰ کہ زمین کے ٹکڑوں کو بھی اللہ تعالیٰ بھلا دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کی جناب میں کوئی گواہ نہیں ہوگا۔ (اخرجہ ابن عساکر، کنز العمال ۴ ر ۲۰۹)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" حق تعالیٰ شانہ رات کے وقت اپنا دست کرم کشادہ فرماتے ہیں تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور دن میں دست کرم پھیلاتے ہیں تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرے، اور ہر شب و روز یہی عنایت رہتی ہے حتیٰ کہ سورج مغرب کی طرف سے نکلے۔

(اخرجہ مسلم والنسائی کذا فی الترغیب جلد ۴، صفحہ ۸۸، مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ لاحق نہ ہو۔" (جو نزع میں غرغر کی آواز ظاہر کرتا ہے کہ دار العمل کے ختم اور عالم غیب کے سامنے آجانے کا وقت ہے لہٰذا پھر توبہ یا

ایمان معتبر نہیں۔) (اخرجہ ابن ماجہ وترمذی)

ابلیس نے اپنے رب سے کہا ''تیری عزت اور جلال کی قسم! جب تک بنی آدم میں روح رہے گی میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔'' حق تعالیٰ نے اس سے فرمایا ''میری عزت اور جلال کی قسم! جب تک وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے میں بھی ان کو مسلسل معاف کرتا رہوں گا۔'' (کنزالعمال ۱؍۱۴۸۱)

اللہ رب العزت کا پاک ارشاد ہے کہ ''مجھ سے بڑھ کر کون سخی ہے۔ بندوں کی ان کی خواب گاہوں میں حفاظت کرتا ہوں گویا انہوں نے میری نافرمانی نہیں کی، اور یہ میرا کرم ہے کہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ وہ توبہ ہی کرتا رہتا ہے۔ وہ کون ہے جس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کے لیے دروازہ نہ کھولا ہو؟ کون ہے جس نے مجھے سے مانگا ہو اور میں نے اس کو نہ دیا ہو؟ کیا میں بخیل ہوں کہ بندہ مجھ کو بخل کی طرف منسوب کرتا ہے؟۔ (اخرجه الدیلمی و کنز العمال)

گناہوں پر شرمندگی کا اظہار کرنا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس شخص نے کوئی غلطی کی یا کوئی گناہ کیا پھر اس پر شرمندہ ہوا تو یہ شرمندگی اس کے گناہ کا کفارہ ہے۔ (بیہقی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ''ہائے میرے گناہ!! ہائے میرے گناہ!!'' اس نے یہ دو یا تین مرتبہ کہا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا: **اللھم مغفرتک اوسع من ذنوبی ورحمتک ارجی عندی من عملی**. اے اللہ! تیری مغفرت میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے اور میں اپنے عمل سے زیادہ تیری رحمت کا امیدوار ہوں'' اس شخص نے کلمات کہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا پھر کہو، اس نے پھر کہے، آپ نے ارشاد فرمایا: پھر کہو: اس نے تیسری مرتبہ بھی یہ کلمات کہے اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا ''اُٹھ جاؤ، اللہ تعالیٰ

نے تمہاری مغفرت فرمادی۔“ (مستدرک حاکم)

ندامت کے ساتھ اپنے گناہ کا اقرار کرنا اور معافی مانگنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”کوئی بندہ جب گناہ کر لیتا ہے پھر (نادم ہوکر) کہتا ہے: میرے رب! میں تو گناہ کر بیٹھا اب تو مجھے معاف فرمادے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فرماتا ہے: کیا میرا یہ بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہوں کا معاف کرتا ہے اور ان پر پکڑ بھی کرسکتا ہے؟ (سن لو) میں نے اپنے بندے کی مغفرت کردی...... پھر وہ بندہ جب تک اللہ چاہے گناہ سے رکا رہتا ہے۔ پھر وہ کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو (نادم ہوکر) کہتا ہے: میرے رب! میں تو ایک اور گناہ کر بیٹھا تو اس کو بھی معاف کردے۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور اس پر پکڑ بھی کرسکتا ہے؟ (سن لو) میں نے اپنے بندے کی مغفرت کردی.......... پھر وہ بندہ جب تک اللہ چاہے گناہ سے رکا رہتا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو (نادم ہوکر) کہتا ہے: میرے رب! میں تو ایک اور گناہ کر بیٹھا تو اس کو بھی معاف فرمادے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے، اور اس پر پکڑ بھی کرسکتا ہے؟ (سن لو) میں نے اپنے بندے کی تیسری مرتبہ بھی مغفرت کردی بندہ جو چاہے کرے۔ (بخاری ۲/۱۱۱۷)

ایک اور حدیث اور اس کی تشریح

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی وفات کے وقت فرمایا کہ: میں نے ایک بات رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی اور تم سے اب تک چھپائی تھی (اب جب کہ میرا آخری وقت ہے وہ میں تم کو بتاتا ہوں اور وہ امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا آپ فرماتے تھے کہ: اگر بالفرض تم سب (ملائکہ کی طرح) بے گناہ ہو جاؤ اور تم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، تو اللہ اور مخلوق

پیدا کرے گا جن سے گناہ بھی سرزد ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کا فیصلہ فرمائے گا (اور اس طرح اس کی شان غفاریت کا ظہور ہوگا) (صحیح مسلم)

فائدہ!......اس حدیث کی تشریح میں حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ گناہ مطلوب ہیں اور وہ گنہگاروں کو پسند کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس ارشاد کے ذریعے گناہوں اور گنہگاروں کی ہمت افزائی فرمائی ہے، بڑی جاہلانہ غلط فہمی ہوگی۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہے کہ لوگوں کو گناہ سے بچایا جائے اور اعمال صالحہ کی ترغیب دی جائے۔ دراصل حدیث کا منشاء اور مدعا اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کو ظاہر کرنا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت خالقیت کے ظہور کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق پیدا کی جائے اور صفت رزاقیت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس کو رزق کی ضرورت ہو اور اللہ تعالیٰ اس کو رزق عطا فرمائے۔

علی ہذا القیاس جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ہدایت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مخلوق ہو جس میں ہدایت لینے کی صلاحیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو ہدایت ملے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی شان غفاریت کے لئے ضروری ہے کہ کوئی ایسی مخلوق ہو جس سے گناہ بھی سرزد ہوں پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں استغفار کرے اور گناہوں کی معافی اور بخشش چاہے، اور پھر اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت اور بخشش کا فیصلہ فرمائے، اس لئے ناگزیر ہے اور ازل سے طے ہے کہ اس دنیا میں گناہ کرنے والے بھی ہوں گے ان میں سے جن کو توفیق ملے گی وہ استغفار بھی کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کا فیصلہ بھی فرمائے گا اور اس طرح اس کی صفتِ مغفرت اور شان غفاریت کا ظہور ہوگا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا اپنی زندگی میں اس خیال سے کبھی تذکرہ نہیں کیا کہ کم فہم لوگ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جائیں پھر اپنے آخری وقت میں اپنے خاص لوگوں سے اظہار فرما کر امانت گویا ان کے سپرد کردی۔

یہی مضمون الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (بحوالہ معارف الحدیث)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: آدم کے بیٹے! بیشک تو جب تک مجھے سے دعا مانگتا رہے گا اور (مغفرت کی) امید رکھے گا میں تجھ کو معاف کرتا رہوں گا چاہے کتنے ہی گناہ کیوں نہ ہوں اور مجھ کو اس کی پرواہ نہ ہوگی یعنی تو چاہے کتنا ہی بڑا گنہگار ہو تجھے معاف کرنا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے بخشش چاہے تو میں تجھ کو بخش دوں گا اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی۔ (ترمذی ۲/۱۹۳)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم سے اس قدر گناہ اور خطائیں سرزد ہو جائیں جس سے آسمان و زمین بھر جائیں اور پھر تم اللہ سے مغفرت چاہو تو اللہ ضرور مغفرت فرما دے گا، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم خطا نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگ پیدا فرمائیں گے جو گناہ اور خطائیں کریں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیں گے۔ (احمد، ابو یعلی، کنز العمال)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے بندے! بے شک جب تک تو میری عبادت کرتا رہے، اور مجھ سے (مغفرت کی) امید رکھے گا میں تجھ کو معاف کرتا رہوں گا چاہے تجھ میں کتنی ہی برائیاں کیوں نہ ہوں۔ میرے بندے! اگر تو زمین بھر گناہ کے ساتھ بھی مجھ سے اس حال میں ملے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو تو میں بھی زمین بھر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملوں گا یعنی بھر پور مغفرت کر دوں گا۔“ (مسند احمد)

اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ”جس آدمی نے یہ یقین کر لیا کہ میں گناہوں کی مغفرت پر قادر ہوں تو اس کی مغفرت کر دوں گا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں، جب تک وہ میرے ساتھ شرک نہ کرے۔“ (ترمذی عن ابی ذر ۲/۷۶)

حضرت ابو ہریرہ اور ابی سعید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔نہیں ہے کوئی بندہ جو پانچوں نمازیں پڑھتا ہو، رمضان المبارک کے روزے رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ سات کبائر سے بچتا ہو مگر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے قیامت کے دن کھول دیئے جائیں گے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ان تجتنبو کبائر ماتنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم) جن کاموں سے تم کو منع کیا جا رہا ہے اگر تم ان میں سے جو بڑے بڑے گناہ ہیں بچتے رہو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ تم سے زائل کر دیں گے۔“ (اخرجہ ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابن حبان والحاکم و کنز العمال)

اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ”میں بہت ہی کریم ہوں اور بہت ہی عظیم ہوں معاف کرنے کے لحاظ سے کہ مسلمان بندے کی دنیا میں ستاری کی پھر عیب پوشی کے بعد اس کو رسوا کر دوں؟ جب تک بندہ مجھ سے مغفرت طلب کرتا رہتا ہے میں بھی اس کو معاف کرتا رہتا ہوں۔“ (اخرجہ الحکیم الترمذی کذانی کنز العمال)

جو شخص استغفار میں لگا رہے گا یعنی جو شخص کثرت سے استغفار پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی سے نکلنے کا راستہ پیدا فرمادے گا۔ (ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ (قیامت کے دن) اسکا نامۂ اعمال اس کو خوش کرے تو کثرت سے استغفار کرے۔ (طبرانی فی الاوسط ۱/۲۶۵:۸۴۳ عن الزبیر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”میرے بندو! ظلم کو میں نے اپنے اوپر حرام کر لیا اور تم پر بھی میں نے ظلم کو حرام قرار دے دیا۔ پس تم آپس میں ظلم مت کرو۔ اے میرے بندو! تم سب کے سب گمراہ ہو مگر جس کو میں ہدایت دوں، پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تم کو ہدایت دوں گا۔

اے میرے بندو! تم بھوکے ہو مگر جس کو میں کھانا کھلاؤں، تم مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھانا دوں گا۔

اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں کپڑا پہناؤں، پس تم مجھ سے

لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔

اے میرے بندو! تم رات دن خطائیں کرتے ہو اور میں تمام گناہوں کو معاف کرتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے مغفرت طلب کرو میں تمہیں بخشش دوں گا اے میرے بندو! تم ہرگز میرے نقصان کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے ضرور دے سکو اور ہرگز میرے نفع کو نہیں پہنچ سکتے کہ مجھے نفع دے سکو۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے انسان اور جنات تم میں سب سے زیادہ متقی آدمی جیسے ہو جائیں تو میرے سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے پہلے اور تمہارے پچھلے تمہارے انسان اور تمہارے جنات تم میں سب سے زیادہ فاجر آدمی کی طرح ہو جائیں تو میری سلطنت میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے انسان اور جنات ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگیں اور میں ہر ایک کو ہر ایک کی مانگ کے مطابق دے دوں تو میرے خزانوں میں اتنی بھی کمی واقع نہیں ہوگی جتنی کہ سمندر میں سوئی کو ڈبو دیا جائے اور اس کی نوک پر جو پانی لگ جانے سے کمی واقع ہوتی ہے۔

اے میرے بندو! یہ ہیں تمہارے اعمال جن کو میں شمار کر رہا ہوں پھر ان کی میں پوری پوری جزا دوں گا، پس جو خیر پائے اسے چاہیے کہ اللہ کا شکر کرے اور جو اس کے علاوہ پائے (یعنی شر پائے) پس وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔" (مسلم شریف ۳۱۹/۲)

تہجد کے وقت استغفار کرنا

اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں یہاں تک کہ جب رات کا نصف یا دو تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں "میرے بندے میرے علاوہ کسی اور سے نہ مانگیں۔ کون ہے جو مجھے سے سوال کرے اور میں اس کے سوال کو پورا کروں۔ کون ہے جو مجھے سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اس کی مغفرت

کردوں'' حتی کہ صبح ہو جاتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کنز العمال)

توبہ گناہ کو دھو دیتی ہے اور نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ جب بندہ خوشحالی میں اپنے رب کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بلا اور مصیبت میں اس کو نجات عطا فرماتا ہے اور یہ اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں اپنے بندے پر دو امن اور دو خوف جمع نہیں کروں گا اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو اس دن اس کو خوف میں مبتلا کروں گا جس دن اپنے بندوں کو جمع کروں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا تو اس دن اس کو امن میں رکھوں گا جس دن اپنی بارگاہ عالی میں اپنے بندوں کو جمع کروں گا پس یہ امن اس کے لیے ہمیشہ رہے گا جن لوگوں کو میں عذاب میں گھسیٹوں گا یہ ان میں نہیں ہوگا۔'' (کنز العمال ۳/۱۴۵)

بندہ عرض کرتا ہے ''اے رب! مجھے معاف کر دے تحقیق کہ میں گناہ کر بیٹھا۔'' فرشتے عرض کرتے ہیں اے باری تعالیٰ یہ اس (مغفرت) کا اہل نہیں ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں ''لیکن میں تو اس کا اہل ہوں کہ اس کی مغفرت کر دوں۔''

(اخرجہ الحکیم الترمذی عن انس کذا فی کنز العمال ج ۱)

ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص تھا اس نے ننانوے (۹۹) قتل کیے اور اپنے شہر کے سب سے بڑے عالم کو دریافت کیا تو اس کو ایک درویش کا پتہ بتایا گیا وہ اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اس نے ننانوے (۹۹) قتل کیے ہیں، کیا اب بھی اس کے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس نے اسے بھی قتل کر ڈالا اور پورے سو کر دیئے، پھر کسی بڑے عالم کو دریافت کیا تو کسی اور عالم کا پتہ بتایا گیا وہ اس کے پاس پہنچا اور کہا کہ اس نے سو (۱۰۰) آدمیوں کو قتل کیا ہے کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا اس کے اور اس کی توبہ کے درمیان بھلا کون حائل ہو سکتا ہے؟ فلاں فلاں بستی میں چلا جا، جہاں خدا تعالیٰ کے عبادت گزار بندے رہتے ہیں تو بھی جا کر ان کے ساتھ عبادت کر اور اپنے وطن کی طرف واپس مت لوٹ کہ وہ معصیت کی زمین ہے، وہ چلا جب نصف راستہ پر پہنچا تو اس کی موت آ گئی یہاں عذاب اور فرشتوں میں حجت ہونے لگی۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا: یہ توبہ کر

کے خدا کی طرف دلی توجہ سے آرہا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا: اس نے اپنی گزشتہ زندگی میں کبھی کوئی نیک کام کیا ہی نہ تھا اسی درمیان میں ان کے پاس انسانی صورت میں ایک فرشتہ آیا انہوں نے اس کو اپنا پنچ بنالیا اس نے کہا: اچھا دونوں زمینوں کا فاصلہ ناپو جس طرف وہ زیادہ قریب نکلے ادھر ہی کا سمجھا جائے گا۔ ناپا تو وہ ادھر زیادہ قریب نکلا جدھر اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، اس لیے رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔

(صحیح مسلم ۳۵۹/۲ و بخاری)

حضور ﷺ کا ارشاد ہے! اگر تم چاہو میں تمہیں بتادوں کہ اللہ جل جلالہ قیامت کے دن ایمان والوں سے پہلے پہل کیا ارشاد فرمائے گا اور لوگ سب سے پہلے اللہ کی جناب میں کیا عرض کریں گے؟ حق تعالیٰ شانہ ایمان والوں سے فرمائے گا ''کیا تم کو مجھ سے ملنا محبوب تھا؟'' وہ عرض کریں گے ہاں اے ہمارے رب بے شک۔ ارشاد ہوگا ''کس بنا پر؟'' عرض کریں گے ہمیں تیری مغفرت اور معافی کی امید تھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا ''میں نے تم کو بخش دیا، معاف کردیا۔'' (الطبرانی فی الکبیر ۱۲۵/۲۰ مسند احمد ۲۳۸/۵)

جس کو چار چیزیں مل گئی وہ چار چیزوں سے محروم نہیں رہا:

(۱)........جس کو دعا مل گئی وہ قبولیت سے محروم نہیں رہا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (**ادعونی استجب لکم**) مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

(۲)........جس کو شکر مل گیا وہ زیادتی سے محروم نہیں رہا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (**لئن شکرتم لا زیدنکم**) اگر تم شکر کرو گے تو پھر میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔

(۳)........جس کو استغفار مل گیا وہ مغفرت سے محروم نہیں رہا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں (**استغفروا ربکم انہ کان غفارا**) اپنے رب سے بخشش چاہو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔''

(۴)........جس کو توبہ مل گئی وہ قبولیت سے محروم نہیں رہا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں'' **وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ**'' ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو اپنے

بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔" (کنزالعمال ۱۵/۴/۸۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "اے اعرابی (دیہاتی) جب تو نے کہا سبحان اللہ! تو حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں تو نے سچ کہا، اور جب تو نے الحمدللہ کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تو نے سچ کہا، اور جب تو نے کہا لا الہ الا اللہ تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں تو نے سچ کہا، اور جب تو نے کہا اللہ اکبر تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں تو نے سچ کہا، اور جب تو نے کہا (اے اللہ تو مجھے معاف فرما) تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں میں نے معاف کر دیا، اور جب تو کہتا ہے (اے اللہ مجھ پر رحم فرمادے) تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں میں نے تجھ پر رحم کر دیا، اور جب تو کہتا ہے (اے اللہ تو مجھے رزق عطا فرما) تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں میں نے تجھے رزق دیا" (شعب الایمان للبیہقی)

ہر نماز سے پہلے دس مرتبہ استغفار کرنا

حضرت ام رافع رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب تم نماز کے لیے کھڑی ہو تو دس مرتبہ "سبحان اللّٰہ" کہو اور دس مرتبہ "لا الہ الا اللّٰہ" کہو اور دس مرتبہ "استغفر اللّٰہ" کہو۔ "سبحان اللّٰہ" کے جواب میں حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں یہ میرے لیے ہے اور جب تم نے "لا الٰہ الا اللّٰہ" کہا تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں یہ میرے لیے ہے اور جب تم نے "استغفر اللّٰہ" کہا تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں میں نے تمہاری مغفرت کر دی۔" (دس مرتبہ "استغفر اللّٰہ" کہنے پر جواب میں دس بار ارشاد ہوتا ہے میں نے تیری مغفرت کر دی۔) (کذا فی کنزالعمال)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو اس رات میں اللہ کے حضور نوافل پڑھو۔ اس دن کو روزہ رکھو کیونکہ اس رات غروب آفتاب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی خاص تجلی اور رحمت پہلے آسمان پر اُترتی ہے اور وہ ارشاد فرماتا ہے "ہے کوئی بندہ جو مجھ سے بخشش اور مغفرت طلب کرے اور میں اس کی مغفرت کا فیصلہ کروں، کوئی مبتلائے مصیبت بندہ ہے جو مجھ سے صحت اور عافیت

کا سوال کرے اور میں اس کو عافیت عطا کروں۔''اس طرح مختلف قسم کے حاجتمندوں کو اللہ پکارتا ہے کہ وہ اس وقت مجھ سے اپنی حاجتیں مانگیں اور میں عطا کروں، غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اسی طرح اپنے بندوں کو پکارتی رہتی ہے۔''

(رواہ ابن ماجہ کذا فی الترغیب جلد۲، ابن ماجہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی غیبت کرے تو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے کیونکہ یہ استغفار اس غیبت کا کفارہ ہو جائے گا۔'' (کنز العمال۳/۵۸۸:۸۰۲۷)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص ہر نماز کے بعد استغفر اللہ واتوب الیہ پڑھا کرے تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی خواہ وہ میدان جنگ سے بھاگ کر ہی کیوں نہ آیا ہو۔''

(رواہ الطبرانی فی الصغیرہ والاوسط کذا فی الترغیب جلد۲)

بندوں کی بیماری گناہ، اور اس کا علاج استغفار ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم کو تمہارے مرض اور تمہاری دواء کے بارے میں نہ بتاؤں؟ غور سے سنو! تمہارا مرض گناہ ہے اور تمہاری دواء استغفار ہے۔'' (رواہ البیھقی کذا فی الترغیب جلد ۲)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''سید الاستغفار یہ ہے کہ تو اللہ کے حضور میں یوں عرض کرے:'' **اللھم انت ربی لا الہ الا انت خلقتنی وانا عبدک وانا علیٰ عھدک ووعدک ما استطعت اعوذبک من شرما صنعت ابوء لک بنعمتک علی وابوء بذنبی فاغفرلی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت''**

ترجمہ......اے اللہ تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی مالک اور معبود نہیں تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا اور وجود بخشا میں تیرا بندہ ہوں جہاں تک مجھ عاجز اور ناتواں سے ہو سکے گا

، تیرے ساتھ کیے ہوئے ایمانی عہد و میثاق اور اطاعت اور فرماں برداری کے وعدوں پر قائم رہوں گا، تیری پناہ چاہتا ہوں اپنے عمل و کردار کے شر سے، میں اقرار کرتا ہوں کہ تو نے مجھے نعمتوں سے نوازا اور اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے تیری نافرمانیاں کیں اور گناہ کیے اے میرے مولا و مالک تو مجھے معاف فرمادے میرے گناہ بخش دے تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس بندے نے دل کے یقین کے ساتھ دن کے کسی حصہ میں یہ کلمات پڑھے اور اسی دن، رات شروع ہونے سے پہلے اس کو موت آگئی تو بلاشبہ جنت میں جائے گا اور اسی طرح اگر رات کے کسی حصہ میں یہ کلمات پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے اس رات وہ چل بسا تو وہ بلاشبہ جنت میں جائے گا۔"

(اخرجہ احمد والبخاری والنسائی کذا فی الترغیب جلد ۲)

ایک آدمی نے اپنے اوپر ظلم ڈھار کھا تھا (یعنی گنہگار تھا) جب موت کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں کو یہ وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا ڈالنا، پھر مجھے پیس ڈالنا، پھر سمندر میں بہا دینا پس اللہ کی قسم اگر اللہ نے مجھ پر قابو پالیا تو وہ مجھے اس قدر عذاب دے گا کہ کبھی کسی کو اتنا عذاب نہیں دیا ہوگا۔ بیٹوں نے حسب وصیت عمل کیا، اللہ نے زمین کو حکم دیا جو تو نے لیا ہے وہ دے، پس اللہ کی قدرت وہ انسانی شکل میں کھڑا ہوا تھا۔ اللہ نے اس سے فرمایا: "اس حرکت پر تجھ کو کس نے ابھارا۔" کہنے لگا "تیرے خوف نے یارب۔" اللہ نے اس خوف کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادی۔ (کنز العمال ج ۴)

اللہ کے راستے میں دل کا کپکپانا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"جب مسلمان کا دل اللہ کے راستہ میں کپکپانے لگے تو اس کی خطائیں ایسی جھڑتی ہیں جیسے کھجور کے خوشے (تیز ہوا کے چلنے سے) گر جاتے ہیں۔

محترم قارئین! آپ نے توبہ کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں اب کچھ وضاحت کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان احادیث کے بعد ذیل میں توبہ کے بارے میں

تفصیلی وضاحت پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمایئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

توبہ کا معنی اور اہمیت

''توبہ'' عربی زبان کا (مونث) لفظ ہے اس کے ایک معنی تو رجوع کرنے اور پلٹنے کے ہیں اور دوسرے معنی یہ ہیں کہ انسان سے جو غلطی سرزد ہوئی ہو وہ اس پر نادم ہو اور جس برائی کا وہ مرتکب ہوا ہے یا ہوتا رہا ہے اس سے باز آجائے اور آئندہ اس کا ارتکاب نہ کرنے کا عہد کرے گناہ کا ارتکاب کرنے والے کسی مسلمان بندے کے توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی یا سرکشی سے باز آگیا اور طریق بندگی کی طرف پلٹ گیا جب اللہ جل شانہ اپنے آپ کو توّاب کہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شرمسار بندے پر رحمت کی نظر کرنے والا بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔توبہ کن لوگوں کی قبول ہوتی ہے اور کن لوگوں کی نہیں ہوتی؟ اس کا جواب سورۃ النساء میں یوں دیا گیا ہے:

ترجمہ: یہ جان لو کہ اللہ پر توبہ کی قبولیت کا حق انہی لوگوں کے لئے ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی برا فعل کر بیٹھتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظر عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور ساری باتوں کی خبر رکھنے والا حکیم و دانا ہے مگر توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جو بُرے کام کئے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی اور اسی طرح توبہ کرنے کے لئے بھی نہیں مرتے دم تک کافر رہیں۔ (آیت ۱۷۔۱۸)

اسی طرح سورۃ الانعام میں ارشاد ہوا ہے:

جب تمھارے پاس وہ لوگ آئیں جو آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہا اگر تم میں کوئی نادانی سے کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔ (آیت ۵۴)

ان ارشادِ ربانی سے صاف ظاہر ہے کہ توبہ صرف اہلِ ایمان کی قبول ہوتی ہے اور صرف اُن اہل ایمان کی جو قصداً نہیں بلکہ نادانی کی بنا پر قصور کرتے ہیں اور جب ان کی آنکھوں سے جہالت کا پردہ ہٹتا ہے تو شرمندہ ہو کر توبہ کر لیتے ہیں ایسے بندے جب بھی اپنے قصور پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں گے اس کا دروازہ کھلا پائیں گے مگر ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو اللہ کے خوف سے بے نیاز ہو کر تمام عمر گناہ پر گناہ کئے چلے جائیں اور پھر جب موت سر پر آ کھڑی ہو اس وقت اللہ سے معافی مانگنے لگیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ بندے کی توبہ بداسی وقت قبول کرتا ہے جب تک آثار موت شروع نہ ہو جائیں اس ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق موت کے وقت انسان کے امتحان یا آزمائش کی مہلت پوری ہو جاتی ہے چونکہ وہ امتحان میں پورا نہیں اترتا اس لئے اس کی توبہ کا وقت بھی گزر گیا اسی طرح جب کوئی شخص دولت ایمان سے محروم رہا اور کفر کی حالت میں مرا موت کے وقت اس کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی یہاں یہ امر بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ اگر کوئی مسلمان توبہ کرتا ہے تو اس توبہ کا تقاضہ یہ ہے کہ توبہ کرنے والے سے جو گناہ پہلے سرزد ہو چکے ہوں وہ ان کی تلافی کرنے کی پوری کوشش کرے اور جہاں تلافی کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو اللہ سے بار بار معافی مانگے اور زیادہ سے زیادہ نیکیاں کر کے اس داغ کو دھوتا رہے جو اس کے دامن پر لگ چکا ہے لیکن کوئی توبہ اس وقت تک سچی توبہ نہیں ہوتی جب تک کہ یہ اللہ اور صرف اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے نہ ہو کسی دوسری وجہ یا غرض یا مجبوری کی بناء پر کسی بُرے فعل کو چھوڑ دینا توبہ کی تعریف ہی میں نہیں آتا سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

واستغفرُ وا ربکم ثُم تو بُوا الیه ، انّ ربّی رحیم وّدُ و د :

(آیت:۹۰)

یعنی اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آو، بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ کو اپنے بندوں کا توبہ کرنا بہت محبوب ہے وہ بڑا رحم کرنے

والا ہے اور اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق سے بے پناہ محبت رکھتا ہے یہی بات رسول اللہ ﷺ نے یہ مثال دے کر واضح فرمائی کہ اگر تم میں سے کسی شخص کا اونٹ ایک لق و دق صحرا میں گم ہو گیا ہو اور اس کے کھانے پینے کا سامان بھی اونٹ پر لدا ہو اور وہ شخص اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مایوس ہو چکا ہو یہاں تک کہ زندگی سے نا امید ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا ہو اور عین اس حالت میں وہ یکا یک دیکھے کہ اس کا اونٹ اس کے سامنے کھڑا ہے تو اس وقت جیسی خوشی اس کو ہو گی اس سے بہت زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے توبہ کرنے سے ہو گی ایک اور حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی گرفتار ہو کر آئے ان میں ایک عورت بھی تھی جس کا شیر خوار بچہ بچھڑ گیا تھا وہ ماما کی ماری ایسی بے چین تھی کہ جس بچے کو پا لیتی اسے چھاتی سے چمٹا کر دودھ پلانے لگتی تھی، نبی ﷺ نے اس کا حال دیکھ کر ہم لوگوں سے پوچھا کیا تم لوگ یہ توقع کر سکتے ہو کہ یہ ماں اپنے بچے کو خود اپنے ہاتھوں سے آگ میں پھینک دے گی؟ ہم نے کہا ہرگز نہیں خود پھینکنا تو کجا اگر بچہ خود گرتا ہو تو وہ اپنی حد تک اسے بچانے کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا رحم اپنے بندوں پر اس سے بہت زیادہ ہے جو یہ عورت اپنے بچے کے لئے رکھتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی ہے کہ اس کے بندے بار بار گناہ کرتے ہیں اور بار بار توبہ کرتے ہیں لیکن وہ اس کی لغزشوں سے ہر بار درگزر کر کے ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے کیونکہ اس کو اپنی مخلوق سے بے انتہا محبت ہے اور اس کی رحمت کی بھی کوئی حد نہیں فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ اس کو احاطہ بیاں میں لانا ناممکن ہے اسی لئے اس ذات رحیم و کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

''لا تقنطو امن رّحمة الله انّ الله يغفرُ الذُّنوب جميعاً ، انهٗ هو الغفوُر الرحيم'' (الزمر آیت:۵۳)

یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفورُ الرّحیم ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ صرف اہل ایمان کی توبہ قبول کرنے کا

مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم کفر وشرک سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی عہدِ رسالت میں بے شمار ایسے واقعات ملتے ہیں کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت میں نہایت گھناؤنے جرائم (ڈاکازنی، دختر کشی، قتل وغارت وغیرہ) کے مرتکب ہوئے تھے انھوں نے جب اسلام قبول کیا رحمت عالم ﷺ نے ان کو کھلے لفظوں میں بشارت دی کہ اسلام سے پہلے کہ ان کے تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیئے گویا رحمت الٰہی کی وسعت ان لوگوں پر بھی محیط ہے جو کفر وشرک ترک کرکے دین حق قبول کرتے ہیں دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے بچنے اور ان سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(بحوالہ صالحین کی توبہ)

توبہ کے آداب وشرائط

توبہ کے لئے یہی کافی نہیں کہ زبان سے کہہ دیا ”معافی“ تو معافی ہوگئی بلکہ توبہ کی قبولیت کے لئے درج ذیل آداب وشرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱)......سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان اپنے کئے ہوئے گناہوں پر نادم ہو، پشیمان ہو۔ ”ان یَّنـدَمَ علیھا“ اسے واقعی شرمندگی ہو کہ میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کرکے بہت برا کیا ہے۔ مجھ سے زیادہ نمک حرام اور ناشکرا کون ہے؟...... مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔

(۲)......جن گناہوں سے توبہ کررہا ہے، انہیں فی الفور چھوڑ دے۔ اگر ابھی تک معصیت میں گرفتار ہے تو پھر توبہ کس بات کی؟...... گناہوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا ضروری ہے۔

(۳)......دل میں آئندہ سے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ میں اس گناہ کے پاس بھی نہیں پھٹکوں گا۔

توبہ کی شرائط پوری کرنے کے بعد درج ذیل کام کرنے ضروری ہیں۔

۱......حقوق العباد کی معافی

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ: جو حقوق العباد ہوتے ہیں، وہ فقط زبان کی توبہ سے معاف نہیں ہوجاتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق تو معاف فرمادیتے ہیں۔ لیکن بندوں کے حقوق بندوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں۔ جس پر ظلم کیا تھا، اس سے معافی مانگے، جو مال چھینا تھا، وہ واپس کردے۔ کسی کی غیبت کی تھی، اس سے معافی مانگے، یا اگر کوئی بندہ ان میں سے فوت ہوگیا، اور اس نے اس کے ساتھ ظلم کیا تھا، تو اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کردے۔ تاکہ اس کا اجر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حق والے کو دے دیں۔ اور اسے معاف فرمادیں۔ تو حقوق العباد کی معافی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا پڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ بس جی ہم حج پر چلے گئے، اور واپسی پر ہر چیز ہوگئی...... چاہے جاتے اور آتے ہم جو مرضی کرتے پھریں۔

۲......دل کو منفی جذبات سے خالی کرے

پھر دوسرا کام یہ کرے کہ وہ اپنے دل کو حسد اور کینہ سے خالی کرے، کیونکہ جب گناہ سے توبہ کررہا ہو اور سینہ کینے سے بھرا ہوا ہو تو وہ توبہ بھلا کیا فائدہ دے گی۔ لہٰذا اس کے دل میں مومن کے بارے میں انتقام، نفرت اور دشمنی نہ رہے، وہ سب کو اللہ کے لئے معاف کردے۔ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ وہ جنتی آرہا ہے، سننے والے بہت حیران ہوئے۔ حتیٰ کہ ایک صاحب کے دل میں خیال آیا کہ میں پتہ تو کروں کہ اس کا کون سا خاص عمل ہے کہ اس کے لئے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ اسے کہنے لگے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں تین دن آپ کے گھر مہمان بنوں۔ انہوں نے کہا: جی ضرور تشریف لائیے۔ وہ ان کے گھر پہنچ گئے۔ انہوں نے تین دن تک اس کو دیکھا، مگر ان کو کوئی خاص عمل نظر نہ آیا۔ جس طرح باقی لوگ تہجد اور دیگر نوافل پڑھتے تھے اسی طرح وہ بھی پڑھتے۔ ان کی کوئی انوکھی بات نظر نہ آئی۔ تین دن کے بعد انہوں نے پوچھا، بھئی! بھی میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے آپ کے بارے میں یہ الفاظ سنے تھے اور اسی لئے میں آپ کے ہاں مہمان بنا، کہ مجھے آپ کے اندر

وہ خاص عمل نظر آئے جس کی وجہ سے آپ کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ لیکن مجھے تو آپ میں کوئی ایسا عمل نظر نہیں آیا، اگر کوئی ہے تو آپ خود ہی بتا دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا اور تو کوئی خاص عمل نہیں ہے البتہ یہ ہے کہ جب میں رات کو بستر پر سونے کے لئے لیٹتا ہوں تو میں اپنے دل میں ایمان والوں کے بارے میں پائے جانے والے غصہ اور کینہ کو اللہ تعالیٰ کے لئے ختم کر دیتا ہوں۔

۳......فساق و فجار سے علیحدگی اختیار کرے

اس کے بعد تیسرا کام یہ کرے کہ وہ فاسق و فاجر لوگوں سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو جائے۔ ہم روزانہ وتر میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں:

"ونخلع ونترک من یفجرک"

''اور (اے پروردگار) ہم جدا ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس بندے کو جو فاسق و فاجر ہے۔''

ہم روزانہ رات کو عشاء کے وقت کھڑے ہو کر نماز میں اللہ تعالیٰ سے ہاتھ باندھ کر وعدہ کرتے ہیں، اور دن پھر انہی لوگوں کے ساتھ گزار رہے ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اب اس سے کوئی تعلق ہی نہیں رہے گا چاہے رشتہ داری ہی ہو، نہیں، بلکہ اس کے ساتھ دوستی ختم کر دے۔ لین دین کا معاملہ تو ہر ایک کے ساتھ کرنا ہی ہوتا ہے، وہ تو کافروں کے ساتھ بھی کرتے ہیں۔ مگر ایک ہوتا ہے دوستی کا تعلق، قلب کا تعلق، وہ توڑ لے۔ اور یہ مطلب بھی نہیں کہ اب اس کو سلام بھی کبھی نہیں کرنا، نہیں بلکہ جو اصول شریعت نے بنا دیئے ہیں ان کی حدود میں رہیں اور دل کی محبت کا جو تعلق تھا اس کو ختم کر لیں اور پرہیزگار لوگوں سے دوستی رکھیں۔ اگر پھر بھی بدکار لوگوں کے ساتھ صحبت رہے گی تو پھر توبہ قبول نہیں ہوگی اور وہ لوگ پھر گناہ میں ملوث کر دیں گے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی گندی نالی میں پڑا ہو تو اس کے اوپر وہیں پانی ڈالنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس کو نالی سے نکال کر پاک پانی میں ڈالیں تو پھر وہ صاف ہوگا۔ اسی طرح سے ہم اگر اپنے دل کو پاک کرنا چاہتے ہیں تو فاسق

وفاجر لوگوں کی گندی نالی سے اپنے آپ کو بچانا پڑے گا۔ پھر اس پر اللہ کے ذکر کے چند قطرے پڑ جائیں گے تو یہ دل پاک اور صاف ہو جائے گا۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے قول کا پاس کریں جو ہم روزانہ اپنے پروردگار کے سامنے کہہ رہے ہوتے ہیں۔

۴......مکافاتِ عمل

جب انسان گناہوں سے معافی مانگ لے تو ایک کام اور کرنا پڑے گا۔ وہ یہ کہ ان گناہوں کی مکافات کرے۔ یعنی جو گناہ کر بیٹھا تھا اب اس کی کمی کو پورا کرے۔ اس کے بدلے نیک اعمال کرے۔ مثال کے طور پر اگر یہ آدمی غیر محرم پر نظر ڈالتا تھا اور سچی پکی توبہ کر چکا ہے تو اب وہ قرآن پر نظر ڈالے تا کہ وہ نگاہ جو غلط استعمال ہوتی تھی اب وہ نگاہ ٹھیک جگہ پر استعمال ہو رہی ہو۔ ماں باپ کے چہرے کو دیکھے تو محبت وعقیدت کے ساتھ دیکھے تا کہ غیر محرم کی طرف دیکھنے کی نحوست ختم ہو جائے۔ اسی طرح اگر فرض کریں کہ کسی وقت مسجد میں جنب (ناپاکی) کی حالت میں داخل ہو گیا تھا تو اب توبہ بھی کرے اور اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بھی بیٹھے تا کہ وہ جو ناپاکی کی حالت میں داخل ہوا تھا اب اس کمی کو زیادہ عبادت کے ذریعے پورا کرے۔ یا فرض کریں کہ ایک آدمی شراب سے توبہ کر لیتا ہے تو اسے چاہیئے کہ اب پیاسوں کو پانی پلایا کرے تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرمالیں۔ غرضیکہ جو گناہ کیا کرتا تھا اس کے مناسب کوئی اور کام زیادہ کرے تا کہ اس گناہ کا وبال اور ظلمت بالکل ختم ہو جائے۔ اگر اس نے مسلمانوں کو تنگ کیا تھا اور توبہ کر لی تو اب ان مسلمانوں پر احسان کرے۔ اس صورت میں یہ توبہ توبہ کہلائے گی۔ یہ نہیں کہ زبان سے تو توبہ کر لی اور عمل میں کوئی تبدیلی بھی نہ آئی۔ اگر نمازیں اور روزے قضا کئے تو ایک تو ان کو ادا کرے اور جب ادا کر لئے اور صاحب ترتیب بن جائے تو پھر نوافل کی کثرت کرے اور دعا کرے کہ یا اللہ وقت پر عبادت نہیں کی اب میں نفلی عبادات بھی کر رہا ہوں کیونکہ میں توبہ تائب ہو چکا ہوں۔ جب انسان ان گناہوں کے مقابلے میں نیکیوں کی کوشش کرتا ہے تو پروردگار پھر اس

کی توبہ سے خوش ہو کر اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دیتے ہیں۔

جب بندہ توبۃ نصوح کر لیتا ہے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ بھی چار کام کر دیتے ہیں:......

(۱)......اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

"التائب حبیب اللّٰہ"

"گناہوں سے توبہ کرنے والا اللہ کا دوست بن جاتا ہے۔"

(۲)......اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو اس طرح مٹاتے ہیں کہ جیسے اس نے کبھی گناہ کئے ہی نہیں تھے۔

"التائب من الذنب کمن لاذنب لہٗ"

"گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے، کہ جیسے اس نے کبھی کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔"

چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سچی توبہ کر لیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بندے کو آئندہ شیطان کے فریب اور ہتھکنڈوں سے بچا لیتے ہیں۔

"ان عبادی لیس لک علیھم سلطٰنٌ" (سورۃالحجر: ۴۲)

"اے مردود! جو میرے بندے ہوں گے ان پر تیرا کوئی بس نہیں چل سکتا۔"

اس کا کیا مطلب؟......کیا وہ فرشتہ بن گیا؟......کیا اس سے کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہو سکتا؟......نہیں، نہیں......اس کا مطلب یہ ہے کہ اب بھی اس سے کوئی ایسا گناہ تو ہو سکتا ہے، کہ جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں سے گر جائے، یا اسے اللہ کے دربار سے دھتکار دیا جائے۔ لیکن اگر اس سے کوئی چھوٹی موٹی خطا ہو بھی گئی، تو وہ فوراً اس سے توبہ کر کے معافی مانگ لے گا۔

(۴)......ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ اس کی موت سے پہلے فرشتوں کو بھیج کر اس

کے اچھے انجام کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔

"تتنزل علیھم الملئکۃ، الاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون" (حٰم السجدہ: ۳۰)

''ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوشخبری سنو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ تھا۔''

اللہ رب العزت ہمیں بھی یہ نعمت عطا فرمادے۔

محترم قارئین! توبہ کرتے رہئے کرتے رہئے۔حتیٰ کہ اتنی بار توبہ کیجئے کہ شیطان تھک جائے اور کہے کہ یہ کیسا بندہ ہے کہ میں بار بار محنت کر کے گناہ کرواتا ہوں اور یہ ... کے سب پر پانی پھیر دیتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ انسان اپنے اعمال پر بھروسہ نہ کرے ... اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

نویں فصل

طلبِ علم سے متعلق اعمال

حضرت سخیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو علم کی طلب میں لگ گیا اس کے گذشتہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی۔''

(اخرجہ الترمذی فی فضل العلم)

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے'' اے علماء کی جماعت! میں نے تمہارے سینوں میں صرف اس لئے علم رکھا تھا کہ تمہارے ذریعہ سے اپنی پہچان کراؤں اٹھو! بے شک میں تم کو معاف کر چکا ہوں۔ (کنز العمال ۱۰/۱۷۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جس بندے نے جوتا پہنا یا چرمی موزہ پہنا یا کوئی لباس پہنا علم کی طلب میں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنی گھر کی دہلیز پر پہنچے۔''

(اخرجہ الطبرانی کذا فی الترغیب جلد ا، صفحہ ۱۰۵)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا'' جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے کسی راستہ پر چلے تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیں گے اور اس کے اس عمل سے خوش ہو کر فرشتے طالب علم کے لیے اپنے پروں کو رکھ دیتے ہیں (یعنی پرواز روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں) اور عالم کے لیے آسمانوں کی تمام مخلوق اور زمین کی تمام مخلوق دعائے مغفرت کرتی ہے حتیٰ کہ مچھلیاں پانی میں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چاند کی فضیلت باقی ستاروں پر، اور تحقیق علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام دینار اور درہم کا کسی کو وارث نہیں بناتے وہ تو علم کا وارث بناتے ہیں لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے

بہت بڑی خیر حاصل کر لی۔''

(الترمذی باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ من کتاب العلم ۲/۹۳)

ابن عبدالبر نے اسی کے مثل حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے ''علماء اور طالب علم کے لیے ہر تر اور خشک چیز دعائے مغفرت کرتی ہے۔ سمندر کی مچھلیاں اور زہریلے جانور، جنگل کے درندے اور چوپائے'' اور ابوداؤد اور ترمذیؒ وغیرہ کی ایک روایت میں جو ابودرداءؓ سے منقول ہے الفاظِ حدیث یوں ہیں'' طالب علم کے لیے آسمان کے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں رحمت کی دعا کرتے ہیں۔''

(کذافی الترغیب جلد ۱، صفحہ ۹۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جس نے اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن پڑھایا اس کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔'' (کذافی عندالطبرانی فی الاوسط، وھوفی مجمع الزوائد)

ان مختلف احادیث کے بعد اب ذیل میں طلبِ علم سے متعلق تفصیلی مضامین پیش کئے جا رہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

طلبِ علم کی فضیلت اور تشریح

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جسے اللہ بھلائی سے نوزانا چاہتے ہیں اسے دین کا سمجھدار بنا دیتے ہیں پھر فرمایا کہ میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔

ف...... اس حدیث پاک میں دو اہم باتیں ارشاد فرمائی ہیں اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی دینی و دنیوی، روحانی، جسمانی نعمتیں اپنی مخلوق پر بہت زیادہ ہیں لیکن ان تمام نعمتوں میں (دولتِ ایمان کے بعد) جو بہت بڑی دولت ہے وہ دین کی سمجھ ہے جسکو خصوصیت کے ساتھ بڑی دولت دینے اور برتری اور بھلائی سے نوازنے کا ارادہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں اس کو دین کی سمجھ عنایت فرما دیتے ہیں، سب سے بڑی نعمت دکانداری

، مالداری وزارت لیڈری، گورنری، شہرت، سحر بیانی نہیں ہے بلکہ دین کی سمجھ سب سے بڑی نعمت ہے جس کے سامنے تمام نعمتیں ہیچ ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے دینی سمجھ دین کے اصول وفروع معلوم ہونے اور دینی زندگی اختیار کرنے اور دینداروں کی صحبت اٹھانے سے نصیب ہوتی ہے بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ بہت زیادہ علم والا شرعی اشکال حل کرنے کیلئے گہری سوچ اور فکر میں پڑتا ہے اور جسے اپنی سمجھ ہوتی ہے جلدی حل کر لیتا ہے، جہاں علم دین ضروری ہے وہاں دینی سمجھ بھی ضروری ہے دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ محض سمجھ سے دین پر چلنا اور دین کے مطابق فیصلے کرنا اور فتوے دینا درست نہیں ہوسکتا، دینی علم کی بھی ضرورت ہے اسی لئے حضور اقدس ﷺ نے صرف ''یفقهه'' نہیں فرمایا بلکہ ''یفقهه فی الدین'' فرمایا: اس زمانے میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو تجارتی سمجھ یا وزارت چھیننے کی سمجھ یا سائنس کے ذریعے ایجادات سے منتفع ہونے اور روپیہ جمع کرنے یا مکان بنانے کی سمجھ رکھتے ہیں اور اسی حقیر سمجھ سے دین کی گھتیاں سلجھانا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے ایسے ایسے فتوے دیتے رہتے ہیں جو سراسر غیر دینی ہوتے ہیں اور اصولِ دین کے پیش نظر ان مفتیوں کو کفر کی حد تک پہنچا دیتے ہیں ایسے ناسمجھ لوگ علمائے کرام کو بھی دین میں کتر بیونت کرنے کی دعوت دیتے ہیں، سلف صالحین پر فقرے کستے ہیں قرآن شریف اور احادیث کریمہ کی تکذیب کرتے ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سمجھ دار تو ہیں لیکن دین کے سمجھداری نہیں ہیں، دینی سمجھ اور دینی علم دونوں سے خالی ہیں اس لئے دین کے نام اور دین کے عنوان پر دین سے دور ہوتے چلے جارہے ہیں اور اسی ناسمجھی کا ایک یہ بھی مہلک نتیجہ ہے کہ دینی سمجھ اور دینی علم یورپ کے سیاسی نصرانیوں سے حاصل کرنے کو فخر سمجھتے ہیں۔

دوسری بات جو اس حدیث شریف میں ہے کہ میں بانٹنے ہی والا ہوں اور اللہ تعالیٰ دیتے ہیں، اس کا مطلب یہ کہ دینی احکام ومسائل علوم ومعارف جو تم مجھ سے حاصل کرتے ہو یہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے سب کو وہی دیتا ہے میں تو واسطہ ہوں اصل

دینے والا خالق و مالک ہے کسی کو بھی علم و عرفان کا سمندر دیکھ کر خدا سے غافل نہ ہو جاؤ جس نے یہ علوم دیئے ہیں اس کی حمد کرو اور اسی سے مزید علم طلب کرو۔

(بحوالہ فضائل علم)

تعلیم کا مسئلہ بڑا اہم ہے، تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم بغیر تعلیم کے ترقی نہیں کر سکی، گویا کسی بھی قوم کی ترقی تعلیم میں مضمر ہے۔ اسی لئے تعلیم کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جو آیت قرآنی نازل ہوئی یعنی "اقراء باسم ربک الذی خلق" اس میں رب العزت نے تعلیم اور پڑھنے ہی کی طرف متوجہ فرمایا، اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام نے صرف دینی اور مذہبی تعلیم ہی کو اہمیت دی ہے یا عصری تعلیم کا بھی خیال رکھا ہے، نیز یہ کہ آخرت میں کامیابی کا مدار کس تعلیم پر ہے۔ تو عرض یہ ہے کہ تمام علوم اسلام میں مطلوب ہیں اور اسلام نے کبھی عصری تعلیم سے عداوت نہیں رکھی، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے علم کی تقسیم علمِ نافع اور علمِ غیر نافع سے کی ہے، جو علم انسان کو دینی یا دنیوی نفع پہنچائے وہ علم نافع ہے اور جو علم انسان کی ہلاکت کا سبب بنے وہ غیر نافع ہے۔ حضور اکرم ﷺ علمِ نافع کیلئے دعا کیا کرتے تھے اور علم غیر نافع سے پناہ مانگتے تھے۔ اس تعریف کے پیش نظر کئی عصری علوم و فنون علمِ نافع کی فہرست میں آ جاتے ہیں اسلئے عصری علوم سے مکمل روگردانی نہیں کی جا سکتی چونکہ کئی مواقع پر یہ علم راہنمائی کرتا ہے، تاہم معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی جانتا ہے کہ کامیابی و کامرانی کا مدار اس علم کے سیکھنے میں ہے جس کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی تھی یعنی دینی اور مذہبی تعلیم۔

حصولِ علم اقوامِ عالم کی زندگی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز مذہبِ اسلام نے علم کو جو اہمیت دی ہے کسی مذہب نے نہیں دی۔ پھر علم دین کا ہو یا دنیا کا کسی فائدے سے خالی نہیں۔ البتہ دنیاوی علوم فنون کا درجہ رکھتے ہیں اور روزِ قیامت ان پر نجات کا مدار نہیں۔ جبکہ علمِ دین اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین اور پسندیدہ دین ہے اور اس دین کے حاصل کرنے والوں کا مقام قرآن و حدیث میں کثرت سے بیان ہوا ہے۔ رب العالمین

فرماتے ہیں:

''یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ دَرَجٰت''

''اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بلند فرمائینگے۔''

نیز فرمانِ رسول ﷺ کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔

علم کی تعریف

علم وہ ہے جو گناہ کرنے سے زائل ہو جاتا ہے اور گنہگار کو حاصل نہیں ہوتا اگر محض الفاظ دانی کا نام علم ہوتا تو وہ معاصی کے ساتھ بھی جمع ہو جاتا بلکہ کفر کے ساتھ بھی۔ ورنہ بیروت اور جرمن میں عیسائی عربی کے ادیب ہوتے ہیں ان کا حافظہ بھی قوی ہے ذہن بھی تیز ہے، پس معلوم ہوا کہ علم اس کا نام نہیں حقیقت میں علم کی حقیقت نور ہے جس کی نسبت قرآن میں ہے ''قَدْ جَاءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتَابٌ مُّبِیْن'' اسی کو روح بھی فرمایا ہے ''وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ'' بس حقیقت میں یہی چیز علم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے کتابیں زیادہ نہیں پڑھی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے قلب میں ایک نور بخشا تھا کہ جس چیز کو بیان کرتے تھے، بالکل صحیح فرماتے تھے۔ اور اب کسی کو کتنا ہی تجربہ ہو جائے مگر وہ علم نصیب نہیں ہوتا جو امام صاحب کو حاصل تھا۔ (رسالہ آئینہ مظاہر ص ۱۷)

مولوی احکام داں کو کہتے ہیں، عربی داں کو نہیں کہتے۔ عربی داں ابو جہل بھی تھا مگر لقب تھا ابو جہل نہ کہ عالم۔ (کلام الحسن ص ۵۵)

مولوی سے مراد عالم باعمل ہے جس کا نام چاہے آپ درویش رکھ لیجئے۔ جو ایسا نہیں ہمارے نزدیک وہ مولویوں میں داخل ہی نہیں ہم صرف عربی جاننے والے کو مولوی نہیں کہتے۔ مصر، بیروت میں عیسائی، یہودی عربی داں ہیں تو کیا ہم ان کو مقتداء دین کہنے لگیں۔

(تجدید تعلیم ص ۳۴)

مولوی اسی کو کہتے ہیں جو مولا والا ہو یعنی علم دین بھی رکھتا ہو اور متقی بھی ہو، خوف خدا وغیرہ، اخلاق حمیدہ بھی رکھتا ہو۔ صرف عربی جاننے سے آدمی مولوی نہیں ہوتا چاہے وہ کیسا ہی ادیب ہو، عربی میں تقریر بھی کر لیتا ہو، تحریر بھی لکھ لیتا ہو کیونکہ عربی داں تو ابوجہل بھی تھا لیکن وہ آج کل کے ادیبوں سے زیادہ عربی داں تھا تو وہ بڑا محقق عالم ہونا چاہیے حالانکہ اس کا نام ہی ابوجہل تھا۔ معلوم ہوا کہ صرف عربی داں کا نام مولویت نہیں۔ (التبلیغ ص۱۳۳ ج۱۔ بحوالہ تحفۃ العلماء)

شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سعدی بشوئے ازلوح دل نقش غیر حق　　علم کہ راہ بحق نہ نماید جہالت است

''دل کی تختی سے غیر حق کے نقوش کو مٹا ڈالو اور دھوڈالو اس لئے کہ جو علم حق کی طرف راہنمائی نہیں کرتا وہ علم نہیں جہالت ہے۔''

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است　　بجز حرف عشق ہر چہ بخوانی بپالت است

''یادِ دوست کے سوا جو کچھ بھی کرتے ہو عمر کو ضائع کرتے ہو اور حرف عشق کے علاوہ جو کچھ بھی پڑھتے ہو محض فضول حرکت ہے۔''

یعنی وہ کیا علم ہے جو آدمی کو اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچاتا، یعنی اللہ تعالیٰ کے دروازے تک نہیں لے جاتا، وہ کیسا علم ہے؟ کسی چیز کی حقیقت تک پہنچ جانا علم کہلاتا ہے۔

پھر یہ علم کئی طریقے سے حاصل ہوتا ہے، کچھ تو یہ پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہوتا ہے، بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو۔

کبھی اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی صحبت میں رہنے سے علم ملتا ہے اور دل میں ایک بصیرت پیدا ہو جاتی ہے، اور وہ حقائق کو پہچانتی ہے، اور کبھی علم لدنی ہوتا ہے، یعنی حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے القا کیا جاتا ہے، جیسے قرآن کریم میں ہے:

''وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا'' اور ہم نے اس کو اپنی جانب سے علم سکھلایا۔

(اصلاحی مواعظ ج۶)

علم دین کی دو قسمیں ہیں

فرض عین

علم دین کی دو مقداریں ہیں ایک یہ کہ ضروری عقائد کی تصحیح کی جائے۔ فرض عبادتوں کے ضروری ارکان وشرائط واحکام معلوم ہوں، معاملات ومعاشرات جن سے اکثر سابقہ پڑتا ہے ان کے ضروری احکام معلوم ہوں، مثلاً نماز کن چیزوں سے فاسد ہوجاتی ہے، کن کن صورتوں پر سجدۂ سہو واجب ہوجاتا ہے، اگر سفر پیش آجائے تو کتنے سفر میں قصر ہے، اگر امام کے ساتھ پوری نماز نہ ملے تو بقیہ نماز کس طرح پوری کرے قضا کے کیا احکام ہیں، زکوٰۃ کن احوال میں واجب ہے اور اس کی ادائیگی کے کیا کیا شرائط ہیں، اسی طرح حج وصوم کے احکام اور یہ کہ نکاح کن کن عورتوں سے حرام ہے۔ کن الفاظ سے نکاح جاتا رہتا ہے، ولایت نکاح اور عورت کے کیا احکام ہیں، رضاعت کے اثر سے کون کون سے رشتے حرام ہوجاتے ہیں۔ مبادلہ اموال (معاملات) میں کیا کیا رعایت واجب ہے، اجرت ٹھہرانے میں کون کون سی صورتیں جائز ہیں اور کون سی ناجائز ہیں۔ نوکریاں کون سی جائز اور کون سی ناجائز ہیں اگرچہ بدقسمتی سے ناجائز میں مبتلا ہو مگر ناجائز کو ناجائز تو سمجھے گا اور دو جرموں کا مرتکب نہ ہوگا ایک تو ناجائز کا ارتکاب دوسرے اس کو جائز سمجھنا اگر کوئی صاحبِ حکومت ہو تو اس کو فیصلہ مقدمات کے شرعی قوانین کا بھی علم ہونا چاہیے گو ان کے نافذ کرنے پر قادر نہ ہو مگر جاننا اس لئے واجب ہے کہ شرعی فیصلوں کے ناحق اور غیر شرعی کے حق ہونے کے اعتقاد نہ کر بیٹھے، ماکولات ومشروبات (کھانے پینے کی چیزوں میں) کیا جائز اور کیا ناجائز ہے اسباب تفریح میں کس کا استعمال درست ہے اور کس کا نادرست۔

باطنی اخلاق میں محمود ومذموم کا امتیاز ہو اس کے علاج کا طریقہ معلوم ہو مثلاً ریا، کبر، غضب، حرص، طمع، ظلم وغیرہ کی حقیقت جانتا ہوتا کہ اپنے اندر ان کا ہونا نہ ہونا معلوم ہو اور ہونے کی صورت میں ان کے ازالہ کی تدبیر کرسکے اور کوتاہی پر استغفار کرے۔

علم دین کی یہ مقدار عام طور پر ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر اکثر اوقات حق تعالیٰ کی ناراضگی اور معصیت میں مبتلا ہوگا۔ جن لوگوں نے بعض علوم کو فرض عین فرمایا ہے اس بعض سے یہی مقدار مراد ہے اور فرض عین کا یہی مطلب ہے کہ یہ سب کے لئے عام طور پر ضروری ہے۔

فرض کفایہ

دوسری مقدار یہ ہے کہ اپنی ضروریات سے تجاوز کر کے مجموعہ قوم کی ضرورتوں پر لحاظ کر کے نیز دوسری قوموں کے شبہات سے اسلام کو جس مضرت کا اندیشہ ہے اس پر نظر کر کے معلومات دینیہ کا ایسا وافی ذخیرہ (مع اس کے متعلقات ولواحق اور آلات وخوارم کے) جو مذکورہ ضرورتوں کیلئے کافی ہو یہ مقدار فرض علی الکفایہ ہے، یہ انتظام ضروری ہے کہ کافی تعداد میں ایک معتد بہ جماعت ایسی ہو جو ہر طرح علوم دینیہ میں کامل مکمل محقق و متبحر ہوں اور عمر کا بڑا حصہ ان علوم کی تحصیل میں اور ساری عمر ان کی خدمت واشاعت میں صرف کریں اور اس کے سوا ان کا کوئی کام نہ ہو۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسی جماعت کا تذکرہ ہے: ''وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ'' ''يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ'' اور حدیثوں میں اصحاب صفہ کی یہی مثال ہے اور عام مسلمان اس جماعت سے تقریراً اور تحریراً اپنی ضروری دینی حاجتیں رفع کیا کریں۔ (حقوق العلم ص ۱۰- تجدید تعلیم ص ۲۱)

خوب سمجھ لو کہ پورا عالم بننا تو فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں لیکن بقدر ضرورت دین کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے۔ (التبلیغ ص ۲۱۳ ج ۱۰- بحوالہ تحفۃ العلماء)

طالب علم یعنی دین طلب کرنے والا۔ شارع علیہ السلام نے علم اسی کو قرار دیا ہے باقی دنیا کا علم اگر وہ معین ہو جائے تو علم ہے ورنہ نہیں۔ اس کی مثال ایسے سمجھو کہ لکڑی باوجود یہ کہ کوئی کھائی نہیں جاتی اور نہ وہ کھانے میں داخل ہے لیکن چونکہ کھانے میں معین ہے اس لئے اس کو بھی کھانے کے حساب میں شمار کرتے ہیں کہ جب کھانے کا حساب ہوتا

ہے تو یہ بھی حساب ہوتا ہے کہ ایک روپیہ ماہوار کی کتنی لکڑیاں صرف ہوئیں اور سب ملا کر کھانا پانچ روپیہ میں پڑا اب اگر کوئی یہ کہے کہ کیا لکڑیاں بھی کھاتے ہو تو اس کو دیوانہ بتلائیں گے اور کہیں گے کہ معین بھی تابع ہو کر مقصود میں شمار ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر علومِ معاش معین ہوں تو ضمناً اس کو بھی اس میں داخل کرلیں گے لیکن اصل علم دین ہی ہے اور جو نہ علم دین ہو اور نہ معین ہو وہ جہل ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ''ان من العلم لجهلا'' کہ نام تو اس کا علم ہے اور حقیقت میں وہ جہل ہے اس میں وہ علم دین بھی داخل ہے جس پر عمل نہ ہو اور علم دنیا بھی جبکہ معین نہ ہو بہر حال مقصود عمل ہے۔

(تحفۃ العلماء ص۴۶۰ ج۱)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اس امت میں دو طرح کے اہل علم ہیں: ایک وہ شخص جسے اللہ نے علم عطا کیا ہو اس نے اپنے علم کو لوگوں پر خرچ کیا کوئی لالچ نہیں اور نہ اس کے عوض مال لیا، اس شخص کے لئے پرندے آسمان میں، مچھلیاں پانی میں، زمین کے جانور اور کراماً کاتبین رحمت کی دعا کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے معزز اور بڑا ہو کر حاضر ہوگا، اسے انبیاء کی معیت نصیب ہوگی، دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے علم دیا دنیا میں اس نے لوگوں کو دینے میں کنجوسی کی، لالچ اختیار کیا اور اس کے عوض مال حاصل کیا، وہ شخص قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ آگ کی لگام اس کے منہ میں پڑی ہوئی ہوگی، مخلوق کے سامنے ایک آواز دینے والا یہ اعلان کرے گا کہ یہ ابن فلاں ہے، اسے اللہ نے علم دیا تھا لیکن اس نے بخل کیا، اس علم کے ذریعہ مال کی حرص کی، اس کے عوض مال حاصل کیا، یہ اس قت تک عذاب دیا جاتا رہے گا، جب تک حساب سے فراغت نہ ہو جائے۔ (تحفۃ الطلباء والعلماء ص۱۱۹)

(۱)...... حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''احیاء العلوم'' میں فضائل علم سے متعلق لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''شَهِدَاللّٰه انه لآاِلٰهَ الاّ هو والملٰئِكَةُ وَاُولُو العِلْمِ قائماً بالْقِسْطِ''

''اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ فرشتوں نے اور اہل علم نے (بھی گواہی دی) اور وہی حاکم ہے انصاف کا۔''

اس آیت میں تیسرے نمبر پر اہل علم کا ذکر ہے۔

(۲)...... ''یَرْفَعِ اللہُ الَّذِیْن اٰمَنُوا مِنکُم وَالَّذِیْنَ اُوْتوا الْعِلْمَ درجٰت''

''اللہ تعالیٰ اونچے کرے گا ان کے درجے جو ایمان اور علم رکھتے ہیں۔''

چنانچہ حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں کہ علماء کے درجات ایمان داروں کے اوپر سات سو درجے ہوں گے اور دو درجوں کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ ہوگی۔

(۳)...... ''قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الذِین یعلمون والَّذِیْنَ لایَعْلَمُوْن''

''کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے۔''

(۴)...... ''اِنَّما یَخْشَی اللہ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمآء''

''اللہ سے ڈرتے وہی ہیں انکے بندوں میں جن کو سمجھ ہے۔ (یعنی علماء)''

(۵)...... ''قُلْ کَفٰی بِاللہِ شَهِیْداً بَیْنِی وَبَیْنکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَاب''

''تو کہہ کہ اللہ بس ہے گواہ میرے اور تمہارے درمیان اور جس کو خبر (علم) ہے کتاب کی۔''

(۶)...... ''قَالَ الَّذِی عِنْدَہٗ عِلْم'' مِنَ الکِتَاب اَنَا اٰتیک بِہٖ''

''بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا، میں لا دیتا ہوں تجھ کو وہ۔''

(۷)...... ''وقَالَ الذِیْنَ اُوْتوُالْعِلْمَ ثواب اللہ خَیر'' لمن اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحاً''

''اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ (یعنی اہل علم) اے خرابی تمہاری اللہ کا دیا ہوا ثواب بہتر ہے ان کو جو یقین لائے اور کیا بھلا کام۔''

(۸)...... ''وَتِلْکَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِنّاسِ وَمَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْن''

''اور یہ کہاوتیں بیان کرتے ہیں ہم آدمیوں کیلئے اور ان کو سمجھتے ہیں بس

وہی لوگ جن کو سمجھ ہے (یعنی علم ہے)۔''

(۹)......''یٰبَنِی اٰدَمَ قَد اَنزَلنَا عَلَیکُم لباساً یُوارِی سَوٰ اٰتِکم وَرِیشا وَلِبَاسُ التَّقوٰی ذالِکَ خیر''

''اولادِ آدم میں نے اتاری تم پر پوشاک کہ ڈھانکے تمہارے عیب،
اور رونق اور کپڑے پرہیزگاری کے سو بہتر ہیں۔''

آیت کے ضمن میں بعضوں نے کہا کہ لباس سے مراد علم ہے، ریش سے مراد یقین ہے اور لباس تقویٰ سے مراد حیا ہے۔

(۱۰)......''وَلَنَقُصَّنَّ عَلَیهِمُ بِعِلْم''

''پھر ہم احوال سنائیں گے ان کو اپنے علم سے۔'' (احیاء العلوم)

اس دنیا میں حقیقی عزت ملی انبیاء کرام کو اور وہ دائمی عزت تھی۔ اور یہ وہ لوگ تھے جو اللہ رب العزت کے پسندیدہ اور چنے ہوئے لوگ تھے۔ جن کی زندگی انسانیت کے لئے نمونہ تھی۔ دنیا دارالاسباب ہے، سبب کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو انبیاء کرام کو دنیا کی عزتیں ملنے کا جو سبب بھی بنا وہ علم بنا۔ آیئے قرآن پاک سے ہم چند مثالیں دیکھیں۔

(۱)......حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے مسجود الملائکہ بنایا، ملائکہ کو حکم دیا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، مگر اس سجدہ کرنے کا سبب ان کا علم بنا۔ فرمایا ''وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا'' ''اور ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم عطا کر دیا''۔ تو جو چیز سبب بن رہی ہے وہ ایسا علم تھا جو فرشتوں کو نہیں معلوم تھا لہٰذا فرمایا تم سجدہ کرو۔ تو جب اشیاء کے علم ہونے کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام مسجود الملائکہ بنے تو یہاں عارفین نے ایک نکتہ لکھا، اے انسان! جب اشیاء کے ناموں کا علم ہو تو انسان مسجود الملائکہ بن جاتا ہے تو جس انسان کو اللہ رب العزت کے ناموں کا علم اور اس کی معرفت ہوگی پھر اس کے مقامات کتنے بلند کر دیئے جائیں گے۔

(۲)...... حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے دنیا میں بڑی سلطنت عطا فرمائی۔ اس کا سبب کیا بنا؟ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: ''وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ

لَّکُمْ" "اور ہم نے ان کو لوہے کی زرہ بنانے کا علم عطا کر دیا تھا"۔ وَعَلَّمْنَاہُ اور ہم نے عطا کر دیا تھا۔ نسبت اپنی طرف فرمائی، اور ہم نے ان کو لوہے کی زرہ بنانے کا علم عطا کر دیا تھا۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو بڑی سلطنت عطا کر دی۔

(۳)......حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کی بھی شاہی ملی اور دین کی شاہی بھی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ان جیسی دنیا کی شاہی نہ پہلے کبھی کسی کو ملی تھی نہ پھر ملے گی۔ ایسی شاہی ملی کہ انسانوں کے بھی بادشاہ، جنوں کے بھی، پرندوں کے بھی، حیوانوں کے بھی، درندوں کے بھی، خشکی کی مخلوق کے بھی اور تری کی مخلوق کے بھی بادشاہ بنے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر ان کو شاہی عطا فرمائی تھی۔ اللہ رب العزت نے ان کو ملکہ سبا پر غلبہ عطا کیا۔ اب ان کی فتح اور غلبے کا واقعہ قرآن مجید میں بیان کیا تو اس کی وجہ کیا بتائی گئی؟ انہوں نے فرمایا: "یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ" "اے انسانو! مجھے اللہ رب العزت نے پرندوں کی بولی کو سمجھنے کا علم عطا کر دیا"۔ دنیا کے اندر ایسی شاہی ملنے کا اور غلبہ نصیب ہونے کا سبب ان کا علم بنا۔

(۴)......حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے غلامی کی حالت سے نکال کر تخت کے اوپر بٹھایا۔ فرش پر تھے عرش پر بٹھا دیئے گئے۔ ایک وہ وقت بھی تھا کہ جب مصر کے بازار میں بک رہے تھے، ان کے بھاؤ اور دام لگ رہے تھے اور لوگ ان کو خریدنے کے لئے آ رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے قیمتیں لگا رہے تھے، لیکن یہ علم کے حصول سے پہلے کا وقت تھا۔ فرمایا: "فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا" دیکھئے اب علم عطا ہو رہا ہے اور پھر علم کے بعد اللہ رب العزت نے ان کو شاہی عطا فرمائی، ان کو دنیا کا تخت ملا، خزانے کی چابیاں ملیں۔ فرمایا: "اِجْعَلْنِیْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ" "مجھے خزانوں کا والی بنا دو"۔ اب یہ جو چابیاں ان کے حوالے ہو رہی ہیں اس کا سبب "خواب کی تعبیر" کا علم بنا۔ بادشاہ وقت نے خواب دیکھا، کوئی تعبیر دینے والا نہ تھا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا گیا کہ آپ تعبیر بتایئے۔ قرآن پاک میں ہے: "وَكَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَیُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ

الْاَحَادِیْثِ‘‘ ’’اور اللہ رب العزت نے مجھے خواب کی تعبیر کا علم عطا کیا‘‘۔ آپ نے خواب کی تعبیر دی۔ بادشاہ وقت نے سوچا کہ یہی ہستی ہمیں اس فقر و فاقہ اور تنگدستی سے بچا سکتی ہے۔ لہٰذا اس نے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے دنیا کی شاہی نصیب ہونے کا سبب علم بنا۔

(۵)...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں اپنی والدہ سے تہمت کو دور کیا اپنے علم کی وجہ سے۔ قرآن گواہی دیتا ہے: ’’وَیُعَلِّمُهُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ‘‘ دیکھئے ان کو بھی علم عطا کیا گیا۔

(۶)...... حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اولیاء میں سے بڑا مقام رکھنے والے ہیں۔ انہیں ایک نبی علیہ السلام کا استاد بننے کا شرف نصیب ہوا اور نبی علیہ السلام بھی کتنی شان والے کہ کلیم اللہ۔ ’’کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا‘‘ ان کو استاد بننے کا جو مقام نصیب ہوا اس کی وجہ ان کا علم بنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ’’فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا‘‘ ہم نے اسے اپنے پاس سے علم عطا کر دیا۔ تو علم سبب بن رہا ہے ایک ولی کے لئے کہ وہ اللہ رب العزت کے پیغمبر کا بھی اس وقت استاد بنا۔

(۷)...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت نے کونین کی شاہی عطا فرمائی تھی۔ سید الاولین والآخرین بنایا اور ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم میں ممتاز فرمایا ’’وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا‘‘ ’’اور آپ کو وہ علم دیا جو آپ کے پاس نہ تھا اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا افضل ہوا‘‘۔

ان تمام ہستیوں کے لئے دنیا میں عزتیں، شرافتیں اور غلبہ ملنے کا سبب جو چیز بن رہی ہے وہ ان کا علم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ علم سے جو عزتیں ملتیں ہیں وہ دائمی ہوا کرتی ہیں اور مال کے ذریعے سے جو عزتیں ملتی ہیں وہ عارضی ہوتی ہیں۔

عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ کرے۔ جو اپنے دل کو علم کے نور سے منور کرے تا کہ وہ دنیا کے اندر عزتوں والی زندگی اور کامیابیوں والی زندگی

اختیار کر سکے۔ (خطبات فقیر: ص۲۶۱ تا ۲۶۴ ج ۵)

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" "آپ فرما دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں"۔ بلکہ قرآن مجید میں سات چیزوں کو کہا گیا کہ وہ سات چیزیں (دوسروں) کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ جیسے اس آیت میں علم کے بارے میں فرمایا گیا کہ علم والا اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔

دوسری جگہ فرمایا "قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ" "کہ پاکیزہ چیز اور ناپاک چیز برابر نہیں ہو سکتی"۔ فرمایا "لَا يَسْتَوِي اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ" "جنت والے اور آگ والے برابر نہیں ہو سکتے"۔ "وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ" "بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے"۔ "وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ" "ظلمت اور روشنی برابر نہیں ہو سکتی۔ "وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ" "دھوپ اور چھاؤں برابر نہیں ہو سکتی"۔ "وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ" "زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے"۔

امام غزالیؒ فرماتے تھے ان آیات میں سات چیزوں سے مراد علم ہے اور ان کے مقابل کی سات چیزوں سے مراد جہالت ہے۔ لہٰذا علم، طیب، جنت، بصارت، نور، دل اور حیات سارے کے سارے الفاظ اللہ رب العزت نے علم کے لئے استعمال فرمائے اور دوسرے الفاظ اللہ رب العزت نے جہالت کے لئے استعمال فرمائے۔

(خطبات فقیر ج ۵)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ "وعلم آدم الاسماء کلها" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے علم کی فضیلت پر کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں اپنی حکمت کے کمال کو صفت علم کے ذریعہ ظاہر فرمایا اگر علم سے اشرف کوئی شی ہوتی "لکان من الواجب اظهار فضله بذلک الشیٔ" تو ضروری ہوتا اظہار کرنا اسی شئ کے ذریعے اپنے فضل کو مگر اللہ تعالیٰ نے علم کی نعمت کو اپنے فضل کے اظہار

کے لئے منتخب فرما کر علم کے اشرف وافضل ہونے کو واضح فرما دیا۔

(تفسیر کبیر: ص ۱۹۹ ج ۳)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ "قل رب زدنی علما" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے علم کی فضیلت معلوم ہوتی ہے اور علم کی زیادتی کی دعا کی مطلوبیت ثابت ہوجاتی ہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ آپ کو علم کی زیادتی کے ﷺ علاوہ کسی چیز کی زیادتی کی دعا کا حکم نہیں دیا گیا اور اس کے ثبوت میں یہ روایت لکھی:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال كان رسول الله ﷺ يقول اللهم انفعني بما علمتني وعلمني بما ينفعني وزدني علما الحمدلله على كل حال".

"حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ مجھے نفع عطا فرمائیے ان علوم سے جو آپ نے مجھے سکھائے اور سکھا دیجئے ایسے علوم جو نافع ہو مجھ کو اور میرے علم کو زیادتی نصیب فرمائیے اور تمام تعریف اللہ کے لئے ہے ہر حال میں۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے "اللهم زدني ايمانا وفقها ويقينا وعلما" "اے اللہ میرے ایمان وفقہ میں اور یقین وعلم میں زیادتی فرما" اور حضرت آلوسیؒ فرماتے ہیں "وما هذا الا لزيادتي فضل العلم" یعنی یہ سب علم کی فضیلت کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ (روح المعانی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

دسویں فصل

درود شریف کی کثرت سے متعلق اعمال

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رات کے دو تہائی حصے گذر جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ (تہجد کے لیے) اُٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں ''لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ ہلا دینے والی چیز آ پہنچی اور اس کے بعد آنے والی چیز آرہی ہے (مراد یہ ہے کہ پہلے صور اور اس کے بعد دوسرے صور کے پھونکے جانے کا وقت قریب آ گیا) موت اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ آ گئی ہے موت اپنی تمام ہولناکیوں کے ساتھ آ گئی ہے۔'' اس پر ابی بن کعب ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ پر کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں اپنی دعا اور اذکار کے وقت میں سے درود شریف کے لیے کتنا وقت مقرر کروں؟

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جتنا تمہارا دل چاہے۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک چوتھائی وقت؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جتنا چاہو اور اگر زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: آدھا کردوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا '' جتنا تم چاہو اور اگر زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔'' میں عرض کیا: دو تہائی کر دوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''جتنا تم چاہو اور اگر زیادہ کرلو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کیا: پھر میں اپنے سارے وقت کو آپ کے درود کے لیے مقرر کرتا ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر ایسا کرلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری ساری فکروں کو ختم فرما دیں گے، اور تمہارے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔''

(ترمذی شریف ۲/۶۸)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ''دو بندے جو آپس میں محبت رکھتے ہوں ان میں کوئی ایک جب اپنے ساتھی کے سامنے آئے اور حضور ﷺ پر دونوں درود بھیجیں تو جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کے آئندہ اور گذشتہ گناہوں کی مغفرت کردی جائے گی۔'' (کنزالعمال)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص جمعہ کے دن اسی (۸۰) مرتبہ مجھ پر درود بھیجے اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف کردیئے جائے گے۔'' عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ پر کیسے درود پڑھا جائے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یوں کہو: **اللھم صل علی محمد عبدک ونبیک ورسولک النبی الامی۔** (رواہ الدارقطنی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا'' جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں، دس گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور اس کی وجہ سے اس کے دس درجات بلند فرماتے ہیں۔''

(کذافی الترغیب جلد۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے کسی کتاب میں مجھ پر درود شریف لکھا تو جب تک میرا نام اس کتاب میں باقی رہے گا فرشتے اس کے لیے مسلسل دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔

(کذافی الترغیب جلد۱، صفحہ۱۱۱، کنزالعمال)

محترم قارئین! آپ نے درود شریف کے بارے میں احادیث ملاحظہ فرمائیں اب کچھ وضاحت وتشریح کا ہونا ضروری ہے اس لئے ان احادیث کے بعد ذیل میں درود شریف کے بارے میں تفصیلی وضاحت پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمایئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

درود شریف کے اہتمام کی برکات اور تشریح

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''الصلوۃ علی نور علی الصراط'': (بحوالہ کنز العمال)

ترجمہ...... مجھ پر درود بھیجنا پلِ صراط پر روشنی ہوگا۔

فائدہ...... جہنم کالی سیاہ ہوگی اور اس کا پل صراط بھی تاریک ہوگا نیک اعمال ہی مومن کے لئے روشنی پیدا کریں گے پل صراط پر اس شخص کے لئے روشنی اتنی ہی زیادہ ہوگی جتنا زیادہ اس نے آپ ﷺ پر درود شریف پڑھا ہوگا اور دیگر نیک اعمال کئے ہوں گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ، یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. ترجمہ:... اللہ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو! رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔

تفسیر......

قرآنِ کریم میں اس سے پہلی آیت میں رسول اللہ ﷺ کی کچھ خصوصیات وامتیازات کا ذکر تھا، جن کے ضمن میں ازواج مطہرات کے پردہ کا حکم آیا تھا، اور آگے بھی کچھ احکام پردے کے آئیں گے، درمیان میں اس چیز کا حکم دیا گیا جس کیلئے یہ سب خصوصیات وامتیازات رکھے گئے ہیں، وہ رسول اللہ ﷺ کی عظمت وشان کا اظہار اور آپ کی عظمت ومحبت اور اطاعت کی ترغیب ہے۔ اصل مقصود آیت میں مسلمانوں کا یہ حکم دینا تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا کریں، مگر اسکی تعبیر و بیان میں اس طرح فرمایا کہ پہلے حق تعالیٰ نے خود اپنا اور اپنے فرشتوں کا رسول اللہ ﷺ کیلئے عمل صلوٰۃ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد عام مؤمنین کو اسکا حکم دیا، جس میں آپ کے شرف اور عظمت کو اتنا بلند فرمادیا کہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں جس کام کا حکم مسلمانوں کو دیا جاتا ہے وہ

کام ایسا ہے کہ خود حق تعالیٰ اور اسکے فرشتے بھی وہ کام کرتے ہیں تو عام مؤمنین جن پر رسول اللہ ﷺ کے احسانات بے شمار ہیں ان کو تو اس عمل کا بڑا اہتمام کرنا چاہئے۔ اور ایک فائدہ اس تعبیر میں یہ بھی ہے کہ اس سے درود وسلام بھیجنے والے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کام میں شریک فرمالیا جو کام حق تعالیٰ خود بھی کرتے ہیں اور اسکے فرشتے بھی۔

لفظ صلوٰۃ عربی زبان میں چند معنی کیلئے استعمال ہوتا ہے رحمت، دعا، مدح وثناء، آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو نسبت صلوٰۃ کی ہے اس سے مراد رحمت نازل کرنا ہے، اور فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ ان کا آپ ﷺ کیلئے دعا کرنا ہے، اور عام مؤمنین کی طرف سے صلوٰۃ کا مفہوم دعاء اور مدح ثناء کا مجموعہ ہے۔ عام مفسرین نے یہی معنی لکھے ہیں۔ اور امام بخاریؒ نے ابوالعالیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ سے مراد آپ ﷺ کی تعظیم اور فرشتوں کے سامنے مدح وثناء ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کی تعظیم دنیا میں تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو بلند مرتبہ عطا فرمادیا کہ اکثر مواقع اذان واقامت وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کیساتھ آپ ﷺ کا ذکر شامل کردیا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے دین کو دنیا بھر میں پھیلادیا، اور غالب کیا، اور آپ ﷺ کی شریعت کا عمل قیامت تک جاری رکھا، اس کیساتھ آپ ﷺ کی شریعت کو محفوظ رکھنے کا ذمہ حق تعالیٰ نے لے لیا، اور آخرت میں آپ ﷺ کی تعظیم یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مقام تمام خلائق سے بلند وبالا کیا، اور جس وقت کسی پیغمبر اور فرشتے کو شفاعت کی مجال نہ تھی اس حال میں آپ ﷺ کو مقام شفاعت عطا فرمایا، جس کو مقام محمود کہا جاتا ہے۔

اس معنی پر جو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام میں تو روایات حدیث کے مطابق آپ ﷺ کیساتھ آپ ﷺ کے آل واصحاب کو بھی شامل کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور مدح وثناء میں آپ ﷺ کے سوا کسی کو شریک کیا جاسکتا ہے؟ اسکا جواب روح المعانی وغیرہ میں یہ دیا گیا ہے کہ تعظیم اور مدح وثناء وغیرہ کے درجات بہت ہیں، رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو اسکا اعلیٰ درجہ حاصل ہے، اور ایک درجہ میں آل و اصحاب اور عام مؤمنین بھی شامل ہیں۔

اور ایک لفظ صلوٰۃ سے بیک وقت متعدد معنی رحمت، دعا، تعظیم وثنا، مراد لینا جو اصلاح میں عمومِ مشترک کہلاتا ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک وہ جائز نہیں، اسلئے اسکی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ لفظ صلوٰۃ کے اس جگہ ایک ہی معنی لئے جائیں، یعنی آپ ﷺ کی تعظیم اور مدح ثناء اور خیر خواہی پھر یہ معنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں تو اسکا حاصل رحمت ہوگا، عام مؤمنین کی طرف منسوب کیا جائے تو دعاء، اور مدح وثناء، تعظیم کا مجموعہ ہوگا۔

اور لفظ سلام مصدر بمعنی السلامۃ ہے، جیسے ملام بمعنی ملامت مستعمل ہوتا ہے، اور مراد اس سے نقائص وعیوب اور آفتوں سے سالم رہنا ہے۔ اور السلام علیک کے معنی یہ ہیں کہ نقائص اور آفات سے سلامتی آپ کیساتھ رہے۔ اور عربی زبان کے قاعدہ سے یہاں حرف علیٰ کا موقع نہیں، مگر چونکہ لفظ سلام معنی ثناء کو متضمن ہے، اسلئے حرف علیٰ کیساتھ علیک یا علیکم کہا جاتا ہے۔ اور بعض حضرات نے یہاں لفظ سلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات لی ہے، کیونکہ سلام اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے تو مراد السلام علیک کی یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی حفاظت ورعایت پر متولی اور کفیل ہے۔

صحیح بخاری ومسلم وغیرہ سب کتب حدیث میں یہ حدیث آئی ہے کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (جب یہ آیت نازل ہوئی تو) ایک شخص نے رسول کریم ﷺ سے سوال کیا کہ (آیت میں ہمیں دو چیزوں کا حکم ہے صلوٰۃ اور سلام) سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا ہے ''السّلام علیک ایھا النبی کہتے ہیں'' صلوٰۃ کا طریقہ بھی بتلا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ الفاظ کہا کرو: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

دوسری روایات میں اس میں کچھ کلمات اور بھی منقول ہیں۔

اور صحابہ کرامؓ کے سوال کرنے کی وجہ غالبًا یہ تھی کہ انکو سلام کرنے کا طریقہ تو تشہد (یعنی التحیات) میں پہلے سکھایا جاچکا تھا کہ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ. کہا جائے، اسلئے لفظ صلوٰۃ میں انہوں نے اپنی طرف سے الفاظ مقرر کرنا پسند نہیں کیا، خود رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرکے الفاظ صلوٰۃ متعین کئے اسی لئے نماز میں عام طور پر انہی الفاظ کیساتھ صلوٰۃ کو اختیار کیا گیا ہے، مگر یہ کوئی ایسی تعیین نہیں جس میں تبدیلی ممنوع ہو، کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ سے صلوٰۃ یعنی درود شریف کے بہت سے مختلف صیغے منقول و ماثور ہیں صلوٰۃ وسلام کے حکم کی تعمیل ہر اس صیغہ سے ہوسکتی ہے جس میں صلوٰۃ وسلام کے الفاظ ہوں۔ البتہ وہ الفاظ جو آنحضرت محمد ﷺ سے منقول ہوں وہ زیادہ بابرکت اور زیادہ ثواب کے موجب ہیں، اسی لئے صحابہ کرام ﷺ نے الفاظ صلوٰۃ آپ سے متعین کرانے کا سوال فرمایا تھا۔

مسئلہ..... قعدہ نماز میں تو قیامت تک الفاظ صلوٰۃ وسلام اسی طرح کہنا مسنون ہے، جس طرح اوپر منقول ہوئے ہیں اور خارج نماز میں جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود مخاطب ہوں جیسا کہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں وہاں تو وہی الفاظ اَلصَّلوٰۃُوَالسَّلَامُ عَلَیْکَ کے اختیار کئے جائیں، آپ ﷺ کی وفات کے بعد روضہ اقدس کے سامنے جب سلام عرض کیا جائے تو اس میں بھی صیغہ السلام علیک کا اختیار کرنا مسنون ہے۔ اسکے علاوہ جہاں غائبانہ صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے تو صحابہ وتابعین اور ائمہ امت سے صیغہ غائب کا استعمال کرنا منقول ہے، مثلاً صلی اللہ علیہ وسلم'' جیسا کہ عام محدثین کی کتابیں اس سے لبریز ہیں۔

جو طریقہ صلوٰۃ وسلام کا رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک اور آپ ﷺ کے عمل سے ثابت ہوا اسکا حاصل یہ ہے کہ ہم سب مسلمان آپ ﷺ کیلئے اللہ تعالیٰ سے رحمت وسلامتی کی دعا کریں، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقصود آیت کا تو یہ تھا کہ ہم آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کا حق خود ادا کریں، مگر طریقہ یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اس میں

اشارہ اس طرف ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حق تعظیم واطاعت پورا ادا کرنا ہمارے کسی کے بس میں نہیں، اس لئے ہم پر یہ لازم کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔

نماز کے قعدہ اخیرہ میں صلوٰۃ (درود شریف) سنت مؤکدہ تو سب کے نزدیک ہے، امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے، جس کے ترک سے نماز واجب اعادہ ہو جاتی ہے۔

مسئلہ... اس پر بھی جمہور فقہاء کا اتفاق ہے جب کوئی آنحضرت ﷺ کا ذکر کرے یا سنے تو اس پر درود شریف واجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں آپ ﷺ کے ذکر مبارک کے وقت درود شریف نہ پڑھنے پر وعید آئی ہے، جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذلیل ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بخیل وہ شخص ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (بحوالہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح)

مسئلہ...... اگر ایک مجلس میں آپ ﷺ کا ذکر بار بار آئے تو صرف ایک مرتبہ درود پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ جتنی بار ذکر مبارک خود کرے یا کسی سے سنے ہر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ حضرات محدثین سے زیادہ کون آپ ﷺ کا ذکر کر سکتا ہے کہ ان کا ہر وقت کا مشغلہ ہی حدیث رسولؐ ہے، جس میں ہر وقت بار بار آپ ﷺ کا ذکر آتا ہے تمام ائمہ حدیث کا دستور یہی رہا ہے کہ ہر مرتبہ درود سلام پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ تمام کتب حدیث اس پر شاہد ہیں انہوں نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی کہ اس تکرار صلوٰۃ وسلام سے کتاب کی ضخامت کافی بڑھ جاتی ہے کیونکہ اکثر تو چھوٹی چھوٹی حدیثیں آتی ہیں جن میں ایک دوسطر کے بعد نام مبارک آتا ہے، اور بعض جگہ تو ایک سطر میں ایک سے زیادہ مرتبہ نام مبارک مذکور ہوتا ہے، لیکن حضرات محدثین کہیں صلوٰۃ وسلام ترک نہیں کرتے۔

مسئلہ... ذکر مبارک کے وقت افضل واعلیٰ اور مستحب تو یہی ہے کہ صلوٰۃ اور سلام دونوں پڑھیں اور لکھے جائیں، لیکن اگر کوئی شخص ان میں سے ایک یعنی صرف صلوٰۃ

یا صرف سلام پر اکتفاء کرے تو جمہور فقہاء کے نزدیک کوئی گناہ نہیں شیخ الاسلام نوویؒ وغیرہ نے دونوں میں سے صرف ایک پر اکتفاء کرنا مکروہ فرمایا ہے۔ابن حجر ہیثمیؒ نے فرمایا کہ ان کی مراد کراہت سے خلاف اولیٰ ہونا ہے، جس کو اصطلاح میں مکروہ تنزیہی کہا جاتا ہے۔اور علماء امت کا مسلسل عمل اس پر شاہد ہے کہ وہ دونوں ہی کو جمع کرتے ہیں ،اور بعض اوقات ایک پر بھی اکتفاء کر لیتے ہیں۔ (بحوالہ معارف القرآن از مفتی اعظمؒ)

درود وسلام کا مقصد

یہاں ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ درود وسلام اگرچہ بظاہر رسول اکرم ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ایک دعا ہے لیکن جس طرح کسی دوسرے کے لئے دعا کرنے کا اصل مقصد اس کو نفع پہنچانا ہوتا ہے، اسی طرح رسول اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کا مقصد آپ ﷺ کی ذات پاک کو نفع پہنچانا نہیں ہوتا، ہماری دعاؤں کی آپ ﷺ کو قطعاً کوئی احتیاج نہیں، بادشاہوں کو فقیروں، مسکینوں کے تحفوں اور ہدیوں کی کیا ضرورت۔ بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ہم بندوں پر حق ہے کہ اس کی عبادت اور حمد وتسبیح کے ذریعہ اپنی عبدیت اور عبودیت کا نذرانہ اس کے حضور پیش کریں اور اس سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نفع نہیں پہنچتا بلکہ اس کا نفع ہم ہی کو پہنچتا ہے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے محاسن وکمالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ﷺ کی پیغمبرانہ خدمات اور امت پر آپ ﷺ کے عظیم احسانات کا یہ حق ہے کہ امتی آپ ﷺ کے حضور میں عقیدت ومحبت اور وفاداری و نیازمندی کا ہدیہ اور ممنونیت وسپاس گزاری کا نذرانہ پیش کریں، اسی کے لئے درود وسلام کا یہ طریقہ مقرر کیا گیا ہے، اور جیسا کہ عرض کیا گیا اس کا مقصد آپ ﷺ کو کوئی نفع پہنچانا نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے ہی نفع کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا وثواب آخرت اور اس کے رسول پاک ﷺ کا روحانی قرب اور ان کی خاص نظر عنایت حاصل کرنے کے لئے درود وسلام پڑھا جاتا ہے اور پڑھنے والے کا اصل مقصد بس یہی ہوتا ہے۔

پھر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ وہ ہمارا درود وسلام کا یہ ہدیہ اپنے رسول پاک ﷺ تک فرشتوں کے ذریعہ پہنچواتا ہے اور بہت سوں کا آپ ﷺ کو قبر مبارک میں براہِ راست سنوا دیتا ہے (جیسا کہ آگے درج ہونے والی احادیث مبارکہ سے معلوم ہوگا) نیز ہمارے اس درود وسلام کے حساب میں بھی رسول اکرم ﷺ پر اپنے الطاف و عنایات اور تکریم وتشریف میں اضافہ فرماتا ہے۔

درود وسلام کی خاص حکمت

انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کی خدمت اقدس میں عقیدت و محبت اور وفاداری و نیاز مندی کا ہدیہ اور ممنونیت و سپاس کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے درود وسلام کا طریقہ مقرر کرنے کی سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ اس سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے مقدس اور محترم ہستیاں انبیاء علیہم السلام ہی کی ہیں اور اُن میں سب سے اکرم و افضل خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جب اُن کے بارے میں بھی یہ حکم دے دیا گیا کہ ان پر درود وسلام بھیجا جائے (یعنی اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے خاص الخاص عنایت و رحمت اور سلامتی کی دعا کی جائے) تو معلوم ہوا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور نظر کرم کے محتاج ہیں، اور اُن کا حق اور مقام عالی یہی ہے کہ اُن کے واسطے اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ سے اعلیٰ دعائیں کی جائیں، اس کے بعد شرک کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ کتنا بڑا اکرم ہے رب کریم کا کہ اس کے اس حکم نے ہم بندوں اور امتیوں کو نبیوں اور رسولوں کا خاص کر سید الانبیاء ﷺ کا دعا گو بنا دیا۔ جو بندہ ان مقدس ہستیوں کا دعا گو ہو وہ کسی کا پرستار کیسے ہو سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ یعنی درود نہ بھیجے، اور اسی طرح ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے لئے رمضان کا (رحمت و مغفرت

والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے پہلے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت و خدا فراموشی میں گزار دے اور توبہ و استغفار کر کے اپنی مغفرت کا فیصلہ نہ کرالے اور ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت کا استحقاق حاصل نہ کر لے۔ (بحوالہ جامع ترمذی)

تشریح......

اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں تین قسم کے جن آدمیوں کے لئے ذلت و خواری کی بددعا ہے، ان کا مشترک سنگین جرم یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص عنایت اور رحمت و مغفرت حاصل کرنے کے بہترین مواقع فراہم کئے، لیکن انہوں نے خدا کی رحمت و مغفرت کو حاصل کرنا ہی نہیں چاہا اور اس سے محروم رہنا ہی اپنے لئے پسند کیا، بے شک وہ بدبخت ایسی ہی بددعا کے مستحق ہیں، اور آگے درج ہونے والی حدیث سے معلوم ہو گا کہ ایسے محروموں کے لئے اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین فرشتے حضرت جبرائیلؑ امین نے بھی بڑی سخت بددعا کی ہے، اللہ کی پناہ!

حضرت کعب بن عجرہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اکرم ﷺ نے ہم لوگوں کو فرمایا کہ میرے پاس آجاؤ؟ ہم لوگ حاضر ہو گئے (آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمانا تھا اس کے لئے آپ ﷺ منبر پر جانے لگے) جب منبر کے پہلے درجے پر آپ نے قدم رکھا تو فرمایا کہ آمین۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا کہ آمین۔ اسی طرح تیسرے درجے پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا کہ آمین۔ پھر جو کچھ آپ ﷺ کو فرمانا تھا جب اس سے فارغ ہو کر آپ ﷺ منبر سے نیچے اُتر آئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو ہم پہلے نہیں سنتے تھے (یعنی منبر کے ہر درجے پر قدم رکھتے وقت آج آپ ﷺ آمین کہتے تھے، یہ نئی بات تھی) آپ ﷺ نے بتایا کہ جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو حضرت جبرائیلؑ امین آگئے۔

انہوں نے کہا کہ تباہ و برباد ہو وہ محروم جو رمضان مبارک پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو، تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا کہ تباہ و برباد ہو وہ بے توفیق اور بے نصیب جس کے سامنے تمہارا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی تم کو درود نہ بھیجے، تو میں نے کہا آمین۔ پھر جب منبر کے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا تباہ و برباد ہو وہ بد بخت آدمی جس کے ماں باپ یا اُن دونوں میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ (اُن کی خدمت کر کے اور ان کو راضی وخوش کر کے) جنت کا مستحق نہ ہو جائے، اس پر بھی میں نے کہا آمین۔ (بحوالہ مستدرک حاکم)

تشریح......

اس حدیث مبارکہ کا مضمون بھی قریب قریب وہی ہے جو اس سے پہلی حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث مبارکہ کا تھا، فرق اتنا ہے کہ اس میں اصل بد دعا کرنے والے حضرت جبرائیل امینؑ ہیں اور رسول اکرم ﷺ نے ان کی ہر بد دعا پر آمین کہا ہے۔

حضرت جبرائیلؑ کی بد دعا اور رسول اکرم ﷺ کے آمین کہنے کا یہی واقعہ الفاظ کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ حضرت کعب بن عجرہ انصاری کے علاوہ حضرت ابن عباسؓ، حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ بن سمرہ، حضرت مالکؓ بن الحویرث اور حضرت عبداللہؓ بن الحارث سے بھی حدیث کی مختلف کتابوں میں روایت کیا گیا ہے۔

ان میں سے بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبرائیلؑ بد دعا کرتے تھے اور رسول اکرم ﷺ سے مطالبہ کرتے تھے کہ آپ ﷺ امین کہئے تو آپ ﷺ آمین کہتے تھے۔

ان سب حدیثوں میں مذکورۂ بالا تین قسم کے محروموں کے لئے رسول اکرم ﷺ اور حضرت جبرائیلؑ کی طرف سے سخت ترین بد دعا کے انداز میں جس طرح انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے، یہ دراصل ان تینوں کوتاہیوں کے بارے میں سخت

ترین انتباہ ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کی وجہ سے فرشتوں کی دنیا اور ملاء اعلیٰ میں عظمت ومحبوبیت کا وہ بلند ترین مقام حاصل ہے کہ جو شخص آپ کے حق میں ادائیگی کے معاملہ میں صرف کوتاہی اور غفلت کرے کہ آپ ﷺ کے ذکر کے وقت آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے تو اس کے لئے سارے ملاء اعلیٰ کے امام اور نمائندے حضرت جبرائیلؑ کے دل سے اتنی سخت بد دعا نکلتی ہے اور وہ اس پر رسول اکرم ﷺ سے آمین کہلواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کی ہر تقصیر اور کوتاہی سے محفوظ رکھے اور رسول اکرم ﷺ کی حق شناسی اور حق کی ادائیگی کی توفیق دے۔ (آمین)

ان ہی احادیث مبارکہ کی بناء پر فقہاء نے یہ رائے قائم کی ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ کا ذکر آئے تو آپ ﷺ پر درود بھیجنا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی واجب ہے، جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اصل بخیل اور کنجوس وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ (ذراسی زبان ہلا کے) مجھ پر درود بھی نہ بھیجے۔ (بحوالہ جامع ترمذی)

تشریح……

مطلب یہ ہے کہ عام طور سے بخیل ایسے آدمی کو سمجھا جاتا ہے جو دولت کے خرچ کرنے میں بخل کرے، لیکن اس سے بھی بڑا بخیل اور بہت بڑا بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ زبان سے درود کے دو کلمے کہنے میں بھی بخل کرے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے امت کے لئے وہ کیا ہے اور امت کو آپ ﷺ کے ہاتھوں وہ دولتِ عظمیٰ ملی ہے اگر ہر امتی اپنی جان بھی آپ ﷺ کے لئے قربان کردے تو حق ادا نہ ہو سکے گا۔

دنیا میں کہیں بھی درود بھیجا جائے، رسول اکرم ﷺ کو پہنچتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے خود سنا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالو، اور میری قبر کو میلہ نہ بنالینا ہاں مجھ پر

صلوٰۃ بھیجا کرنا؛ تم جہاں بھی ہو گے مجھے تمہاری صلوٰۃ پہنچے گی۔ (بحوالہ نسائی)

تشریح......اس حدیث مبارکہ میں تین ہدایتیں فرمائی گئی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ ''اپنے گھروں کو قبریں نہ بنالو''۔ اس کا مطلب عام طور سے شارحین نے یہ بیان کیا ہے جس طرح قبروں میں مُردے ذکر و عبادت نہیں کرتے، اور قبریں ذکر و عبادت سے خالی رہتی ہیں، تم اپنے گھروں کو ایسا نہ بنالو کہ وہ ذکر و عبادت سے خالی رہیں، بلکہ ان کو ذکر و عبادت سے معمور رکھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت نہ ہو وہ زندوں کے گھر نہیں بلکہ مُردوں کا قبرستان ہیں۔

دوسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ ''میری قبر کو میلہ نہ بنالینا'' یعنی جس طرح کہ کسی معین دن میں میلوں میں لوگ جمع ہوتے ہیں اس طرح میری قبر پر کوئی میلہ نہ لگایا جائے۔

بزرگانِ دین کی قبروں پر عرسوں کے نام سے جو میلے ہوتے ہیں اُن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر خدانخواستہ رسول اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر کوئی میلہ اس طرح کا ہوتا تو اس سے روحِ پاک کو کتنی شدید اذیت پہنچتی۔

تیسری ہدایت یہ فرمائی گئی ہے کہ تم مشرق یا مغرب میں خشکی یا تری میں جہاں بھی ہو ''مجھ پر صلوٰۃ بھیجو وہ مجھے پہنچے گی''۔ یہی مضمون قریب قریب انہی الفاظ میں طبرانی نے اپنی سند سے حضرت حسنؓ بن علیؓ سے بھی روایت کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں ''حیثما کنتم فصلوا علی فان صلوٰتکم تبلغنی'' اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کو رسول اکرم ﷺ کے ساتھ قلبی تعلق کا کچھ حصہ عطا فرمایا ہے اُن کے لئے یہ کتنی بڑی بشارت اور تسلی کی بات ہے کہ خواہ وہ ہزاروں میل دور ہوں، ان کا صلوٰۃ وسلام آپ کو پہنچتا ہے۔

اور سنن نسائی میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں جو دنیا کے چکر لگاتے ہیں اور میرے امتیوں کا سلام وصلوٰۃ مجھے پہنچاتے ہیں۔ (بحوالہ سنن نسائی، مسند دارمی)

تشریح......

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں جس کو طبرانی وغیرہ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت کیا ہے، یہ بھی تفصیل ہے کہ صلوٰۃ وسلام پہنچانے والا فرشتہ بھیجنے والے امتی کے نام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پہنچاتا ہے، کہتا ہے کہ ''**یامحمد** ﷺ **صلی علیک فلان کذا و کذا** '' (اے محمد ﷺ تمہارے فلاں امتی نے تم پر اس طرح صلوٰۃ وسلام بھیجا ہے) اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی اسی حدیث کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ وہ فرشتہ صلوٰۃ وسلام بھیجنے والے امتی کا نام اس کی ولدیت کے ساتھ ذکر کرتا ہے، یعنی رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کرتا ہے، ''**یا محمد** ﷺ **صلی علیک فلاں بن فلاں** '' کتنی خوش قسمتی ہے اور کتنا ارزاں سودا ہے کہ جو امتی اخلاص کے ساتھ صلوٰۃ و سلام عرض کرتا ہے وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اس کے نام اور ولدیت کے ساتھ فرشتے کے ذریعہ پہنچتا ہے اور اس طرح آپ ﷺ کی بارگاہِ عالی میں اُس بے چارے مسکین امتی اور اس کے باپ کا ذکر بھی آجاتا ہے اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر واپس فرمائے گا تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دے دوں۔

(بحوالہ سنن ابوداؤد)

تشریح......

حدیث کے ظاہری الفاظ ''**الا رد اللہ علی روحی** '' سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کی روحِ مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے جسد اطہر میں روح مبارک لوٹا دیتا ہے تاکہ آپ ﷺ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی، اگر اس کو تسلیم کرلیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ ﷺ کی روح مبارک جسم

اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں۔ روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے، اور عام دنوں میں بھی اُن کا شمار ہزاروں سے کم نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں، لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء ﷺ کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے، اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ کا جسد اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے ''ردروح'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روحِ پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی و جلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اذن سے آپ ﷺ کی روحِ مبارک اس طرف بھی متوجہ ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں، بس اس روحانی توجہ والتفات کو ''ردروح'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو عالم برزخ کے معاملات واحوال سے کچھ مناسبت رکھتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان حقائق کی معرفت نصیب فرمائے۔

اس حدیث کا خاص پیغام یہ ہے کہ جو امتی بھی اخلاصِ قلب سے آپ ﷺ پر سلام بھیجتا ہے، آپ ﷺ عادی اور سرسری طور پر صرف زبان سے نہیں بلکہ روح اور قلب سے متوجہ ہو کر اس کے سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر عمر بھر صلوٰۃ وسلام کا کچھ بھی اجر وثواب نہ ملے صرف آپ ﷺ کا جواب مل جائے تو سب کچھ مل گیا۔ السَّلامُ علیکَ اَیُّھا النَّبِیُّ ورَحمَۃُ اللہِ

وبَرَکاتُہٗ.

اورحضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ جو آدمی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجے گا (یا سلام عرض کریگا) وہ میں خود سنوں گا، اور جو کہیں دور سے بھیجے تو وہ مجھے پہنچایا جائے گا۔ (بحوالہ شعب الایمان، بیہقی)

تشریح......

اس حدیث مبارکہ سے یہ تفصیل معلوم ہوگئی کہ فرشتوں کے ذریعہ آپ ﷺ کو صرف وہی درود وسلام پہنچتا ہے جو کوئی دور سے بھیجے، لیکن اللہ تعالیٰ جن کو قبرِ مبارک کے پاس پہنچادیتے ہیں اور وہ وہاں حاضر ہوکر صلوٰۃ وسلام عرض کریں تو آپ ﷺ اس کو بنفسِ نفیس سنتے ہیں، اور جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہے ہر ایک کو جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ بندے جو روزانہ سینکڑوں یا ہزاروں بار صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں اور آپ ﷺ کا جواب پاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ اگر ساری عمر کے صلوٰۃ وسلام کا ایک ہی دفعہ جواب مل جائے تو جن کو محبت کا کوئی ذرہ نصیب ہے اُن کے لئے وہی دوجہاں کی دولت سے زیادہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِ وَاٰلِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی.

(بحوالہ معمولی ردوبدل کے ساتھ از معارف الحدیث جلد پنجم)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو درود شریف کے اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

گیارہویں فصل

مسجد کی تعمیر سے متعلق اعمال

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے خالص اللہ کی رضا کے لیے مسجد بنائی تو اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائیں گے اگر اسی دن مر گیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی، اور جس نے اللہ کی رضا کے لیے کنواں کھودا تو اس کے لیے اللہ جنت میں گھر بنائیں گے اگر وہ اسی دن مر گیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط کنز العمال)

حضرت عثمان بن عفانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

"من بنٰی مسجدًا یبتغی به وجه اللّٰه بنی اللّٰه له مثله فی الجنة".

"جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر مسجد تعمیر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اسی جتنا گھر جنت میں بنا دیتے ہیں"

مسجد سے متعلق آیات قرآنیہ

مسجد دنیا کا سب سے پہلا اور آخری گھر ہے۔

آیت نمبر ا......"ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکاً وھدًی للعلمین".

"بیشک سب سے پہلا گھر لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے وہ گھر ہے جو مکہ معظمہ میں ہے بابرکت ہدایت والا تمام عالم کے لیے ہے"۔

مفسرین نے نقل کیا ہے کہ زمین کی پیدائش کی ابتداء بھی اسی جگہ سے ہوئی ہے جہاں پر ابھی بیت اللہ ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ساری

زمینیں جاتی رہیں گی مگر مساجد کہ وہ سب آپس میں مل جائیں گی اور ایک جگہ جمع ہو جائیں گی۔ پھر تمام مساجد بیت اللہ کے ساتھ جمع ہو جائیں گی کیونکہ وہی سب مسجدوں کی اصل ہے اور بعض دوسری احادیث میں آتا ہے پھر وہ سب مسجدیں جنت میں داخل کر دی جائیں گی۔

اگلی آیت میں مسلمانوں کی شان بیان کی گئی ہے کہ اللہ ان سے اپنے گھر کے آباد کرنے کا کام لیتے ہیں۔

آیت نمبر۲...... ''**انما یعمر مسجد اللّٰہ من امن باللّٰہ والیوم الاخر واقام الصلوۃ واتی الذکوٰۃ ولم یخش الا اللّٰہ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین**''.

''اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا تو انہیں لوگوں کا کام ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بغیر اللہ کے کسی سے نہ ڈریں۔ یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں داخل ہوں''۔

اس کے برخلاف مشرکوں اور کافروں کے لیے فرمایا گیا کہ اللہ ان سے اپنی مسجد کے آباد کرنے کا کام نہیں لیتے۔

آیت نمبر۳...... ''**ما کان لِلمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ مشاھدین علی انفسھم بالکفر**''.

''مشرکوں کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اللہ کی مسجدیں وہ آباد کریں اپنے اوپر کفر کی شہادت دیتے ہوئے۔''

آیت نمبر۴...... ''**فی بیوتٍ اذن اللّٰہ ان ترفع و یذکر فیھااسمہ یسبح لہ فیھا بالغد و والاصال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ و اقام الصلواۃ و ایتاء الذکواۃ یخافون یوما تَتَقَلَّبُ فیہ القلوب و الابصار یجزیھم اللّٰہ احسن ما عملوا ویذیدھم من فضلہ واللّٰہ یرزق من یشاء بغیر حساب**''.

''وہ اپنے گھروں میں جا کر عبادت کرتے ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ذکر کیا جائے اور ان کا نام لیا جائے۔ ان (مسجدوں) میں صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ وہ ایسے مرد ہیں جن کو اللہ کی یاد ہے اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے نہ خرید وفروخت وہ اس دن سے جب دل اُلٹ جائینگے اور آنکھیں ڈرتی ہیں۔ تاکہ خدا ان کو ان کے عملوں کا بہت اچھا بدلہ دے۔ ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے''۔

آیت نمبر۵...... ''واقیمو وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین له الدین''۔

''اور تم اپنا چہرہ ہر نماز کے وقت سیدھا رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت مخلص ہو کر کیا کرو اور اسی کو پکارو''

مسجد میں اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ خدا کا گھر ہے اور اللہ سے سرگوشی ہوتی ہے تو وہاں پر غیر اللہ کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔ مسجد صرف اور صرف اللہ جل شانہ کے لیے ہی ہے۔ اس کی نسبت صرف اللہ کی طرف ہوگی۔ اس نسبت سے جو شرافت اور بزرگی حاصل ہوتی ہے وہ دنیا میں کسی اور نسبت سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

آیت نمبر۶...... ''ان المساجد للّٰه فلا تدعوا مع اللّٰه احدا''۔

''مسجدیں اللہ ہی کی ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو''۔

مسجد سے آدمی کی باطنی اصلاح ہوتی ہے۔ لہٰذا ساتھ ہی ظاہری اصلاح کو بھی نہ چھوڑا جائے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

آیت نمبر۷...... ''یآبنی آدم خدوا زینتکم عند کل مسجد''۔

''اے آدمؑ کی اولاد! ہر نماز کے حاضری کے وقت اپنا لباسِ زینت پہن لیا کرو''۔

سب مسجدیں اللہ کے گھر ہیں ان کی حفاظت اللہ جلّ شانہ خود فرماتے ہیں اور اس کے مٹانے والوں کو اللہ تعالیٰ خود تباہ وبرباد کرڈالتا ہے۔

آیت نمبر۸......"ولولا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیراً".

"اگر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ لوگوں میں ایک دوسرے کا زور نہ گھٹاتا تو اپنے اپنے زمانے میں نصاریٰ کے عبادت اور خلوت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں بکثرت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے منہدم ہوگئی ہوتی"۔

جیسے ابرہہ بادشاہ نے جب مسجد حرام کو منہدم کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انتقام لیا۔

آیت نمبر۹......"وارسل علیھم طیرا ابابیل ترمیھم بحجارۃ من سجیل فجعلھم کعصف ماکول".

"اور بھیجے ان پر ابابیل کے پرندے ان پر پتھر مارتے تھے کنکر کے پس انکو کھایا ہوا بھُس کی طرح کردیا"

مسجد سے متعلق احادیث نبویہ ﷺ

حدیث نمبر۱......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔ان میں سے جو شخص زندہ رہے گا اسے رزق دیا جائے گا اور اس کی حاجتیں پوری کی جائیں گی اور اگر مر گیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔(۱) وہ شخص جس نے اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کیا اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے (۲) وہ شخص جو مسجد کی طرف چلا اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے (۳) وہ شخص جو اللہ کے راستے میں نکلا اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث نمبر۲......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسجدیں بازار ہیں آخرت کے بازاروں میں سے جو شخص ان میں داخل ہوگیا وہ اللہ کا مہمان ہے اس کی مہمانی مغفرت ہے اور اس کے لیے تحفہ تکریم و تعظیم ہے۔ (مسدرکِ حاکم)

حدیث نمبر۳...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں زمین میں سب سے محبوب جگہیں مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض جگہیں بازار ہیں۔ (مسلم شریف)

فائدہ...... یہ حدیث آپ ﷺ نے اس موقع پر ارشاد فرمائی جب ایک یہودی نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ دنیا میں سب سے بہتر جگہ کون سی ہے۔آپ خاموش ہو گئے جب جبرئیل امین آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا۔ پھر جبرئیل امین اللہ کے دربار میں حاضر ہوئے پھر آپ سے کہا کہ اللہ نے آج مجھ کو اتنا قریب کیا کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ میرے اور میرے رب کے درمیان ستر ہزار نوری پردے حائل تھے پھر اللہ نے فرمایا دنیا میں بدترین جگہ بازار ہیں اور بہترین جگہ مساجد ہیں۔

حدیث نمبر۴...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو جو مسجد (میں آنے جانے کا) خیال رکھتا ہو تو اس کے لیے اس بات کی گواہی دے دو کہ وہ اہل ایمان میں سے ہے کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ (ترمذی شریف)

فائدہ...... مسجد کی نگہداشت کرنا اس کی مرمت کرنا نماز پڑھنا عبادت میں مشغول رہنا، علوم دینیہ کا درس دینا، جو کام مسجد میں کرتے ہیں اس کے لیے اس حدیث شریف میں بشارت ہے کہ اس کے ایمان دار ہونے کی گواہی دو۔

حدیث نمبر۵...... حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر اس شخص کے لیے آرام اور رحمت اور پل صراط پر سلامتی کے گزر کر اللہ اور جنت حاصل ہونے کی ضمانت دی ہے جس کا گھر مسجد ہے۔

حدیث نمبر۶:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجد سے الفت (رغبت) رکھتا ہے اللہ جل شانہ اس

سے الفت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر ۷:۔حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گزارا کرو میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کا عہد فرمایا ہے کہ مسجد کو اپنا گھر بناؤ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسجد ہر پرہیز گار کا گھر ہے اور اللہ نے ضمانت لی ہے اس کی جس نے مسجد کو گھر جیسا بنایا راحت اور رحمت اپنی رضا اور پل صراط سے گزرنے کا۔

حدیث نمبر ۸......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مساجد زمین پر اللہ کا گھر ہے اور میزبان کے ذمے یہ ضروری ہے کہ وہ مہمان کا اعزاز و اکرام کرے۔

حدیث نمبر ۹......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوب کھاؤ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغیچے کیا ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مسجدیں۔

حدیث نمبر ۱۰......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صبح یا شام کے وقت مسجد کی طرف جائے۔اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں مہمانی تیار فرمائیں گے۔جب بھی صبح ہو یا شام۔ (مشکوٰۃ)

فائدہ......علماء فرماتے ہیں۔مسلمان کے ہر دفعہ کی مسجد میں حاضری پر اس کے لیے جنت میں مہمانی کا سامان تیار ہوتا ہے جو جنت پہنچنے پر اس کے سامنے آئے گا اور وہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہوگی جس کا دنیا میں تصور بھی ممکن نہیں۔

(ترغیب وترھیب)

حدیث نمبر ۱۱......حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے گھر میں وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا پھر وہ مسجد کی طرف چلا تو

اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے اور میزبان کے ذمے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے مہمان کا اعزاز و اکرام کرے۔ (ترغیب وترھیب)

حدیث نمبر ۱۲...... حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص صبح کے وقت مسجد کی طرف کسی خیر کی بات کو سیکھنے یا سیکھانے کے لیے جاتا ہے تو اس کے لیے مجاہد کا ثواب لکھا جاتا ہے اور بغیر نفع کے یہ شخص نہیں لوٹتا۔ (ایضاً)

حدیث نمبر ۱۳...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے گھروں کو آباد کرنے والے اللہ کے اہل ہیں۔

حدیث نمبر ۱۴...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مسجدوں کو اپنا وطن بنا لے نماز اور ذکر کے لیے تو اللہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ غائب کے گھر والے اس کے آنے پر خوش ہوتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مسجدوں کو اپنا وطن بنا لے اور پھر وہ اپنے کسی کام یا ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے واپس آنے سے ایسا خوش ہوتے ہیں جیسا گھر کے لوگ اپنے کسی دور گئے ہوئے عزیز کے واپس آنے پر خوش ہوتے ہیں۔

(الترغیب والترھیب)

حدیث نمبر ۱۵...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سب جماعت اور عامۃ الناس اور مسجد کو مضبوطی سے لازم پکڑو۔ (حوالہ بالا)

حدیث نمبر ۱۶...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اکثر اوقات مسجدوں میں گزارتے ہیں وہ لوگ مسجد کے کھونٹے ہیں فرشتے ان کے ہم نشین ہوتے ہیں۔ اگر وہ غائب ہو جائیں تو فرشتے ان کو ڈھونڈتے ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عبادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے ان کی مدد کرتے ہیں مسجد کا ہم نشین تین باتوں میں سے کسی ایک بات پر آتا ہے۔

(۱) یا تو اس کی صحبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔

(۲) یا وہ کسی سے حکمت کی بات سن لیتا ہے۔
(۳) وہ اللہ کی رحمت میں آجاتا ہے۔ جو اس کا منتظر ہوتا ہے۔
(۴) نیز ایک روایت ہے کہ ایسے لوگ کسی وقت مسجد میں نہ آئیں تو فرشتے ان کو تلاش کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

حدیث نمبر ۱۷...... حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو بہترین صورت کے ساتھ دیکھا، ارشاد ہوا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم جانتے ہو کہ ملائے اعلیٰ کے فرشتے کس چیز پر جھگڑا کرتے ہیں میں نے کہا ہاں کفارات میں یعنی گناہوں کے کفارہ کون کون سے عمل ہوتے ہیں۔ مسجد میں ٹھہرنا نماز کے بعد اور کفارات کے ادا کرنے کے لیے چلنا ہے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۱۸...... حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راہب ہونے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی رہبانیت یہ ہے کہ مسجدوں میں نمازوں کے انتظار میں بیٹھا جائے۔ (مشکوٰۃ)

حدیث نمبر ۱۹...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں۔ اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو ہٹا دیتا ہوں۔

حدیث نمبر ۲۰...... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روایت. ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیں گے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث نمبر ۲۱...... عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص جماعت والی مسجد کے لیے چلا تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک گناہ معاف کر دیا جائے گا اور دوسرے قدم پر ایک نیکی لکھی جائے گی اور یہ فضیلت صرف جانے

کے وقت کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ مسجد سے واپسی پر بھی یہی فضیلت ہوتی ہے۔

حدیث نمبر۲۲......حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ بکثرت مسجدوں کی طرف اندھیرے میں جاتے ہیں انہیں قیامت کے دن پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دیں۔ (ترمذی شریف)

حدیث نمبر۲۳......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرد کی نماز جو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی جائے وہ اس نماز سے جو وہ گھر میں یا دوکان میں تنہا پڑھتا ہے پچیس (۲۵) گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے کیونکہ جب وہ وضو کو پورے آداب کے ساتھ اور اس کے تمام مستحباب وسنن کے ساتھ ادا کرتا ہے اور مسجد کی طرف آتا ہے۔ مسجد میں آنے سے اس کی فرض صرف نماز ہی آتی ہے۔ تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں اس کا درجہ بلند کیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطاء معاف کی جاتی ہے۔ پھر وہ نماز ادا کرتا ہے جب تک وہ نماز کی جگہ پر رہتا ہے۔ فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس پر رحم فرما اے اللہ اس پر رحم فرما اور جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں رہے گا وہ نماز ہی میں مانا جائے گا ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ فرشتے دعا میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہ اس کو بخش دے اے اللہ اس کی توبہ قبول فرما جب تک وہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور باوضو رہے۔ (بخاری ومسلم)

حدیث نمبر۲۴......حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انصار میں ایک شخص تھے میرے علم کے مطابق مسجد میں سب سے زیادہ فاصلہ پر ہی رہتے تھے مگر ان سے ایک نماز بھی نہ چوکتی، لوگوں نے ان سے کہا کہ تم گدھا کیوں نہیں خرید لیتے رات کی تاریکی میں دوپہر کی گرمی کے وقت پر سوار ہو کر مسجد میں آجایا کرو۔ انہوں نے جواب دیا مجھے اس کی خواہش نہیں کہ میرا گھر مسجد سے قریب ہو جائے۔ میری تمنا تو یہی ہے کہ اس طرح آنے اور جانے میں ہر قدم کا ثواب ملے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مطمئن رہو اللہ نے تمہارے لیے ایسا ہی آنے اور واپس جانے کا ثواب جمع کر دیا ہے۔

(مسلم شریف)

حدیث نمبر ۲۵......حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بلاشبہ نماز کے بارے میں سب سے بڑھ کر ثواب والا وہ شخص ہے جو نماز کی حاضری کے لیے خوب دور سے چل کر مسجد میں جاتا ہے اور جو شخص اس سے بھی دور کی مسافت طے کر کے آتا ہے اس کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہے اور جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں رہتا ہے تاکہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اس کا درجہ اس سے زیادہ ہے جو اپنی نماز پڑھ کر سو جائے۔ (مسلم شریف)

مسجد کے ضروری آداب و مسائل

ذیل میں مسجد سے متعلق ضروری آداب و مسائل کو احادیث اور فتاوٰی جات کی روشنی میں لکھا جا رہا ہے، ان آداب کا مطالعہ ہم سب کے لیے نہایت ضروری ہے اور اس کے بعد ان پر عمل کرنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے اللہ تعالیٰ ہم سب لوگوں کو ان مسائل پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ لیجئے اب مسجد کے مختصراً کچھ مسائل وآداب ملاحظہ فرمایئے۔

(۱)......محلہ میں چند مسجدیں ہوں اور سب کا فاصلہ برابر ہو تو قدیم تر میں نماز پڑھنا افضل ہو گا۔ اور اگر فاصلہ برابر نہ ہو تو جو زیادہ گھر سے قریب ہو اس میں نماز پڑھنا بہتر ہو گا۔

(۲)......نابالغ کی زمین میں مسجد بنانا جائز نہیں اگر وہ اجازت بھی دے دے۔

(۳)......بغیر وضو کے مسجد میں داخل ہونا جائز ہے۔ مگر مکروہ ہو گا۔

(۴)......اذان ہونے کے بعد مسجد سے نکلنا مکروہ ہے الا یہ کہ اس مسجد میں کسی دوسری مسجد کا امام، مؤذن یا منتظم ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(۵)......مسجد میں داخل ہونے کے ساتھ ہی تحیۃ المسجد مستحب ہے مگر یہ تین نمازوں سے پہلے پڑھنا چاہیے۔ ظہر، عصر اور عشاء۔ فجر سے پہلے اور مغرب سے پہلے نہیں پڑھنا چاہیے۔

(۶)......جو شخص کثرت سے مسجد میں آتا جاتا رہتا ہو۔ یا مسجد میں ہی رہتا ہو تو وہ صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لے یہ کافی ہو جائے گا۔

(۷)......کوئی شخص گھر یا دوسری مسجد میں نماز پڑھ کر آیا اور مسجد میں عشاء یا ظہر کی نماز ہو رہی

ہوتو وہ نفل کی نیت کر کے شامل ہو جائے۔

(۸)......محلّہ کی مسجد یہ جامع مسجد سے بھی افضل ہے سلف الصالحین کا یہی تعامل نقل کیا گیا ہے۔

(۹)......دُکاندار ملازم پیشہ لوگوں کے لیے جو مسجد ان کے دُکان یا ملازمت کے قریب ہے وہی اس کی محلّہ کی مسجد سمجھی جائے گی اور گھر آنے کے بعد گھر کے قریب والی محلّہ کی مسجد سمجھی جائے گی۔

(۱۰)......طالب علم کے لیے علمی استفادہ کی وجہ سے اپنے استاد کی مسجد محلّہ کی مسجد سے افضل ہے۔

(۱۱)......اگر محلّہ کی مسجد میں نماز نہ ہوتی ہوتو وہاں اذان واقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھنا جامع مسجد کی جماعت سے بھی افضل ہوگا۔

(۱۲)......محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھنا اگر چہ جماعت میں کم افراد ہوتے ہوں تو بھی جامع مسجد سے افضل ہے جہاں بڑی جماعت ہوتی ہے۔

(۱۳)......جس شخص کی جماعت فوت ہو جائے تو اب یہ محلّہ کی دوسری مسجد میں جا کر با جماعت نماز پڑھ سکتا ہے، اپنی مسجد میں تکبیر اولیٰ یا ایک رکعت فوت ہونے کا خیال ہوتو تب بھی افضل یہی ہے کہ اپنے محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھے اگر چہ دوسری مسجد میں پوری جماعت مل سکتی ہے۔

(۱۴)......نماز پڑھتے وقت مکمل لباس پہنا جائے اس کے خلاف ننگے سر یا مونڈھے یا کندھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔خواہ قمیض آدھی آستین والی ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو۔ ہر صورت میں نماز مکروہ ہو جائے گی۔

(۱۵)......ایسے لباس میں بھی نماز پڑھنا مکروہ ہوگی جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانے میں شرم محسوس کرتا ہو۔

(۱۶)......مسجد میں قبلہ رخ بیٹھنا مستحب ہے۔

(۱۷)......مسجد اور خارج مسجد قبلہ کی طرف قصداً پاؤں کرنا مکروہ ہے۔خواہ حالت بیداری

میں ہو یا حالت نیند میں ہو۔

(۱۸)......قبلہ کی طرف پاؤں کو دراز کرنے کی عادت بنالینا کبیرہ گناہ ہے۔

(۱۹)......عذر یا بھول ہو جائے تو مکروہ نہیں ہوگا۔

(۲۰)......ایک پاؤں کا دراز کرنا بھی مکروہ ہے۔

(۲۱)......چھوٹے بچے کو قبلہ رخ کر کے لیٹانا بھی مکروہ ہے۔اور لیٹانے والے کو بھی گناہ ہو گا۔

(۲۲)......مسجد میں مباح کلام بھی مکروہ ہے۔مگر فتویٰ ظہر یہ میں ہے کہ مکروہ اس صورت میں ہوگی جب کہ وہ بات کرنے کے لیے ہی مسجد میں بیٹھنا ہو اگر عبادت کے لیے آیا ہو۔ پھر درمیان میں یہ بات ہو جائے تب یہ مکروہ نہیں ہوگی۔

(۲۳)......مسجد میں تعین جگہ کے لیے پہلے مصلیٰ بھیج دینا پھر خود صفوں کو چیرتے ہوئے اپنے مصلیٰ تک پہنچنا یہ بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(۲۴)......امام کے لیے صفوں کو پھلانگنا، محتاط انداز میں جائز ہے۔

(۲۵)......پہلی صف میں خالی جگہ ہونے کے باوجود پہلی صف میں کھڑا نہ ہونا مکروہ ہے۔

(۲۶)......مسجد میں نماز کے لیے کسی جگہ کو مخصوص کر لینا مکروہ ہے۔

(۲۷)......کوئی آدمی کسی جگہ پر پہلے سے بیٹھ جائے بعد میں آنیوالے کو یہ اختیار نہیں کہ اس جگہ سے پہلے بیٹھنے والے کو اٹھا کر خود وہاں بیٹھے۔

(۲۸)......اگر آدمی مسجد میں بیٹھ کر کسی ضرورت سے اٹھے تو دوبارہ اسی جگہ بیٹھنے کا وہی مستحق ہے۔بہتر ہے کہ وہ کوئی رومال یا کپڑا وغیرہ رکھ کر جائے۔

(۲۹)......مسجد میں نجاست یا (نجاست والے کپڑے) لے کر جانا اگرچہ اس سے مسجد آلودہ نہ بھی ہو تب بھی مکروہ ہے۔

(۳۰)......جس کے بدن پر نجاست لگی ہو۔اس کو بھی مسجد میں جانا منع ہے۔

(۳۱)......جس گارے میں ناپاک پانی ڈالا جائے تو اس سے مسجد کو لیپائی کرنا بھی مکروہ تحریمی ہوگا۔

(۳۲)......مسجد میں ناپاک تیل جلانا بھی مکروہ ہے۔

(۳۳)......مسجد میں کسی برتن وغیرہ کے اندر پیشاب، پاخانہ کرنا بھی جائز نہیں، مسجد کی چھت پر بھی پیشاب یا پاخانہ یا جماع کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

(۳۴)......جوئیں مار کر یا کھٹل مار کر مسجد میں ڈالنا بھی مکروہ ہے۔

(۳۵)......جنسی مرد، حائضہ عورت کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

(۳۶)......کوئی بدبودار چیز مثلاً کچی پیاز، مولی، لہسن وغیرہ کھائے جس سے منہ میں بدبو ہو تو اس کو مسجد میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔

(۳۷)......بدبودار چیز کھا کر مسجد میں اس وقت داخل ہونا جب کہ کوئی آدمی بھی مسجد میں نہ ہو تب بھی منع ہے۔

(۳۸)......جس کے منہ یا زخم سے بدبو آتی ہو یا بدبودار دوائی لگانے سے بدبو آرہی ہو ان تمام صورتوں میں مسجد میں نہیں جانا چاہیے۔

(۳۹)......کسی کے کپڑے سے بھی بدبو آرہی ہو تو اس کو بھی مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

(۴۰)......مٹی کا تیل جلانا بھی منع ہے۔

(۴۱)......مسجد میں میت کو داخل کرنا ناجائز ہے۔ اور نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔

(۴۲)......چھوٹے بچے، اور پاگل جس سے مسجد کے گندے ہونے کا خطرہ ہو ان کو بھی میں لے جانا مکروہ ہے۔ اور اگر مسجد کے گندا ہونے کا غالب یقین ہو تو لے کر جانا حرام ہوگا۔

(۴۳)......اگر بچے باشعور ہوں تو وہ سرپرست کے ساتھ مسجد کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوں تو ان کا مسجد میں جانا مکروہ نہیں ہوگا۔

(۴۴)......مسجد کے کوڑا کرکٹ وغیرہ کا بھی احترام کرنا چاہیے اس کو ایسی جگہ نہ پھینکا جائے جو اس کی تعظیم و احترام کے خلاف ہو۔

(۴۵)......امام نیچے ہو اور اسکی چھت پر مقتدی ہوں یہ جائز ہے۔ بشرطیکہ امام سے آگے مقتدی نہ ہوں۔

(۴۶)...... مسجد کی چھت پر چڑھنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

(۴۷)...... مسجد کے اندر درختوں کا لگانا مکروہ ہے اگر ضرورت ہوتو مکروہ نہیں ہوگا مثلاً مسجد کی زمین میں نمی زیادہ ہو یا دیواروں کے گر جانے کا اندیشہ ہو۔

(۴۸)...... مسجد میں کنواں کھودنا بھی جائز نہیں اگر پہلے کنواں موجود تھا اب وہ مسجد میں آ گیا ہوتو اس کو اب باقی رکھا جا سکتا ہے۔

(۴۹)...... مسجد میں برہنہ ہونا مکروہ تحریمی ہے۔

(۵۰)...... مسجد کے اندر ہی یا مسجد کی دیواروں پر تھوکنا یا ناک صاف کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۵۱)...... مسجد کی دیوار سے تیمّم کرنا جائز ہے مگر بے ادبی ضرور ہے۔

(۵۲)...... غیر معتکف کے لیے مسجد میں وضو کرنا اور کلی کرنا بھی ناجائز ہے اگرچہ مستعمل پانی کسی برتن میں جمع ہوتا رہے۔

(۵۳)...... وضو کے پانی کو برتن میں جمع کرتا رہے یہ مستعمل پانی مسجد میں نہ گرنا چاہیے۔ ورنہ اس کے لیے بھی جائز نہیں۔

(۵۴)...... مسجد کے اگر دو دروازے ہوں تو ایک سے داخل ہوکر دوسرے سے گزرنا یعنی مسجد کو گزرگاہ بنانا جائز نہیں اگر کوئی عذر ہوتو جائز ہے مگر اس کی عادت نہ بنائی جائے۔

(۵۵)...... دنیا کا جو کام بھی ہو مسجد میں کرنا مکروہ ہے۔

(۵۶)...... مسجد میں دستکاری کرنا بھی جائز نہیں مثلاً کپڑا سینا، ٹوپی بنانا، زیور کا جڑنا وغیرہ۔ ہاں اگر یہ دستکاری اس لیے کرنا ہو کہ مسجد کی حفاظت کرے اور حفاظت مسجد کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہوتو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

(۵۷)...... مسجد میں مقدمہ کا فیصلہ کرنا درس اور فتویٰ کا کام کرنا جائز ہے۔

(۵۸)...... موذی آدمی اور جانوروں کو مسجد سے روکا جا سکتا ہے۔

(۵۹)...... گم شدہ چیزوں کے لیے مسجد میں اعلان کرنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر مسجد میں ہی وہ چیز گم ہوئی ہوتو اب مسجد میں دریافت کر سکتا ہے۔

(۶۰)...... مسجد میں سونا اور کھانا، پینا معتکف اور مسافر کے لیے جائز ہے کوئی دوسرا سونا

چاہے تو بہتر یہ ہے کہ اعتکاف کی نیت کرلے۔

(۶۱)......فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بوقت ضرورت غریب اور گھر والا آدمی بھی مسجد میں سو سکتا ہے مگر اجتناب کرنا بہتر ہے۔

(۶۲)......مسجد میں زور سے ذکر کرنا یا آواز سے قرآن کی تلاوت کرنا وغیرہ ناجائز ہے۔

(۶۳)......بعض کے نزدیک اگر مسجد میں کوئی آدمی نماز یا تسبیح میں مشغول نہ ہو تو تب جائز ہے یہی حکم درس حدیث اور درس قرآن کا ہے۔

(۶۴)......مسجد میں عقد نکاح مستحب ہے۔

(۶۵)......مسجد میں ریح خارج کرنا بھی ناجائز ہے۔

(۶۶)......معتکف کو چاہیے وہ ریح خارج کرنے کے لیے مسجد سے باہر جائے جیسے کہ پیشاب پاخانہ کے لیے جاتا ہے۔

(۶۷)......نشہ والا آدمی کو مسجد سے نکلوا دینا درست ہے۔

(۶۸)......مسجد میں فرش بچھانا، بجلی جلانا سنت ہے لیکن صرف اسی حد تک جس کی ضرورت ہو۔

(۶۹)......مسجدوں میں اپنے گھروں کا سامان رکھنا جائز نہیں البتہ فتنہ عامہ جنگ وغیرہ کے زمانے میں اگر عام خوف ہو تو اس وقت گھروں کا سامان مسجد میں رکھا جاسکتا ہے۔

(۷۰)......مسجد کے دروازے کو تالہ لگانا ناجائز ہے۔ اگر سامان مسجد کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو کسی آدمی کے ذریعہ سے حفاظت کروائی جائے تاکہ آنے جانے والے آتے جاتے رہیں۔

(۷۱)......مسجد کی چھت پر بغیر ضرورت کے چڑھنا مکروہ ہے۔

(۷۲)......مسجد کے سامان کے لیے مسجد میں کوئی کوٹھڑی بنالی جائے تو جائز ہے۔

(۷۳)......مسجد کا سامان گھر یا حجرے میں لے جانا جائز نہیں۔

(۷۴)......مسجد کا چراغ گھر میں لانا جائز نہیں البتہ اپنا چراغ مسجد لے جانا درست ہے۔

(۷۵)......فاحشہ عورت نے حرام آمدنی سے مسجد بنائی تو وہ مسجد نہیں ہے اور نہ اس میں نماز

پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

(۷۶)......البتہ وہ قرض لے کر مسجد بنوائے پھر قرض اپنے مال سے دے دے تب جائز ہے دائمی سودخور کی بنائی ہوئی مسجد میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

(۷۷)......اگر مسجد میں صفوف سے علیحدہ کوئی شخص امام کے پیچھے اقتداء کرے تو یہ اقتداء درست ہے۔ مثلاً مسجد کے ایک حصہ میں جماعت ہورہی ہے درمیان میں چند صفوں کی جگہ چھوڑ کر کچھ آدمی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا شروع کر دیں تو نماز ادا ہو جائے گی۔ مگر مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ پر اس طرح اقتداء کرنا جائز نہیں۔ اتصال صفوف شرط ہے۔

(۷۸)......مگر مسجد میں بھی اتصال صفوف کرنا واجب ہے۔ اسی وجہ سے احادیث میں اتصال صفوف نہ کرنے پر سخت وعیدیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

(۷۹)......اگر کوئی مسجد شکستہ اور ویران ہو کر نماز پڑھنے کے قابل نہ رہے یا جو عملہ وہاں آباد تھا کسی وجہ سے چلا گیا۔ تب بھی وہ ویران مسجد قیامت تک مسجد رہے گی کسی کی ملک نہ بنے گی۔

(۸۰)......اگر مسجد کے نیچے تہ خانہ ہو۔ یا دکان وغیرہ ہو تو مسجد کی طرف وقف ہو اسکی آمدنی مسجد کے مصالح پر ہی صرف ہو۔ یا مسجد کے چھت پر کوئی مکان وغیرہ مسجد کے ہی مصالح کے لیے ہو۔ تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہوگی۔

(۸۱)......اسی صورت بالا میں نیچے کی دکانیں اور اوپر کا مکان وغیرہ مسجد میں داخل ہوگا اسی بنا پر ان کا کرایہ پر دینا اور اس میں تجارت کرنا جائز ہے ورنہ یہ تمام امور مسجد میں ناجائز ہوتے ہیں۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ مسجد بنانے کے وقت اس کی نیت کر لی جائے۔ ورنہ اگر مسجد بنا دی جائے پھر بعد میں اس طرح کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ مسجد کے اوپر آسمان تک اور نیچے زمین کی انتہا تک سب کا سب قیامت تک کے لیے مسجد میں ہوتی ہے۔

(۸۲)......اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میرے روپے فلاں مسجد میں لگائے جائیں تو بہتر یہی ہے کہ جس مسجد کی وصیت کی ہے اسی میں لگایا جائے لیکن اگر دوسری مسجد کی تعمیر میں لگا دیئے تب بھی جائز ہے۔

(۸۳)......اپنی ذاتی مال سے مسجد کی دیواروں پر سونے وغیرہ کا پانی دیواروں کو منقش کروانا جائز ہے مگر یہ بھی خلاف اولی ہے مسجد کے وقف کے مال سے یہ جائز نہیں ہوگا اگر محراب مسجد کی جگہ میں بنایا گیا ہو تو وہ محراب بھی مسجد کے حکم میں ہوتا ہے اور معتکف چلا جائے تو اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

(۸۴)......زکوٰۃ کا مال مسجد میں لگانا جائز نہیں ہے۔

(۸۵)......جن مصلوں پر اللہ کا نام ہو اس کو بچھانا اور استعمال کرنا جائز نہیں۔

(۸۶)......ایک مسجد کے ساتھ دوسری مسجد بنانا بغیر کسی ضرورت کے یہ جائز نہیں ہے جو آپس میں تفرق ڈالے یا صرف فخر وریاء کے لیے بنائی جائے۔

(۸۷)......دوسری مسجد جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے بنائی جائے تو جائز ہے۔

(۸۸)......مسجد میں مقلدین اور غیر مقلدین کا آپس میں جھگڑا رہتا ہو تو کوئی فریق دوسری مسجد بنالے تو جائز ہے۔

(۸۹)......مسجد میں کوئی قبر ہو تو وہ قبر جس مقتدی کے آگے یا دائیں یا بائیں پڑے گی اس کی نماز مکروہ ہو جائے گی۔

(۹۰)......بڑی جماعت ہو امام کی آواز آخر تک نہیں پہنچتی تو اب چند مکبر ہو جائیں، مکبرین کا ضرورت سے زیادہ ہونا یا آواز گرجے یا ضرورت سے کم ہوتا کہ زیادہ چیخنا پڑے یہ صحیح نہیں ہے۔ (بحوالہ روضۃ المساجد)

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسجد کی تعمیر کر کے اور مسجد کی خدمت کر کے جنت میں جانے والا بنادے، آمین، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

بارہویں فصل

پریشانیوں و بیماریوں پر صبر سے متعلق اعمال

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جس شخص کے سر میں درد ہو اور وہ اس پر ثواب کی نیت رکھے تو اس سے پہلے کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' (مجمع الزوائد ۲/۳۰۶)

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ''کیا میں تم کو اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم نہ بتادوں کہ جس کے ذریعہ سے دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، اور سوال کیا جائے تو پورا فرماتے ہیں؟ یہ وہ دعا ہے جس کے ذریعہ حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو تین اندھیریوں میں پکارا تھا (لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین) آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں بیشک میں ہی قصور وار ہوں (تین اندھیریوں سے مراد رات سمندر اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے ہیں)''

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کے لیے خاص ہے یا تمام ایمان والوں کے لیے عام ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں سنا'' ونجیناہ من الغم و کذلک ننجی المؤمنین'' کہ ہم نے یونس علیہ السلام کو مصیبتوں سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان اس دعا کو اپنی بیماری میں چالیس مرتبہ پڑھے اگر وہ اس مرض میں فوت ہو جائے تو اس کو شہید کا ثواب دیا جائے گا اور اگر اس

بیماری سے اسے شفا مل گئی تو اس شفا کے ساتھ اس کے تمام گناہ معاف کیے جا چکے ہوں گے۔ (مستدرک حاکم)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جب میں اپنے مومن بندے کو (مرض وغیرہ میں) مبتلا کرتا ہوں پھر وہ میری تعریف کرتا ہے اور میرے ابتلاء پر صبر کرتا ہے تو وہ اپنے بستر سے گناہوں سے یوں پاک ہو کر اٹھتا ہے جس طرح وہ پیدائش کے دن گناہوں سے پاک تھا'' (او کما قال علیہ السلام) اور حق تعالیٰ شانہ کراماً کاتبین سے ارشاد فرماتے ہیں ''میں نے اپنے اس بندے کو بیماری میں مقید کر دیا اور آزمائش میں اس کو مبتلا کر دیا لہٰذا جو اجر و ثواب ایام صحت کے دوران لکھا کرتے تھے اس کو لکھتے رہو۔''

(اخرجہ احمد وابو یعلی والطبرانی)

جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے تو اللہ پاک اس کے پاس دو فرشتوں کو یہ کہہ کر بھیجتے ہیں کہ ''اس کو ذرا دیکھو اپنی عیادت کو آنے والوں سے کیا کہتا ہے؟'' پھر اگر وہ بیمار بندہ مزاج پرسی کے لیے آنے والوں کے سامنے اپنی اس حالت پر اللہ کی تعریف کرتا ہے تو فرشتے اس کے اس قول کو اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ پاک سب سے زیادہ جاننے والے ہیں، پھر ملائکہ سے ارشاد ہوتا ہے کہ ''اس کو اگر موت دے دی تو اس کو جنت میں داخل کروں گا اور اگر شفا دی تو پہلے گوشت سے بڑھیا گوشت اور پہلے خون سے بڑھیا خون اس کو دوں گا اور اس کے گناہوں کو معاف کر دوں گا۔''

(کنز العمال ۳/۱۵:۶۷۰۴)

مریض کا درد سے کراہنا تسبیح ہے اور درد سے چیخنا تہلیل ہے اور سانس لینا صدقہ ہے بستر پر لیٹنا عبادت ہے ایک پہلو سے دوسرے پہلو کی طرف کروٹ لینا ایسا ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں دشمن سے قتال کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ ''صحت کی حالت میں وہ جو اچھے عمل کیا کرتا تھا ان کو نامہ اعمال میں لکھو۔'' جب وہ صحت یاب ہو کر بستر سے اٹھ کر چلتا ہے تو اس طرح ہو جاتا ہے گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا جیسا کہ اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا۔ (کنز العمال ۳/۳۱۱:۶۷۰۵)

حضرت بریدہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی بندے کی اس سے بڑھ کر کوئی آزمائش نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرک کرنے لگے، شرک کے بعد بندہ کی اس سے بڑھ کر کوئی آزمائش نہیں ہے کہ اس کی بینائی جاتی رہے۔ جس کی بینائی چلی جائے پھر وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں۔ (کنزالعمال ۳/۲۷۹)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک انصاری کی عیادت فرمائی۔ حضور پاک ﷺ ان پر جھک پڑے تو اس انصاری نے کہا اے اللہ کے نبی سات راتوں سے مجھے نیند نہیں آئی اور نہ کوئی آدمی میرے پاس آتا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا'' اے میرے بھائی صبر کر، اے میرے بھائی صبر کر حتی کہ تو اپنے گناہوں سے نکل جائے جیسا کہ تو ان گناہوں میں داخل ہوا۔'' نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا'' بیماریوں کے اوقات خطاؤں کے اوقات کا کفارہ بن جاتے ہیں۔''

(اخرجہ ابن ابی الدنیا جلد ۴)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' حالت اسلام میں کوئی آدمی بوڑھا نہیں ہوتا مگر اللہ رب العزت اس کی وجہ سے اس کے لیے ایک نیکی لکھتے ہیں اور اس کی ایک خطا معاف فرماتے ہیں۔

(اخرجہ ابوداؤد فی روایۃ عند ابن حبان فی صحیحہ)

ابن حبان نے الفاظ حدیث یوں نقل کیے ہیں۔

''نہیں ہے کوئی مسلمان کہ وہ حالت اسلام میں بوڑھا ہو جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھتے ہیں اور اس کی ایک خطا معاف فرماتے ہیں اور اس بڑھاپے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرماتے ہیں۔

بلا ہر روز پوچھتی ہے کہ آج کس طرف رخ کروں؟ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں'' میرے محبوب اور مطیع فرماں بردار بندوں کی طرف۔ تیری وجہ سے لوگوں میں سب سے بہترین کو جانچتا ہوں اور ان کے صبر کا امتحان لیتا ہوں اور ان کے گنا-

زائل کرتا ہوں اور تیری ہی وجہ سے ان کے درجات بلند کرتا ہوں۔" فراخی (خوش حالی) بھی روز اللہ سے پوچھتی ہے کہ آج کدھر کا رخ کروں؟ ارشاد ہوتا ہے "میرے دشمنوں اور میرے نافرمانوں کی طرف، تیرے ذریعہ ان کی سرکشی بڑھانا چاہتا ہوں ان کے گناہوں میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں اور تیری وجہ سے ان کی فوری گرفت کرتا ہوں اور تیری وجہ سے ان کی غفلت زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔ (کنز العمال ۳/۳۴۱: ۶۸۵۰)

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تمام لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "انبیاء کرام کی اس کے بعد درجہ بدرجہ جو افضل ہو۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے اگر اس کی دینی حالت پختہ ہو تو آزمائش سخت ہوگی۔ اگر دین کمزور ہے تو اس کے دین کے موافق اللہ اس کو آزمائے گا، مسلسل بندہ پر مصائب آتے رہتے ہیں حتی کہ وہ اس حال میں زمین پر چلتا پھرتا ہے کہ اس پر گناہ باقی نہیں رہتا۔ (اخرجه ابن ابی الدنیا و ابن ماجه و الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "مسلمان کو کوئی تھکن، مشقت فکر اور رنج اور اذیت اور غم نہیں پہنچتا یہاں تک کہ کانٹا ہی لگ جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں کو معاف فرما دیں گے۔"

اور ترمذی کی ایک روایت میں یوں ہے:

"مومن کو کوئی مصیبت نہیں پہنچتی یعنی تھکن، غم اور دائمی درد یہاں تک کہ وہ غم جو اس کو فکر میں مبتلا کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔" (ترغیب جلد ۴، صفحہ ۲۸۴، بخاری ۲/۸۴۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مسلمان نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو بتلایئے یہ امراض جو ہم کو پہنچتے ہیں ان کی وجہ سے ہمیں کیا اجر ملے گا؟ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا "یہ گناہوں کا کفارہ ہیں۔" ابی بن کعب نے عرض

کیا وہ مجلس شریف میں حاضر تھے، اے اللہ کے رسول! خواہ وہ بیماری تھوڑی سی ہی ہو؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''خواہ وہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو یا اس سے کوئی بڑی چیز۔

(اخرجه احمد و ابن ابی الدنیا و ابو یعلی و ابن حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بیماریاں دے کر آزماتے ہیں حتی کہ ان بیماریوں کی وجہ سے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔''

(اخرجہ الحاکم کذا فی الترغیب والترھیب ۴/۲۹۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''رب سبحانہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! جس بندے کی مغفرت کرنا چاہتا ہوں اس کو دنیا سے اس وقت تک نہیں نکالتا جب تک اس کی خطاؤں کو جو اس کی گردن میں ہیں بدن کو بیمار کر کے اور اس کے رزق میں کمی کر کے پورا نہ کروں۔'' (اخرجہ رزین کذا فی الترغیب جلد ۴ صفحہ ۲۹۷)

حضرت ام العلاء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے میری عیادت فرمائی جب کہ میں بیمار تھی۔ پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اے ام العلاء! تمہیں بشارت ہو کیوں کہ مسلمان کا مرض اس کی خطاؤں کو ایسے لے جاتا ہے جیسے آگ لوہے اور چاندی کی کھوٹ کو دور کر دیتا ہے۔

(اخرجه ابو داؤد جلد ۴، سنن ابی داؤد کتاب الجنائز)

ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ''کون ہے جو میرے بارے میں قسمیہ کہتا ہے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا؟ میں نے فلاں (گنہگار) کی مغفرت کر دی اور تیرے اعمال برباد کر دیئے۔ (اخرجه مسلم)

تین چیزیں نیکی کے خزانوں میں سے ہیں (۱) صدقہ کو مخفی طریقے سے ادا کرنا (۲) مصیبت کو چھپانا (۳) ہر قابل شکایت بات کو چھپانا۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں ''جب میں اپنے کسی بندے کو آزمائش میں مبتلا کروں، پھر وہ صبر کرے اور اپنی عیادت کے لیے آنے والوں سے شکایت نہ کرے پھر میں اس کو تندرست کردوں تو اس کے گوشت سے بڑھیا گوشت اور اس کے خون سے بڑھیا خون بدلے میں اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر اس کو چھوڑ دوں (یعنی مرض ہی کی حالت میں زندہ رکھا) تو اس حال میں چھوڑتا ہوں کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہ رہے اور اگر اس کی روح قبض کروں تو اس حال میں قبض کروں گا کہ میں اپنی رحمت میں اس کو ٹھکانا دوں گا۔ (اخرجه الطبرانی و الحاکم کنز العمال)

ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا جب وہ سجدہ میں گیا تو ایک اور آدمی آیا اور اس کی گردن کو اس نے (بے خیالی میں) روندھ دیا جو سجدہ میں پڑا ہوا تھا اس نے کہا اللہ کبھی بھی تیری مغفرت نہیں کرے گا۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''میرے بندے کے بارے میں قسم کھا کر وہ یہ کہتا ہے کہ میں اس کی مغفرت نہیں کروں گا تحقیق میں نے اس کی مغفرت کردی۔'' (کنز العمال ۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مومن بندہ اور مومن عورت کی جان میں اس کی اولاد اور مال میں آزمائش آتی رہتی ہے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے جا ملتا ہے اور اس پر کوئی بھی گناہ نہیں ہوتا۔''

(رواه الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''قریب قریب رہو اور سیدھے سیدھے رہو ہر ناگوار بات جو مسلمان کو پہنچے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہے حتی کہ کوئی مصیبت جو اس کو پہنچے اور کانٹا جو اس کو چبھے۔''

(اخرجه مسلم والترمذی واحمد)

بخار سے مومن کے سارے گناہ کا معاف ہونا

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

ایک رات کے بخار سے مومن کے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

(ابن ابی الدنیا، اتحاف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سائب کے وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "اے کیا بات ہے، کپکپا رہی ہو؟" وہ عرض کرنے لگی کہ بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بخار کو برا مت کہو کیوں کہ یہ بنی آدم کی خطاؤں کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کو دور کر دیتی ہے۔" (صحیح مسلم ۲/۳۱۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "بخار حصہ ہے ہر مومن کا آگ سے یعنی دوزخ سے اور ایک رات کا بخار ایک پورے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔" (اجرجه القسناعی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "جو آدمی ایک رات بیمار رہا، پھر اس پر صبر کیے رہا اور اللہ عزوجل سے راضی رہا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسے ماں سے پیدائش کے دن تھا یعنی کچھ بھی گناہ باقی نہیں رہیں گے۔ (اخرجہ ابن ابی الدنیا والحکیم الترمذی وفی الترغیب جلد۴، صفحہ۲۹۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ "جب بندہ تین دن بیمار رہا تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے ماں سے پیدائش کے دن تھا یعنی کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔" (کنز العمال ۳/۳۰۷: ٦٦٨۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب بندہ مومن بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔" (الترغیب والترہیب ۴/۲۸۷ الترغیب فی الصبر: ۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کبھی بھی کسی مسلمان کی رگ نہیں پھڑکی مگر اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی ایک خطا معاف فرما دیتے ہیں اور اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتے ہیں اور ایک درجہ اللہ تعالیٰ اس کا بلند فرما

دیتے ہیں۔" (کنز العمال ۳۰۶/۳: ۶۶۷۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا" بیمار کی عیادت کیا کرو اور ان سے اپنے لیے دعا کی درخواست کیا کرو، کیوں کہ مریض کی دعا مقبول ہے اور اس کا گناہ معاف ہے۔" اور ایک روایت میں حضرت عمر سے روایت ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا" جب تم مریض کے پاس جاؤ تو اس سے اپنے لیے دعا کی درخواست کرو کیوں کہ بیمار کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح ہے۔"

(کنز العمال ۹۶/۹: ۲۵۱۴۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک درخت کے پاس تشریف لائے پھر اس کو حرکت دی حتی کہ اس کے پتے گرنے لگے جتنے اللہ نے چاہے گر گئے پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" میرے اس درخت کو حرکت دینے سے پتے اس قدر جلدی نہیں گرے جس قدر جلدی مصیبتیں اور مختلف قسم کے درد ابن آدم کے گناہوں کو گرا دیتے ہیں۔

(رواہ ابن ابی الدنیا وابو یعلی ترغیب جلد ۴ ،صفحہ ۲۸۶)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ کے جسم مبارک کو ہاتھ لگا کر عرض کیا" یا رسول اللہ! آپ کو تو بڑا شدید بخار ہے۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" ہاں مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے۔" میں نے عرض کیا" یہ اس بنا پر ہے کہ آپ کو دوہرا اجر ملے گا؟" ارشاد فرمایا" ہاں کسی بھی مسلمان کو اذیت پہنچے مرض کی ہو یا اس کے علاوہ کسی اور چیز سے تو اللہ اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کو ایسے جھاڑ دیتے ہیں جیسے درخت اپنے پتوں کو گرا دیتا ہے۔" (بخاری ۸۴۳/۲، مسلم ۳۱۸/۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا:" مسافر آدمی جب بیمار ہو جائے اور اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھنے لگے اور کوئی بھی اس کو جان پہچان کا آدمی نظر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہوں کو

معاف فرمادیتا ہے۔'' (کنز العمال ۳/۳۰۹:۶۶۸۹)

سر کے درد میں صبر کرنا

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''مسلمان بندے پر دردِ سر اور نقاہت کا دور چلتا رہتا ہے اور اس پر خطائیں اُحد پہاڑ سے زیادہ بڑھی ہوئی ہوتی ہیں حتی کہ یہ بیماری اس کو اس حال میں چھوڑتی ہے کہ اس پر رائی کے دانہ کے برابر بھی گناہ نہیں رہتے۔'' (مسند احمد ۵/۱۹۹:۲۱۷۸۴)

بیمار کی عیادت کرنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص شام کے وقت کسی مریض کی عیادت کرے تو اس کے ہمراہ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) فرشتے چلتے ہیں جو صبح تک اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جو شخص صبح کے وقت کسی مریض کی عیادت کو جائے تو اس کے ہمراہ ستر (۷۰۰۰۰) فرشتے چلتے ہیں جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔'' (اخرجہ ابوداؤد والحاکم کذافی الترغیب جلد ۴)

رنج وغم اور معاشی تفکرات کا آنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جب بندے کے گناہ بہت ہو جائیں اور اس کا کوئی عمل ایسا نہیں ہوتا جو ان گناہوں کا کفارہ بن سکے تو اللہ تعالیٰ اس کو غم میں مبتلا کر دیتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ اس غم کی وجہ سے اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں۔'' (اخرجہ احمد باسناد حسن ترغیب جلد ۴، صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مومن کو جو تھکن پہنچتی ہے اور مرض پہنچتا ہے اور فکر ورنج اور اذیت اور غم حتی کہ کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان تمام کی وجہ سے اس کی خطاؤں کو معاف فرمادیتے ہیں۔''

(اخرجہ البخاری ومسلم)

اور امام ترمذی کے نزدیک ابوسعید کے واسطہ سے الفاظ حدیث یوں ہیں

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''گناہوں میں سے بعض گناہ ایسے ہیں کہ نہ تو نماز اور روزہ ان کا کفارہ بن سکتے ہیں اور نہ حج نہ عمرہ بلکہ معاش کی طلب میں لگ کر پیش آنے والے تفکرات ہی ان کا کفارہ بنتے ہیں۔''

(اخرجہ ابونعیم وابن عساکر)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو دو مسلمان میاں بیوی ہوں اور ان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ والدین کی مغفرت فرما دیتے ہیں ان کی بخشش کا سبب وہ فضل ورحمت ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا ان بچوں پر ہے۔ (کنزالعمال ۳)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' دنیا میں جو بھی آزمائش وابتلا کسی بندے پر آتی ہے وہ کسی گناہ کی وجہ سے آتی ہے اور اللہ بہت زیادہ کریم ہے اور معاف فرمانے کے لحاظ سے بہت عظیم ہے کہ اس گناہ کے بارے میں بندے سے قیامت کے دن سوال کرے۔'' (یعنی یہ مصیبت ان گناہوں کا کفارہ بن گئی جو اس سے سرزد ہوئے۔ (اخرجہ الطبرانی باسناد حسن کنزالعمال ۳۴۲/۳:۶۸۰۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جس شخص نے شام کی اس حالت میں کہ اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی وجہ سے تھکا ہوا تھا تو اس نے شام کی اس حالت میں کہ اس کی مغفرت ہو چکی۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط، فی الترغیب جلد۲، کنزالعمال)

ان مختلف احادیث کے بعد اب ذیل میں بیماریوں پر صبر سے متعلق تفصیلی مضامین پیش کئے جا رہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

مصائب کی گھڑیوں میں اسلام کی تعلیمات

ہر انسان کی زندگی کسی نہ کسی مشکل و پریشانی کا شکار ضرور ہوتی ہے، زندگی میں

مصائب کا آنا کوئی بعید امر نہیں ہے۔ لیل ونہار ہمیں مشاہدہ ہو رہا ہے کہ ہمارے سامنے لوگوں پر کیسے کیسے مصائب ومشکلات کے لمحات آتے ہیں اور بادل نخواستہ ہنستے یا روتے بہر حال ان لمحات سے گزرنا تو پڑتا ہے اور خصوصاً ہمارے نوجوان دوست کم تجربہ کی بناء پر زیادہ ٹھوکروں کا شکار ہوکر زیادہ پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں، بعض دفعہ آنے والی پے در پے مشکلات کے سامنے برداشت کا بندھن ٹوٹ جاتا ہے اور پھر احساس کمتری جیسا موزی مرض لاحق رہنے کا خطرہ رہتا ہے۔ چنانچہ جب مصائب کا آنا زندگی کا لازمی جزو ہے تو کیوں نہ ہم ان مصائب کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات کو سامنے لائیں اور اسلام نے ہمیں جو احکامات دیئے ہیں ان ہی کے مطابق اپنی زندگی کے شب و روز بتائیں۔ تو آیئے اب دیکھتے ہیں کہ ان مشکل لمحات میں اسلام ہماری کیا رہنمائی کرتا ہے۔

آدمی کے لئے دنیا میں مصائب ہیں بہت
خوش نصیب ہے وہ جو صبر کی عادت رکھے

صبر کو آسان کرنے کی تدبیر

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جس پر مصیبت ائے (اور اسے صبر کرنا دشوار معلوم ہوتا ہو تو) وہ میرے مصائب کو یاد کرے (اس سے صبر کرنا نہایت آسان ہو جائے گا۔ (حوالہ بالا)

صبر تمام اعمال سے افضل ہے

عیسیٰ بن مثیب رحمہ اللہ یزید رقاشی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بندہ قبر میں داخل ہوتا ہے تو نماز اس کے دائیں جانب کھڑی ہوتی ہے اور زکوٰۃ بائیں جانب، حسن سلوک اس پر سایہ کرتا اور صبر اس کی طرف سے جھگڑتا ہے اور دوسرے اعمال کو کہتا ہے کہ اپنے اس ساتھی کا خیال رکھو اگر تم اس کو بچا سکو تو خیر ورنہ میں تو اس کی پشت پر ہوں یعنی اگر تم اس سے عذاب ہٹا سکو تو ٹھیک ہے ورنہ میں تو سب کی طرف سے کافی ہوں اور اسے عذاب سے بچاؤں گا چنانچہ ان روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ صبر تمام

اعمال سے افضل ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ مستقل رہنے والوں یعنی صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔ (حوالہ بالا)

وقتِ مصائب کبھی ہمت نہ ہاریئے

یاد رکھیئے! دنیا کی زندگی میں کوئی بھی انسان رنج وغم، مصیبت وتکلیف سے مامون نہیں رہ سکتا۔ البتہ مؤمن اور کافر کے کردار میں فرق ضرور ہوتا ہے کہ کافر رنج وغم کے ہجوم میں پریشان ہوکر ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے۔ اور بعض اوقات غم کی تاب نہ لاکر خودکشی کر لیتا ہے اور جہاں تک مؤمن کی شان ہے تو وہ بڑے سے بڑے حادثے پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر واستقامت کا سراپا بن کر چٹان کی طرح جما رہتا ہے۔ اس لئے آپ بھی صحیح مؤمن کا کردار بنکر مصائب کو صبر وسکون کے ساتھ برداشت کرنے کی عادت رکھیئے، کبھی ہمت نہ ہاریئے اور رنج وغم کو کبھی حد اعتدال سے نہ بڑھنے دیجیئے۔

چنانچہ مؤمن کی شان بیان کرتے ہوئے رسول اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ!

مؤمن کا معاملہ بھی خوب ہی ہے وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے خیر ہی سمیٹتا ہے، اگر وہ دکھ، بیماری اور تنگ دستی سے دوچار ہوتا ہے تو سکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور یہ آزمائش اس کے حق میں خیر ثابت ہوتی ہے اور اگر اس کو خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو شکر کرتا ہے اور یہ خوشحالی اس کے لئے خیر کا سبب بنتی ہے۔ (مسلم شریف)

بیماری میں صبر وضبط سے کام لیجئے

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ! مؤمن کو جسمانی اذیت یا بیماری یا کسی اور وجہ سے جو بھی دکھ پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتے ہیں جیسے درخت اپنے پتوں کو جھاڑ دیتا ہے۔ (بخاری شریف)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ایک خاتون کو

کانپتے دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے تم کیوں کانپ رہی ہو؟ اس نے کہا کہ مجھے بخار نے گھیر رکھا ہے، اس کو خدا سمجھے رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ نہیں بخار کو برا مت کہو۔ اس لئے کہ بخار اس طرح اولادِ آدم کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کے میل کو دور کر کے صاف کرتی ہے۔ (مسلم شریف)

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے ہمیں یہ سبق ملا کہ کبھی بھی بیماری کو برا بھلا نہ کہیں اور نہ حرفِ شکایت زبان پر لائیں بلکہ چاہیئے کہ نہایت صبر و ضبط سے کام لیں۔ یقیناً اس کا اجر آخرت میں ملے گا اور جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوا کہ بیماری جھیلنے اور اذیتیں برداشت کرنے سے مسلمان کے گناہ دھلتے ہیں اور اس کا تزکیہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بیماری کے لمحات میں بھی ہمیں صبر و شکر کی دولت عطا فرمائے آمین۔

رنج و غم کے وقت انا للہ الخ پڑھیئے

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ جب کوئی بندہ مصیبت پڑنے پر انا للہ الخ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دور فرما دیتے ہیں، اس کو اچھے انجام سے نوازتے ہیں اور اس کو اس کی پسندیدہ چیز اس کے صلے میں عطا فرماتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ کا چراغ بجھ گیا تو آپ ﷺ نے ''انا للہ و انا الیہ راجعون'' پڑھا کسی نے کہا یا رسول اللہ کیا چراغ کا بجھ جانا بھی کوئی مصیبت ہے آپ ﷺ نے فرمایا جی ہاں جس بات سے بھی ایمان والے کو دکھ پہنچے وہ مصیبت ہے۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ جب بھی رنج و غم کی کوئی خبر سنیں یا کوئی نقصان ہو جائے یا کوئی دکھ اور تکلیف پہنچے یا خدانخواستہ کسی ناگہانی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں تو فوراً انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہیئے کہ ہم خدا ہی کے لئے ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے سب اللہ ہی کا ہے اسی نے دیا ہے وہی لینے

والا ہے، ہم اسی کے ہیں اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ ہم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی منشا پر راضی ہیں کیونکہ اس کا ہر کام مصلحت، حکمت اور انصاف پر مبنی ہے وہ جو کچھ کرتا ہے کسی بڑے خیر کے پیش نظر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ!

اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، بھوک، جان و مال کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے اور خوش خبری ان لوگوں کو دیجئے جو مصیبت پڑنے پر (صبر کرتے ہیں اور) کہتے ہیں ہم خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایت ہوں گی اور ایسے ہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔ (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۵۷)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جتنی سخت آزمائش او رمصیبت ہوتی ہے اتنا ہی بڑا اس کا صلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی جماعت سے محبت فرماتے ہیں تو ان کو (مزید نکھارنے اور کندن بنانے کے لئے) آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے پس جو لوگ اللہ کی رضا پر راضی رہیں اللہ بھی ان سے راضی ہوتا ہے اور جو اس آزمائش میں اللہ سے ناراض ہوں۔ اللہ بھی ان سے ناراض ہو جاتا ہے۔

(ترمذی شریف)

پریشانی کے وقت صلوۃ الحاجۃ پڑھنے کا معمول بنایئے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ! جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے کوئی ضرورت پیش آئے یا کسی آدمی سے کوئی کام پیش آئے تو اس کو چاہیئے کہ وہ وضو کرے اور اچھی طرح سنت کے مطابق تمام آداب کے ساتھ وضو کرے، پھر دو رکعتیں پڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور پھر رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے اور پھر دعا کے یہ کلمات کہے۔

'لاالہ الا اللہ الحلیم الکریم ، سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمد للہ رب العلمین ،اسئالک موجبات رحمتک و

عزائم مغفرتک و الغنیة من کل بر والسلامة من کل اثم لا تدع لنا ذنبا الا غفرته، ولا هما الا فرجته ولا حاجة هی لک رضی الا قضیتها یا ارحم الراحمین "۔ (ترمذی شریف)

حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ جب بھی کسی شخص کو کوئی ضرورت پیش آجائے یا کوئی پریشانی لاحق ہوجائے یا کسی کام کے ہونے میں رکاوٹیں درپیش ہوں تو وہ صلوۃ الحاجۃ پڑھے اور پھر دعائے حاجت پڑھے اس کے بعد اپنا جو مقصد ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی زبان اور اپنے الفاظ میں پیش کرے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اگر اس کام میں خیر ہوگی تو انشاء اللہ ضرور ہوجائے گا لہٰذا آپ ﷺ کی سنت کے مطابق پریشانی کے لمحات میں صلوۃ الحاجۃ پڑھنے کا معمول بنانا چاہیے۔

مصائب میں اعمال کی طرف متوجہ ہوجایئے

مصائب کے لمحات میں اعمال صالحہ کی سخت ضرورت ہے لیکن اکثر لوگ اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے جب بھی کوئی ناخوش گوار بات پیش آئی۔ تو اب ذکر کا بھی ناغہ ہو رہا ہے اور تہجد بھی رخصت ہے، تلاوت کلام پاک بھی ترک ہوگئی اور جماعت کا اہتمام بھی فوت ہے۔ اس وقت انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس مصیبت کے بعد تمام اعمال کی صحیح صحیح پابندی شروع کروں گا مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی دوسری مصیبت کھڑی انتظار کر رہی ہو، پھر انسان سوچے کہ اس کے بعد پابندی کروں گا اور پھر اس کے بعد کوئی دوسرا حادثہ پیش آجائے تو انسان اسی انتظار میں رہے گا اور عمر بھر اعمال صالحہ کی پابندی نصیب نہیں ہوگی پس جو اعمال صالحہ کی پابندی چاہے کہ اس کے بغیر چارہ کار بھی نہیں تو ضروری ہے کہ عزم و ہمت کے ساتھ مصیبت ہی میں عمل شروع کر دیا جائے۔

مصائب کے وقت یہ دعائیں پڑھیئے

رنج وغم کی شدت، مصائب کے نزول اور پریشانی و اضطراب میں یہ دعائیں

پڑھنے کا معمول بنائیے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ؐ نے ارشاد فرمایا حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار سے جو دعا کی تھی وہ یہ تھی:

لا الٰہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین O

ترجمہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بے عیب و پاک ہے، میں ہی اپنے اوپر ظلم ڈھانے والا ہوں۔

پس جو مسلمان بھی اپنی کسی تکلیف یا تنگی میں خدا سے یہ دعا مانگتا ہے۔ خدا اسے ضرور قبولیت بخشتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی رنج وغم میں مبتلا ہوتے تو یہ دعا کرتے:

"لا الٰہ الا اللہ رب العرش العظیم ، لا الٰہ الا اللہ رب السموت و رب الارض رب العرش الکریم" (بخاری ، مسلم)

خدا کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عرش عظیم کا مالک ہے، خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ آسمان وزمین کا مالک ہے، عرش بزرگ کا مالک ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا ملجا من اللہ الا الیہ

ترجمہ: گناہ سے باز رہنے کی قوت اور عمل صالح کی توفیق بخشنے کی طاقت صرف اللہ ہی دینے والا ہے اور اس کے عتاب سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں سوائے اس ذات کے (یعنی اس کے عتاب سے وہی بچ سکتا ہے جو خود اس کے دامن رحمت میں پہناہ ڈھونڈے)۔

یہ کلمہ ننانویں بیماریوں کی دوا ہے، سب سے کم بات یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا رنج وغم سے محفوظ رہتا ہے۔

زندگی کو نامرادیوں سے پاک کرنے کا نسخہ

صاحب مخزن اخلاق مولانا رحمت اللہ سبحانی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اگر لوگوں کو صبر وتحمل کی عادت ہو جائے اور وہ واقف ہو جائیں کہ

''درعفولذتیست کہ درانتقام نیست''

تو انسانی زندگی ہزارہا تلخیوں اور نامرادیوں سے پاک ہو جائے۔ اگر صبر کی تکلیف نہ اٹھائی جائے تو کم ازکم غور وفکر ہی سے مدد لے کر معاملات کو آسان بنایا جاسکتا ہے۔ مثلاً جب کسی شخص سے بدی سرزد ہو تو اس کے اسباب پر غور کریں اور جب انتقام کا جذبہ ہمارے دل میں پیدا ہو تو اس کے انجام وعواقب کو پہلے سوچ لیں۔ صرف ان دو باتوں پر عمل کرنے سے بڑی حد تک انتقام کی آگ فرو ہو جائے گی اور ہمارے قلوب بغض و عداوت کی آلودگیوں سے نجات پا جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو جسمانی، مالی، اجتماعی یا علمی طاقت یا حکومت عطا کی ہے تو اس عطیہ خداوندی کو انتقام اور ایذا دہی میں صرف کرنا اس کی بدترین توہین ہے جس سے ہر شکرگزار بندے کو اجتناب کرنا چاہیئے۔

ایک جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دشمن کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ قریب تھا کہ اسے خنجر سے قتل کر دیں کہ دشمن نے آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے مبارک پر تھوک دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فوراً اس کے سینے سے اتر آئے۔ دشمن نے اس غیر متوقع اور بے محل مہربانی کی وجہ دریافت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پہلے تم سے خدا کے لئے دشمنی تھی اب ذاتی انتقام کا نتیجہ ہوگی، عفو اسلامی کی اس مثال سے وہ شخص مسلمان ہوکر کفار کے ساتھ لڑتا رہا۔ چنانچہ اگر انتقام کو بھول کر صبر کا دامن تھام لیا جائے تو اس میں انفرادی واجتماعی دونوں بھلائیاں مضمر ہیں۔ (بحوالہ مخزن اخلاق)

❁❁❁❁❁❁

تیرہویں فصل

دوسروں سے ہمدردی سے متعلق اعمال

قیامت کے دن اللہ کے پاس اس کے بندوں میں سے ایک بندے کو لایا جائے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مال عطا فرما رکھا تھا، ارشاد فرمائے گا ''دنیا میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا ''یا اللہ! میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا (جس کو تیری جناب میں پیش کرسکوں) البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ تو نے مجھے مال عطا فرمایا تھا۔ میں لوگوں سے تجارت کیا کرتا تھا اور میری یہ خصلت تھی کہ مالدار کو مہلت دے دیتا تھا اور تنگدست کو معاف کردیا کرتا تھا۔'' حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرمائے گا'' (یہ کریمانہ رویہ) میرے لیے زیادہ سزاوار ہے۔ اور میں اس کا تجھ سے زیادہ حق دار ہوں کہ معافی اور درگزر کا معاملہ کروں۔'' اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ ''میرے اس بندے سے درگزر کرو۔

(اخرجہ الحاکم کذا فی الترغیب ج ۲)

ایک دوسرے سے نہ بولنے والوں کا باہم صلح کر لینا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ پیر اور جمعرات میں اللہ ہر مسلمان کی مغفرت فرمادیتا ہے سوائے ان دو شخصوں کے جنہوں نے آپس میں بولنا چھوڑ رکھا ہے۔'' ارشاد ہوتا ہے کہ ''ان دونوں کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ دونوں صلح کرلیں۔

(رواہ ابن ماجہ)

کوئی تکلیف پہنچائے تو معاف کردینا

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس کسی مسلمان کو اپنے جسم میں کوئی تکلیف کسی آدمی کی طرف سے پہنچے، پھر وہ اس کو

معاف کردے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایک درجہ بلند فرمادے گا اور ایک خطا اس کی معاف فرما دے گا۔'' (کنزالعمال)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: ''جس آدمی کے جسم کو زخمی کر دیا جائے پھر یہ زخمی جارح کو معاف کردے تو بقدر معافی اللہ اس کے گناہوں کو معاف فرمادیں گے۔''

(کنزالعمال)

ایک صحابی حضور پاک ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ''جس کے بدن کو کسی آلہ کے ذریعہ سے زخمی کیا گیا پھر اس زخمی نے اس جارح کو اللہ کے لیے چھوڑ دیا تو یہ معافی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔'' (کنزالعمال)

نابینا آدمی کو اس کے گھر تک پہنچا دینا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو نابینا آدمی کو لے چلا حتی کہ اس کے گھر تک پہنچا دیا تو اس کے چالیس کبیرہ گناہوں کی مغفرت کر دی جائے گی اور چار کبائر بھی دوزخ کو واجب کر دیتے ہیں۔''

(کنزالعمال)

لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خوش خلقی گناہوں کو ایسے پگھلا دیتی ہے جیسے سورج برف کو پگھال دیتا ہے۔''

(اخرجه الطبرانی، کنز العمال)

بیہقی کے الفاظِ حدیث یوں ہیں

''خوش خلقی خطاؤں کو یوں پگھلا دیتی ہے جس طرح پانی برف کو پگھلا دیتا ہے اور بد خلقی عمل کو یوں بگاڑتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔ (کذافی الترغیب جلد۳)

لوگوں پر رحم کرنا اور ان کی خطائیں معاف کرنا

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''رحم کرو، تم پر بھی رحم کیا جائے گا۔ بخش دیا کرو تم کو بھی بخش دیا جائے گا، خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو قیف کی طرح (علم کی بات سنتے ہیں لیکن نہ اس کو یاد رکھتے ہیں نہ اس پر عمل کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قیف سے تشبیہ دی جس میں تیل یا شربت یا عرق گذر کر دوسرے برتن میں چلا جاتا ہے اس میں کچھ نہیں رہتا) اور خرابی ہے ضد کرنے والوں کے لیے جو گناہوں پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ ان کو علم ہے۔''

(اخرجہ احمد و کنز العمال)

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دو مسلمان جب آپس میں ملیں اور مصافحہ کریں اور ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے چہرے کو دیکھ کر مسکرائے اور یہ تمام عمل اللہ ہی کے لیے ہو تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کی مغفرت کر دی جائے گی۔

(رواہ الطبرانی کذا فی الترغیب)

بھوکوں کو کھانا کھلانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' بھوکے مسلمان کو کھانا کھلانا بھی مغفرت کو واجب کرنے والے اعمال میں سے ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی بھوک کی وجہ سے (کھانے کا) اہتمام کرے اور پھر اس کو کھانا کھلاوے حتی کہ وہ سیر ہو جائے اور اس کو پلائے یہاں تک کہ وہ سیراب ہو جائے تو اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔'' (کنز العمال)

پیاسوں کو پانی پلانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''

اس اثناء میں کہ ایک آدمی راستہ میں چلا جا رہا تھا، اسے سخت پیاس لگی، چلتے چلتے اسے ایک کنواں ملا وہ اس کے اندر اترا اور پانی پی کر نکل آیا۔ کنویں کے اندر سے نکل کر اس نے دیکھا کہ ایک کتا ہے جس کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور پیاس کی شدت سے وہ کیچڑ چاٹ رہا ہے اس آدمی نے دل میں کہا کہ اس کتے کو بھی پیاس کی ایسی ہی تکلیف ہے جیسی کہ مجھے تھی اور وہ اس کتے پر رحم کھا کر پھر اس کنویں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزہ میں پانی بھر کر اس نے اسکو اپنے منہ میں تھاما اور کنویں سے نکل آیا اور اس کتے کو وہ پانی پلا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی رحم دلی اور اس محنت کی قدر فرمائی اور اسی عمل پر اس کی بخشش کا فیصلہ صادر فرمایا۔'' بعض صحابہؓ نے حضور ﷺ سے یہ واقعہ سن کر دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا جانوروں کی تکلیف دور کرنے بھی ہمارے لیے اجر وثواب ہے؟ آپ نے فرمایا'' ہاں ہر زندہ اور تر جگر رکھنے والے جانور (کی تکلیف دور کرنے) میں ثواب ہے۔ (بخاری جلد ا، مسلم)

بگڑے ہوئے تعلقات کو ہموار کرنے میں پہل کرنا

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زائد قطع تعلق رکھے پس اگر وہ تین دن سے زیادہ قطع تعلق کیے رہیں تو وہ دونوں حق سے تجاوز کرنے والے ہیں جب تک وہ دونوں اپنی لڑائی پر قائم رہیں، اور ان دونوں میں سے پہلے صلح کی طرف رجوع کرنے والے کے لیے صلح کی طرف سبقت اور پہل اس کے گناہ کا کفارہ بن جائے گی اور اگر وہ دونوں اپنی لڑائی کو باقی رکھتے ہوئے مر گئے تو جنت میں داخل نہ ہوں گے۔'' (رواہ البخاری فی الادب المفرد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جب تیرے گناہ زیادہ ہو جائیں تو بار بار پانی پلا (اگر تو پانی کے کنارے پر ہو) اس عمل سے تیرے گناہ اس طرح جھڑ جائیں گے جس طرح سخت ہوا میں درخت سے پتے جھڑ جاتے

ہیں۔" (کنز العمال)

مہمان کا اعزاز و اکرام کرنا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب کبھی بھی کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لیے جائے اور میز بان مہمان کا اعزاز و اکرام کرنے کی غرض سے مہمان کو تکیہ پیش کرے تو اللہ تعالیٰ اس میز بان) کی مغفرت فرما دیں گے۔ (کنز العمال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس نے اپنے مسلمان بھائی (کے سوار ہوتے وقت اس) کی رکاب کو تھامانہ اس سے کوئی توقع رکھتا ہو نہ کوئی ڈر (بلکہ محض اخلاص اس کا سبب ہو) تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔" (کنز العمال)

مسلمان بھائی کی کوئی حاجت پوری کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی کسی حاجت میں چلا تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے ستر نیکیاں لکھیں گے اور ستر گناہوں کو مٹائیں گے یعنی معاف فرمائیں گے یہاں تک کہ وہ اس مقام پر لوٹ کر واپس آجائے جہاں اس نے اپنے کو چھوڑا تھا اب اگر اس نے اسکی حاجت پوری کر دی تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا نکل آئے گا جس طرح اپنی ماں سے پیدائش کے دن تھا (یعنی کچھ بھی گناہ باقی نہیں رہیں گے) اور اگر ایسی سعی و کوشش میں وفات پا گیا تو جنت میں بغیر حساب داخل ہو جائیگا۔"

(اخرجه ابن ابی الدنيا والا صبهانی كذا فی الترغيب جلد ۳)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنے بھائی کی (جائز) رغبت و خواہش کو پورا کر دیا تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی۔" (رواه الطبرانی والبزار، کنز العمال)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مغفرت کو واجب کرنے والے اعمال میں سے یہ بھی ہے کہ تو اپنے مسلمان بھائی کو خوش کردے۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط کذا فی الترغیب جلد ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو لوگوں کے درمیان مصالحت کرائے گا اللہ تعالیٰ اس کے معاملے کو درست فرمادیں گے اور ہر کلمہ کے بدلے جو دوران گفتگو اس نے بولا ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائیں گے اور (اپنے گھر) اس حال میں لوٹے گا کہ اس کے گذشتہ گناہوں کی مغفرت ہوچکی ہوگی۔'' (رواہ الاصبهانی کذافی الترغیب جلد۲، صفحہ ۴۸۹)

راستہ سے خاردار ٹہنی ہٹا دینا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اس شخص کی مغفرت کردی جائے گی جو لوگوں کے راستے سے خاردار ٹہنی کو ہٹا دے اور اس کی یہ مغفرت گذشتہ اور آئندہ گناہوں کی ہوگی۔''

(رواہ حبان ،کنز العمال)

سلام کرنا اور نرم گفتگو کرنا

حضرت ھانی بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مغفرت کو واجب کرنے والے اعمال میں سے سلام کو پھیلانا اور کلام کو نرمی اور خوبی سے پیش کرنا بھی شامل ہے۔'' (رواہ الطبرانی ،کنز العمال)

جس شخص نے دن کا آغاز بھلے کام سے کیا اور دن کی انتہا بھلے کام سے کی اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: اس کے درمیان حصہ کے گناہوں کو مت لکھو۔ (کنز العمال)

حضرت رسول پاک ﷺ کا ارشاد ہے ''جس نے باقی ماندہ زندگی میں اچھے عمل کیے تو ماضی کے گناہوں کی بخشش کردی جائے گی ،اور جس نے باقی ماندہ زندگی کو برے

اعمال اور غفلت میں گزار دیا تو گذشتہ ایام اور باقی ایام دونوں کا مواخذہ ہوگا۔

(کنز العمال)

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اس شخص کے بارے میں بھلا مجھے بتائیے کہ جس شخص نے تمام قسم کے گناہ کیے ہوں حاجیوں کے قافلے کو جاتے ہوئے بھی لوٹا اور واپس لوٹتے ہوئے بھی لوٹا کیا ایسے شخص کے لیے توبہ ہے؟ حضور پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کیا تو مسلمان ہو چکا؟'' وہ آدمی کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''نیکیاں کرتے رہو اور برائیاں چھوڑتے رہو اللہ تعالیٰ ان تمام کو نیکیاں بنا دے گا۔'' وہ آدمی کہنے لگا بہت سی خیانتیں اور قسم قسم کی بیہودگیوں کو بھی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ہاں'' وہ آدمی (فرط خوشی) سے کہنے لگا: اللہ اکبر پس وہ مسلسل نعرہ تکبیر کہے جا رہا تھا حتی کہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

(اخرجه الطبرانی کذا فی الترغیب جلد ۴)

جنازہ کے پیچھے چلنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' بندہ مومن کو اس کی موت کے بعد سب سے پہلی جزا جو دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے جنازے کے پیچھے چلنے والے تمام افراد کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔''

(کنز العمال ۱۵/۵۸۸: ۴۲۳۱۰)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت میں کسی مرد صالح کا درجہ ایک دم بلند کر دیا جاتا ہے تو وہ جنتی بندہ پوچھتا ہے کہ اے پروردگار! میرے درجہ اور مرتبہ میں یہ ترقی کس وجہ سے اور کہاں سے ہوئی؟ جواب ملتا ہے تیرے واسطے تیری فلاں اولاد کی دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے۔''

امام بیہقی نے الفاظ حدیث یوں نقل کیے ہیں کہ ”تیرے بیٹے کی دعا کی وجہ سے۔“ (رواہ احمد واخرجہ ابن ماجہ)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”جو کوئی شخص مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے مغفرت طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مومن مرد اور مومن عورت کے عوض ایک نیکی لکھ دیتے ہیں۔“ (طبرانی فی الکبیر عن عبادۃ بن الصامت، کنز العمال)

جو شخص ہر روز مومن مردوں اور عورتوں کے لیے ستائیس (۲۷) بار مغفرت طلب کرے گا تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی دعا قبول ہوتی ہے اور جن کی وجہ سے اہل زمین کو رزق ملتا ہے۔ (طبرانی فی الکبیر، کنز العمال ج ۱)

حضرت رافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو شخص میت کو غسل دیتا ہے اور اس کے ستر کو اور اگر کوئی عیب پائے تو اس کو چھپاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس (۴۰) بڑے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ اور جو اپنے بھائی کی (میت) کے لیے قبر کھودتا ہے اور اس کو اس میں دفن کرتا ہے تو گویا اس نے (قیامت کے دن) دوبارہ زندہ اٹھائے جانے تک اس کو ایک مکان میں ٹھہرا دیا یعنی اس کو اس قدر اجر ملتا ہے جتنا کہ اس شخص کے لیے قیامت تک مکان دینے کا اجر ملتا۔

(طبرانی، مجمع الزوائد)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جو شخص کسی میت کو غسل دیتا ہے پھر اس کے ستر کو اور اگر کوئی عیب پائے تو اس کو چھپاتا ہے تو چالیس مرتبہ اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو شخص میت کو کفن دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے باریک اور موٹے ریشم کا لباس پہنائیں گے“

(مستدرک حاکم)

جب لوگ کسی کی نماز جنازہ پڑھ لیں اور میت کے بارے میں کلمات خیر کہیں تو حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں ”انکی گواہی کو ان کے علم کے مطابق نافذ کیا اور جو یہ نہیں جانتے اس کی بھی مغفرت کرتا ہوں۔“ (کنز العمال ج ۱۵/۵۸۳: ۴۲۲۸۳)

جب بندہ مومن انتقال کر جائے اور اس کے دو پڑوسی یہ کہہ دیں کہ یہ شخص بڑا بھلا تھا اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ حالانکہ وہ علم خداوندی میں اس کے برعکس تھا تو حق تعالیٰ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں ''میرے بندہ کے بارے میں میرے بندہ کی گواہی قبول کرلو۔ میرے علم کے مطابق یہ جیسا بھی تھا اس سے درگزر کرو۔''

(کنز العمال ۱۵/۶۸۵: ۴۶۷۴۲)

جب کسی مسلمان بندے کی موت واقع ہوتی ہے اور اس کے بالکل نزدیکی پڑوس کے تین گھرانے (اس کے بارے میں) بھلائی کی گواہی دیتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں: ''میں نے اپنے بندوں کی گواہی کو ان کے علم کے مطابق قبول کر لی ، اور جو کچھ میں جانتا ہوں اس کو معاف کر دیا۔'' (کنز العمال ۱۵/۶۸۶: ۴۲۷۴۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جس میت کی سو (۱۰۰) آدمی نماز جنازہ پڑھ لیں اللہ تعالیٰ اس میت کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔'' (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر کذا فی الترغیب جلد ۴)

حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ سے رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان انتقال کر جائے اور اس کی نماز جنازہ میں مسلمانوں کی تین صفیں ہوں تو مغفرت یا جنت واجب ہو جاتی ہے'' حضرت مالک رضی اللہ عنہ جب کسی جنازہ میں شریک ہوتے تو تین صفیں بناتے اس حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے۔ (اخرجہ ابوداؤد، کذا فی الترغیب جلد ۴)

کسی مسلمان کا دکھ بانٹنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا:

جس (مسلمان نے) کسی مسلمان کا دکھ دور کیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے روز قیامت پل صراط پر نور کے دو حصے کر دیں گے ان کی روشنی سے ایک جہان روشنی پائے گا

جس کی تعداد کو سوائے رب العزت کے اور کوئی نہیں جانتا۔ (بحوالہ ترغیب وترھیب)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی صحیح کام کے لئے کسی مسلمان کو کسی صاحب سلطنت تک پہنچائے یا کسی مشکل کو آسان کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جب قدم پھسل رہے ہوں گے پل صراط سے اس کے گزرنے میں مدد کریں گے۔ (بحوالہ الترغیب والترھیب)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے (مسلمان) بھائی کے ساتھ کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے نکلا اللہ تعالیٰ اس کو (پل صراط پر) ثابت قدم رکھیں گے جس دن بہت سے قدم پھسل رہے ہوں گے۔

(بحوالہ الترغیب والترھیب)

حضرت عمرو بن حزمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مَـامِنْ مُؤمِـنٍ یُعَزِّی اَخَاہُ بِمُصِیْبَۃٍ اِلَّا کَسَاہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہُ مِنْ حُلَلِ الْکَرَامَۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ''

''جو مسلمان مصیبت کے وقت دوسرے مسلمان سے ہمدردی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے عزت واحترام کی پوشاک عطا فرمائیں گے۔''

بیشک کسی مسلمان کا کوئی ضروری کام کر دینا، یا اس کے کام میں مدد کرنا، یا اس کی کوئی پریشانی دور کر دینا بھی ایسا عمل ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے بہت اجر وثواب کے وعدے فرمائے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص اپنے کسی بھائی کے کام میں لگا ہو اللہ تعالیٰ اس کے کام میں لگ جاتے ہیں، اور جو شخص کسی مسلمان کی کوئی بے چینی دور کرے اللہ تعالیٰ اس کے صلے میں اس سے قیامت کی بے چینیوں میں سے کوئی بے چینی دور فرما دیتے ہیں۔ (بحوالہ ابوداود)

کسی شخص کو راستہ بتا دینا، کسی کا سامان اٹھانے میں اس کی مدد کر دینا غرض خدمت خلق کے تمام کام اس حدیث کی فضیلت میں داخل ہیں جو لوگ دوسروں کے کام آتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑی فضیلت والے لوگ ہیں۔ حدیث میں ہے

کہ: خَیرُ النّاسِ مَنْ ینفعُ النّاسَ لوگوں میں بہترین شخص وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

خدمت خلق کا ہر کام چھوٹا ہو یا بڑا۔ اس کے مواقع تلاش کرنے چاہئیں اس سے انسان کی نیکیوں میں بہت اضافہ ہوتا ہے اسی طرح اگر کسی شخص پر ظلم ہو رہا ہو تو اس کو ظلم سے بچانے کی امکانی کوشش ہر مسلمان کا فرض ہے۔

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اسے بے یارومددگار چھوڑتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا یا وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اس پر ظلم کرتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ: ''جس جگہ کسی مسلمان کی بے حرمتی کی جارہی ہو اور اس کی آبرو پر دست درازی ہو رہی ہو وہاں جو مسلمان اس شخص کو بے یارومددگار چھوڑ جائے اللہ تعالیٰ اس کو ایسے مواقع پر بے یارومددگار چھوڑ دیں گے جہاں وہ مدد کا خواہش مند ہوگا اور جس جگہ کسی مسلمان کی بے آبروئی یا بے حرمتی ہو رہی ہو وہاں اگر کوئی مسلمان اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ اس کی مدد کریں گے جہاں وہ خواہش مند ہوگا۔ (بحوالہ ابوداود)

مسلمان کی مدد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر کسی جگہ اس پر غلط الزامات لگائے جارہے ہوں یا غلط باتیں اس کی طرف منسوب کی جارہی ہوں تو ان الزامات کا جائز دفاع کیا جائے چنانچہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے کسی بھائی کی آبرو کا دفاع کرے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے سے جہنم کی آگ کو مٹادیں گے۔'' (بحوالہ ترمذی شریف)

اور اسی طرح یتیموں اور بیواؤں کی مدد بھی بہت فضیلت کا عمل ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے: ''لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کے حالات درست کرنا بڑی بھلائی ہے''۔

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد

فرمایا کہ: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، اور یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی میں تھوڑا سا فاصلہ رکھ کر اشارہ فرمایا۔

(بحوالہ بخاری شریف)

اس حدیث میں کسی یتیم کی سرپرستی کی اتنی عظیم فضیلت بیان کی گئی ہے کہ اس کی عظمت کا تصور بھی مشکل ہے۔ یعنی ایسا شخص جنت میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ اور آپ ﷺ سے نہایت قریب ہوگا۔ اس انتہائی قرب کو ظاہر کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس قسم کا قرب ہوگا جیسا کہ شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ایک ایک دوسرے سے قریب ہوتی ہے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آنحضرت ﷺ نے یہ وضاحت بھی فرمادی کہ یتیم کی سرپرستی کرنے والا خواہ اس کا کوئی رشتہ دار ہو، مثلاً ماں، دادا، بھائی وغیرہ یا رشتہ دار نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں اس اجر وثواب کا حق دار ہوگا۔

(بحوالہ ریاض الصالحین)

اور بیوہ کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص کسی بیوہ یا کسی مسکین کے لئے کوشش کرے وہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے، اور (راوی کہتے ہیں کہ) میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ وہ اس شخص کی طرح ہے جو مسلسل بغیر کسی وقفے کے نماز میں کھڑا ہو، اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو کبھی روزہ نہ چھوڑتا ہو۔''

(بحوالہ بخاری شریف)

حضرت ابوھریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''مسلمانوں کا سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے حسن سلوک کیا جاتا ہو، اور بدترین گھر وہ ہے جس میں کسی یتیم سے بدسلوکی کی جاتی ہو۔'' (بحوالہ ابن ماجہ)

قرآن وحدیث یتیموں اور بیواؤں کی مدد کے فضائل سے بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ان چند ارشادات ہی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے یہ عمل اللہ تعالیٰ کو کتنا محبوب ہے

۔لہٰذا جب کبھی کسی یتیم یا بیوہ کے ساتھ کسی بھلائی کا موقع ملے ۔اس کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے ،اور جس قسم کی بھلائی یا مدد کی توفیق ہو جائے ،اسے غنیمت سمجھنا چاہئے انشاءاللہ ان فضائل میں سے حصہ ضرور ملے گا۔بشرطیکہ نیت دکھاوے کی نہ ہو،نہ احسان جتلانا پیش نظر ہو۔بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کام کیا جائے ۔جس کا ایک اثر یہ بھی ہونا چاہئے ۔کہ اگر اس کی طرف سے کوئی شکریہ یا صلہ موصول نہ ہو تب بھی اس کام کو بے کار نہ سمجھے،اور یہ سوچے کہ اجر اس سے نہیں ،اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو جذبہ ہمدردی سے سرشار فرمائے ،آمین ۔

خدمتِ خلق کرنے والوں کا اللہ کے ہاں بلند درجہ

مخلوق کی بے لوث خدمت کرنا انسانی اخلاق کا نہایت اعلیٰ جوہر ہے ۔ جو انسان مخلوق کی خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا مرتبہ اور درجہ بہت بلند ہے ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے بندوں سے پیار کرتا ہے اور ان کی کسی غرض اور لالچ کے بغیر، خدمت کرتا ہے حق تعالیٰ اسے عزت سے نوازتے ہیں ۔قدرت کا یہ اصول ہے اور فطرت کا یہ قول فیصل ہے کہ مخلوق کی خدمت کرنے والے کا مرتبہ ہمیشہ بلند ہوتا ہے ۔ دین ودنیا کی ہر دولت اسے میسر ہوتی ہے ۔

لیکن یہ بات ہمیشہ یادرکھنی چاہیئے کہ اس بلند مرتبے پر صرف وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں کہ جو خود کو دیکھنا چھوڑ دیں ۔اپنی ذات کو قربان کر دیں ۔اپنے عیش وآرام کا ایثار کردیں ،اپنی خواہشات کو ترک کردیں اور اپنی ہستی کو فنا کر کے دوسرے انسانوں کے فائدے اور آرام اور ان کی خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائیں ۔خدمت خلق کے اعلیٰ معیارات اور اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے بلند درجات صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتے ہیں کہ انسان خود کو بھول کر اپنی ذات کو فراموش کر کے اور اپنے آرام کو ترک کر کے دوسرے انسانوں کی خدمت میں مصروف ومشغول ہو جائے غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خدمت خلق سے زیادہ اور کوئی وصف ہے ہی نہیں جس سے معاشرے میں

استحکام پیدا ہو، محبت والفت کی فضا قائم ہو اور لوگ ایک دوسرے کو اپنا دوست، ہمدرد اور بہی خواہ سمجھنے لگیں۔محتاجوں کی ضرورت پوری کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، ننگے کو کپڑے پہنانا، بیمار کے لئے علاج کا انتظام کرنا، یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا اور ان کی اس طرح سر پرستی کرنا کہ وہ جوان ہو کر معاشرے کے لئے کارآمد افراد بن جائیں اور پھر وہ خود بھی خدمت خلق کریں، بیواؤں کی اس طرح سر پرستی کرنا کہ ان کو معاشرہ میں عزت کا مقام ملے اور ان کی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں، یہ سب بنیادی خدمات ہیں جن سے نہ صرف خدمت کرنے والے کے جذبے کی تسکین ہوتی ہے اور ضرورت مند کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں بلکہ ان خدمات کے ذریعہ سے معاشرہ امن وامان اور خوش حالی کا گہوارہ بن جاتا ہے اور کسی کو کسی سے شکایت باقی نہیں رہتی۔تمام اشخاص ایک دوسرے کو اپنا بھائی، مددگار اور ہمدرد سمجھنے لگتے ہیں اور باہمی اعتماد اور الفت کا بے پناہ جذبہ جاری وساری رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہر مسلمان کے لئے بہترین نمونہ ہے۔ بلکہ یہی وہ نمونہ ہے جس کی اطاعت و پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔حضور ﷺ کی حیات طیبہ درحقیقت خدمت خلق سے عبارت ہے۔آپ ﷺ کی تمام زندگی خدمت ہی خدمت ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت مکہ مکرمہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھی۔اس کے سر پر اتنا بھاری بوجھ تھا کہ وہ بمشکل قدم اٹھا سکتی تھی۔بعض لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہیں قریب ہی تھے۔آپ ﷺ اس عورت کو مشکل میں دیکھ کر فوراً آگے بڑھے اور اس کا بوجھ خود اٹھا کر اس کی منزل پر پہنچا دیا۔

ایک دن حضور اکرم ﷺ ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک اندھی عورت ٹھوکر کھا کر گر پڑی۔بعض لوگ اسے دیکھ کر ہنسنے لگے۔لیکن ہمارے پیارے نبی ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔آپ ﷺ نے اس عورت کو اٹھایا اور اس کے گھر پہنچا دیا۔

خدمت خلق کی اسلام میں اس قدر تاکید کی گئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس

کی بے شمار مثالیں قائم فرمائی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خدمت خلق کا بے پناہ جذبہ عطا فرمایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت مخلوق خدا کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتے تھے۔ اپنا ہو یا بیگانہ، مسلم ہو یا غیر مسلم، آقا ہو یا غلام آپ ﷺ ہر ایک کے کام آتے تھے اور ان کے ادنیٰ سے ادنیٰ کام کر دیتے تھے آپ ﷺ کو کوئی عار نہ تھا۔ مکی زندگی کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو مشغولیت بہت زیادہ ہوگئی تھی۔ مخالفوں کی چیرہ دستیوں کا مقابلہ، اندرونی دشمنوں کی ستم رانیوں کے خلاف کامیاب مدافعت اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت اور ایک مثالی معاشرے کے قیام کی جدوجہد یہ سارے کام آپ ﷺ کی ہمہ تن اور ہمہ وقت توجہ کے محتاج تھے، لیکن اس کے باوجود جب بھی معمولی سے معمولی انسانی خدمت کا کوئی موقع آتا تو آپ ہمہ تن اس خدمت کی انجام دہی میں لگ جاتے۔

جناب ہادی برحق، نور مجسم ﷺ نے اس کرۂ ارض پر انسان کو ایک نئی زندگی سے روشناس کرایا، انسان تاریکی میں تھا رسول برحق ﷺ نے اسے روشنی دکھائی۔ قرآن حکیم آپ ﷺ کا رہنما تھا، اس کی روشنی میں جناب رسول اکرم ﷺ نے ایک ایسا انسانی معاشرہ قائم کیا کہ اس نے ساری دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ مسلمان صحرائے عرب سے ایمان کی طاقت اور ایقان کی قوت کے ساتھ نکلے۔ قرآن حکیم کی روشنی اور رسول برحق ﷺ کے عمل کا نمونہ ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے دنیا کے چپے چپے کو نور ایمان سے منور کر دیا۔ ان کے سامنے قرآن کا یہ فیصلہ تھا۔ **احسن کما احسن اللہ الیک**
یعنی: ''لوگوں کے ساتھ سلوک کرو جیسا کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔''

مسلمانوں نے اقصائے عالم میں حسن سلوک کا وہ عظیم مظاہرہ کیا کہ دنیا حیرت زدہ رہ گئی اور اسلام کی سربلندیوں کے سامنے سارا عالم سرنگوں ہوگیا۔ مسلمانوں کے پاس قرآن حکیم ہے، مسلمانوں کے سامنے پیارے نبی کریم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے اور یہ اتنی بڑی دولت و عظمت ہے کہ مسلمان کو اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت ہے نہ حاجت

ان کو ضرورت ہے اب تو صرف عمل کی۔ ہمیں اس کا جلد احساس وادراک کر لینا چاہیئے اور اپنے کھوئے ہوئے مقام کو حاصل کرنے کی شدید جدوجہد کرنی چاہیئے۔ اعمال میں ایک عمل خدمت خلق ہے۔ ہمارا منتہائے فکر یہ ہونا چاہیئے کہ ہم ایسے انسان بنیں جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے: ''ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ'' یعنی: ''ترجیح دیتے ہیں اپنے پر دوسروں کو خواہ خود ضرورت مند ہی کیوں نہ ہوں۔''

اور ہمارا ایمان اس حدیث شریف پر ہونا چاہیئے کہ: ''اللہ اس بندے کی مدد کرتا ہے کہ جو دوسرے بندوں کی مدد کرتا ہے۔''

خدمت خلق ہی کے اس جذبہ صادق کا یہ اثر تھا کہ ہمارے اسلاف کو عزت و توقیر حاصل تھی۔ دنیا دل سے ان کی عظمت کی قائل تھی۔ بے لوث خدمت خلق نے لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے اعلیٰ مقام پیدا کر دیا تھا۔ اس کھوئے ہوئے مقام کی بازیافت ہی ہماری منزل ہے اور اس منزل کو پانے کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ہم رسول برحق ﷺ کی صدق دل سے پیروی کرتے ہوئے دکھی انسانیت کی خدمت کیلئے کمر بستہ ہو جائیں۔

دوسروں کے کام آنا، ان کی مدد کرنا اخلاقی تقاضہ ہے

دوسروں کے کام آنا، ان کی مدد کرنا یا ان کے کسی مسئلے کو حل کرنے میں تعاون کرنا اخلاقی تقاضہ ہے۔ لہٰذا دوسروں کے کام آنے کو ایک اخلاقی اصول قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی تلقین کی جاتی ہے اور دسروں کے کام آنے والوں کی عزت کی جاتی ہے۔ دوسروں کے کام آنے کی تلقین دنیا کے ہر اخلاقی ضابطے میں موجود ہے۔ اس لحاظ سے آپ اس کو ایک عالمگیر اخلاقی اصول بھی قرار دے سکتے ہیں، خیر! اس کا ایک اور رخ بھی ہے۔ جب آپ دوسروں کے کام آتے ہیں تو آپ دوسروں کی مدد کرنے کے اخلاقی اصول پر ہی عمل نہیں کرتے اور صرف دوسرے لوگوں کی بھلائی ہی کا سبب نہیں بنتے، بلکہ

آپ اپنی بھلائی کا بھی سبب بنتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے جب آپ اپنے جیسے انسانوں کے کام آتے ہیں، تو اس سے آپ کو اپنے وجود کے مفید ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ آپ محسوس کرتے ہیں آپ اہم وجود ہیں۔ یہ احساس بہت بڑی نفسیاتی قوت ہے۔ یعنی ایسی نفسیاتی قوت جو آپ کے طرز اور طرز عمل دونوں کو بدل دیتا ہے۔

دکھ کے تجربے میں گزرتے ہوئے جب آپ دوسروں کا خیال رکھتے ہیں، ان کے مصائب کو سمجھتے ہیں اور ان کی مدد کرنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتے ہیں تو آپ کو اپنی ذات کے محدود خول سے باہر نکلنے کا موقع ملتا ہے۔ آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ زندگی صرف اپنے لئے نہیں ہوتی۔ دوسروں کا بھی آپ پر حق ہے۔ یہ احساس آپ کی ذات، شخصیت اور شعور کو وسعت عطا کرتا ہے۔ آپ انا کی قید سے آزادی پالیتے ہیں خود غرضی کی حد پار کر لیتے ہیں اس طرح اپنے دکھ کو وسیع تناظر میں دیکھنے کی اہلیت حاصل ہوتی ہے اور اس کے ساتھ ہی ذاتی دکھ کی شدت ختم ہو جاتی ہے، اور کبھی کسی سے کوئی امید یا توقع مت رکھیں۔ مثال کے طور پر یہ مت سوچیں کہ چونکہ وہ آپ کا بیٹا ہے، اس لئے اسے آپ کا فلاں کام کرنا ہی چاہئے، فلاں شخص آپ کا رشتہ دار ہے، اس لئے اسے آپ کے لئے وہ کام کرنا چاہئے، یا آپ نے کسی شخص کے لئے بہت کچھ کیا ہے، تو اسے کم سے کم اتنا کام تو آپ کے لئے کرنا ہی چاہئے۔ خیال رہے کہ کسی کی مدد کر کے، آپ اس پر کوئی احسان نہیں کر رہے ہیں۔ آپ صرف خدا کا کام کر رہے ہیں اور اس اچھے کام کے ذریعے اپنے کو پاکیزہ اور بلند بنا کر آپ بنیادی طور پر اپنی مدد کر رہے ہیں۔ دوسرے شخص نے آپ کو یہ کرنے کا صرف موقع دیا ہے۔

کسی کو دی گئی مدد کے بدلے اس سے ہی اس کے بدلے میں کچھ پانے کا خیال آپ کے دل میں آتا ہے تو آپ اس نیک کام کو ایک کاروباری لین دین میں تبدیل کر دیتے ہیں اور آپ کے کام سے وابستہ نمونہ یا معیار ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو مدد آپ کے ذریعے دی جاتی ہے، وہ دراصل خدا کے ذریعے دی جاتی ہے۔ ہمیں تو اپنی

مرضی کے باعث صرف ایک جسمانی ذریعے کی صورت میں منتخب کیا جاتا ہے۔

اس لئے اگر کوئی آپ کی مدد کے بدلے میں مناسب جواب نہیں دیتا، تو اس کے متعلق کوئی براجذبہ یا بغض وعناد مت رکھیں۔ بس غیر جانب دار رہیں۔ اگر کوئی آپ کی مدد کو عزت دیتا ہے تو اس کے مشکور ہو جائیں۔ اس کے علاوہ اگر آپ اپنے اچھے کام کے لئے کوئی انعام یا مدد چاہتے ہیں، تو وہ آپ کو خدا سے مانگنی چاہئے، اس شخص سے نہیں۔ یاد رکھیں، ہمارے ذریعے کیا گیا کوئی بھی اچھا کام کبھی بیکار نہیں جاتا۔ وہ ہمارے پاس مناسب صورت میں کسی نہ کسی وقت انعام پا کر واپس آ جاتا ہے۔ چنانچہ دوسروں کو مدد دینے یا ان سے لینے میں کوئی تذبذب نہیں کرنا چاہئے۔ سب کیونکہ خدا کی مخلوق ہیں، اس لئے یہ ہر شخص کا پیدائشی حق ہے۔ اگر کوئی مدد دینے سے انکار کرتا ہے، یا کوئی آپ کے ذریعے دی گئی مدد کا احترام نہیں کرتا، تو آپ کے دل میں اس کے بارے میں کوئی بغض وعناد نہیں ہونا چاہئے۔

دوسروں کو مدد دے کر آپ اپنے آپ کو پاکیزہ کر رہے ہیں۔ آپ اس کے احسان مند ہیں۔ جس نے آپ کو اس ملکوتی کام کے کرنے کا موقع دیا۔ دوسروں کی بنیادی امداد، علم اور رہنمائی کرنے سے آپ کو کسی چیز کی کمی نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس ملکوتی اور روحانی اصول کے مطابق، جتنا آپ دیتے ہیں، اتنا ہی زیادہ آپ کو ملتا ہے۔

چودھویں فصل

باطنی امراض سے متعلق اعمال

شرک وکفر اور بغض وحسد سے بچنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''ہر پیر اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں پھر ہر اس مومن کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو مگر وہ شخص کہ اس کے درمیان اور اس کے بھائی کے درمیان بغض، دشمنی اور کینہ ہو۔ حق تعالیٰ شانہ فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں ان دونوں کو چھوڑے رکھو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کر لیں (یعنی انکی مغفرت کو صلح پر موقوف رکھو)'' (رواہ مسلم)

شرک، جادو اور کینہ سے بچنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' تین خصلتیں ایسی ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی کسی میں نہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے علاوہ کی مغفرت فرما دیتے ہیں جس کے لیے چاہیں (۱) جو اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو (۲) جادوگر نہ ہو کہ جادوگروں کے پیچھے پھرتا رہے (۳) اور اپنے بھائی سے کینہ نہ رکھتا ہو۔

(اخرجه الطبرانی کذا فی الترغیب جلد ۳، صفحه ۴۶۱)

ان مختلف احادیث کے بعد اب ذیل میں شرک سے متعلق تفصیلی مضامین پیش کئے جا رہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

شرک سے پرہیز ضروری ہے

شرک کی دو قسمیں ہیں (۱)......شرک اکبر (۲)......شرک اصغر۔ پہلے ہم شرک اکبر کے بارے میں کچھ لکھتے ہیں اور اس کے بعد شرک اصغر کے بارے میں لکھیں گے انشاء اللہ۔ لیجئے ملاحظہ فرمایئے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر طرح کے شرک سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

یاد رکھیئے اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات، حقوق اور اختیارات میں یکتا اور تنہا ہے۔ ان چاروں انواعِ توحید میں اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ حصہ دار۔ لہٰذا جس کسی نے کسی بھی شکل میں جن، فرشتے، نبی، رسول، ولی، بزرگ یا کسی دوسری چیز کو اللہ تعالیٰ کے برابر، اس کا ساتھی یا اس کی صفات یا حقوق یا اختیارات میں حصہ دار سمجھ لیا تو اس نے ''شرک اکبر'' کا ارتکاب کیا۔

شرک اللہ کی ذات کو انتہائی ناپسند ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ۔ ''**ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشآء**''.

(سورۂ نساء)

''اللہ بس شرک کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے''۔

دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے کہ۔ ''جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔ (سورۂ مائدہ)

اور ارشاد فرمایا: **ان الشرک لظلم عظیم** ''سچی پکی بات یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو آدمی حالتِ شرک میں اس دنیا سے کوچ کر جائے وہ جہنم میں جائے گا، جنت اس پر حرام ہے اور اس کی بخشش قطعاً ناممکن ہے۔

معاملے کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کر کے فرمایا ہے کہ اگر ان برگزیدہ ہستیوں سے بھی شرک سرزد ہو جاتا (جو یقیناً محال تھا) تو ان کی ساری محنتیں ضائع ہو جاتیں اور وہ مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے نظر آتے۔ چنانچہ اٹھارہ بڑے بڑے انبیاء و رسل کا تذکرہ ایک ہی مقام پر کر کے فرمایا: کہ ''**ولو اشرکو لحبط عنهم ما کانوا یعملون**''۔

(سورۂ انعام)

''لیکن اگر کہیں (بفرض محال) ان پیغمبروں نے بھی شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا''۔ امام الرسل، سید اولین و آخرین، خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کو جو بجا طور پر بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کے مقام پر فائز ہیں، براہِ راست مخاطب کر کے فرمایا کہ۔ ''تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے انبیاء علیہم السلام کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو یقیناً تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے''۔ (سورۂ زمر)

احادیث کی تشریح

احادیث رسول ﷺ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب بھی آپ ﷺ نے ''تباہ کن'' گناہوں کا تذکرہ فرمایا تو سب سے پہلے ''شرک'' ہی کا ذکر کیا۔ ارشاد ہے کہ۔ جناب نبی اکرم ﷺ نے صحابہ اکرامؓ سے دریافت فرمایا کہ ''کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں؟'' آپ ﷺ نے یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ ہم نے عرض کیا ''ضرور ضرور! آپ ﷺ فرمائیں''۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا''۔ (یہ بات کرتے ہوئے) آپ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور مسلسل فرمانے لگے۔ خبردار ہو جاؤ اور توجہ سے سن لو کہ جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹ بولنا۔ آپ ﷺ نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ ہم دل میں تمنا کرنے لگے کہ اے

کاش آپ ﷺ خاموشی اختیار فرمالیں۔ (بحوالہ بخاری شریف)

ایک موقع پر آپ ﷺ نے بڑے بڑے گناہ اور ان میں بھی سب سے پہلے شرک کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ۔ ''سات تباہ کن اور ہلاکت خیز گناہوں سے بچو۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ۔'' (۱)۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۲)۔ جادو کرنا (۳)۔ جس جان کو اللہ نے حرام ٹھہرایا اسے ناحق قتل کرنا (۴)۔ یتیم کا مال کھانا (۵)۔ سود کھانا (۶)۔ جنگ سے فرار ہونا (۷) اور پاک دامن سیدھی سادھی اور مومن خواتین پر زنا کا الزام لگانا''۔ (بحوالہ بخاری شریف)

ان بڑے بڑے اور تباہ کن گناہوں میں سب سے زیادہ خطرناک شرک ہے، جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ ہے کہ۔ ایک صحابیؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کبائر کون کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ سات ہیں۔ اُن میں سب سے بڑا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے اور کسی جان کو ناحق قتل کرنا''۔ (بحوالہ سنن نسائی)

شرک کے خطرناک ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ مشرک کے لئے جنت حرام ہے اور اس کی بخشش کا دروازہ بند ہے، جبکہ دوسرے گناہوں کے مرتکب اپنی اپنی سزا پانے کے بعد بالآخر بخشش کے امیدوار ہوں گے اور ان کے لئے جنت میں داخلے کا امکان ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں جماعت اہل سنت کا یہی متفقہ عقیدہ ہے۔

انسان اشرف المخلوقات ہے، دنیا جہاں کی ہر نعمت وآسائش اس کی خدمت کے لئے ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ خدائے وحدہ لاشریک کی خالص عبادت کرے۔ لیکن اس مقام عظیم سے جب وہ گرتا ہے تو نہ وہ اپنے اس مقام اور عظمت کا پاس رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کہیں سے سکھ اور چین نصیب ہوتا ہے کبھی تو شیاطین انس وجن کے ہتھے چڑھ جاتا ہے اور مختلف آستانوں، مزاروں، استھانوں اور درباروں پر اپنی

ناک رگڑ رگڑ کر اپنے مقامِ رفیع کو قتل کر رہا ہوتا ہے۔ کبھی توہمات کا شکار ہو کر پتھروں، ستاروں اور درختوں میں اپنی قسمت تلاش کرتا ہے اور کبھی مادہ پرستی کی لعنت میں گھر کر ظاہری مال و دولت اور دنیا کی چمک دمک کے حصول میں پاگل ہو رہا ہوتا ہے۔ کبھی وہ ذات پرستی میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا نعرہ لگا دیتا ہے اور کبھی الحاد و دہریت کا شکار ہو کر خود اپنا حاکم و مالک بن بیٹھتا ہے۔ موجودہ زمانے کے مختلف نظام ہائے زندگی، بے دین جمہوریت، سوشلزم اور ملوکیت و بادشاہت اس کج فکری کی پیداوار ہیں۔ یہ سارے کے سارے نظام ''الحکم للہ'' سے انکار یا شرک کا نمونہ ہیں۔ یہاں البتہ انبیاء و رسل یا خلفاء راشدین کا معاملہ خالصتہً رضائے الٰہی کے تابع اور عین رضائے خداوندی کے مطابق ہونے کی وجہ سے یکسر مختلف ہے۔ ہر جگہ دھکے کھانے اور مختلف تجربات کرنے کی وجہ سے انسان اپنے مقام میں ترقی کرنے کی بجائے مسلسل تنزل، انحطاط اور پستی میں گرتا چلا جاتا ہے، لیکن پھر بھی اس کو کہیں سے سکون، امن اور آشتی نصیب نہیں ہوتی۔ اس کیفیت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔ فرمایا کہ۔

''اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے تو گویا وہ (عظمتوں اور بلندیوں کے) آسمان سے گر گیا اب یا تو اسے پرندے اچک نے جائیں گے یا ہوا اس کو لے جا کر پھینک دے گی جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے''۔ (بحوالہ سورۂ حج)

یہ ہے شرک کی حقیقت اور نتائج لیکن انسان ہے کہ اس سے باز آنے اور اسے چھوڑنے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔ اسی لئے اسے کسی بھی حالت میں چین و آرام میسر نہیں۔

شرک کی دوسری قسم ہے شرک اصغر اور شرک اصغر میں مندرجہ ذیل کام شامل ہیں (۱)۔ ریاکاری (۲)۔ غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا (۳)۔ بدشگونی کرنا (۴)۔ دم اور تعویذ کی بعض صورتیں۔

شرک سے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

حبطِ عمل کے معنی ہے عمل کا ضائع ہو جانا اور احباط کہتے ہیں عمل کے باطل اور ضائع کر دینے کو، عربی زبان میں حبط کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب جانور بہت زیادہ کھالے۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھول جائے، بسا اوقات ایسی صورت میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے، بظاہر تو جانور نے غذائیت بخش چارہ کھانے کا عمل کیا تھا، چونکہ وہ حد سے تجاوز کر گیا اس لئے یہ عمل اس کی موت کا سبب بھی بن سکتا ہے، اسی طرح بعض بدنصیب ایسے ہیں جو زندگی بھر عمل کرتے ہیں، لیکن صبح قیامت کو جب وہ اٹھیں گے تو انہیں یہ بُری خبر سننے کو ملے گی کہ تمہاری ساری محنت اکارت گئی اور تمہارے سارے اعمال ضائع ہو گئے، اس دنیا میں آنے والا ہر انسان محنت اور کوشش کر رہا ہے، شعوری زندگی کی ابتداء سے لے کر رشتۂ حیات کے انقطاع تک جدوجہد و عمل میں مصروف رہتا ہے، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، عالم ہو یا جاہل، نیک ہو یا بد، خدا پرست ہو یا دنیا پرست، مرد ہو یا عورت، آخرت پر اس کا ایمان ہو یا کہ نہ ہو، اسے بہر حال مصروفِ عمل رہنا پڑتا ہے، انسان جو کچھ دنیا میں کرتا ہے اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوگا، دنیا آخرت کی کھیتی ہے جو کچھ یہاں بویا جائے گا آخرت میں کاٹا جائے گا اس لئے کسی بھی عمل کے فائدہ مند اور ثمر بار ہونے کا فیصلہ آخرت کے اعتبار سے کیا جائے گا، آخرت میں اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں پکڑایا جانا اس بات کی نشانی ہوگی کہ اس شخص کی محنت ٹھکانے لگ گئی اور اعمال نامہ کا بائیں ہاتھ میں دیا جانا خسران اور ناکامی کی طرف اشارہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں قرار دیا ہے، جو بزعم خوش اچھے اعمال کرتے رہے تھے، لیکن آخرت میں انہیں بتایا جائے گا کہ تمہاری ساری محنت ضائع گئی۔

سورۂ کہف میں ہے کہ ''فرمادیجئے کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں ہیں؟ وہ کہ جن کی کوشش دنیا

کی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ یہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھے کام کررہے ہیں‘‘۔

اہل علم نے عمل کے ضائع ہوجانے کی تین صورتیں لکھی ہیں، پہلی یہ ہے کہ وہ ایسے اعمال ہوں جن کے کرنے والے ایمان سے محروم ہوں، کیونکہ کسی بھی عمل کی قبولیت کے لئے ایمان بنیادی شرط ہے، کفار اور مشرکین کے اچھے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا میں دے دیا جاتا ہے، آخرت میں انہیں کوئی صلہ نہیں ملے گا، سورۂ اعراف میں ہے ’’اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال ضائع ہو گئے‘‘...... شرک ایسا عمل ہے کہ اگر بالفرض اللہ کے بندے بھی اس کا ارتکاب کرلیں تو ان کے سارے نیک اعمال ضائع ہوجائیں۔ سورۂ زمر میں رسول اکرم ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ’’تحقیق وحی کی گئی ہے تیری طرف اور ان لوگوں کی طرف جو تجھ سے پہلے ہوئے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں گے اور تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجاؤ گے‘‘۔ آج یہ نظارہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ کافروں والے بہت سے اعمال مسلمانوں نے اختیار کررکھے ہیں اور اہل ایمان کے بعض اعمال واخلاق اہل کفر نے اپنا لئے ہیں، معاملات کی صفائی، تجارت میں سچائی، وقت کی پابندی، ایفائے عہد، ملاوٹ سے اجتناب، ملک وملت سے وفا، مظاہر فطرت میں غور وفکر، انسانیت کی فلاح و بہبود اور راحت رسانی کے لئے نئی نئی تحقیقات اور ایجادات۔ یہ خصوصیات اور اوصاف مسلمانوں کی پہچان ہوا کرتے تھے جبکہ اس کے برعکس معاملات میں دھوکہ فریب، تجارت میں دروغ گوئی، وقت کا ضیاع، وعدہ خلافی، بددیانتی اور خیانت، ملک اور قوم سے غداری، کاہلی اور سستی، نقالی اور راحت طلبی یہ سارے اوصاف کافروں کے تھے لیکن آج صورتحال برعکس ہے۔ اس لئے بعض مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے سنا جاتا ہے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ معاملات وغیرہ کی صفائی کے باوجود کفار دوزخ کا ایندھن بنیں اور ساری عملی اور اخلاقی کمزوری کے باوجود مسلمان جنت کے حقدار ٹھہریں، ہم ان کے مغالطہ کا اپنی طرف سے کوئی جواب دینے کی بجائے یہی عرض کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ جب رب تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ کافروں اور

مشرکوں کے اعمال ضائع ہو جائیں گے تو اب ہمارا کٹ حجتی کرنا اپنے آپ کو اللہ کے غضب کا مستحق بنانے کی ناروا کوشش کے سوا کچھ نہیں، کفر و شرک کا ارتکاب اور نبوت و رسالت اور آخرت کا انکار کرنے والوں کو جنتی ثابت کرنے کی کوشش کرنا قرآنِ کریم کے دوٹوک ارشادات کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

یہ تو ہوئی حبطِ اعمال کی پہلی صورت، یعنی یہ کہ عمل کرنے والا کافر یا مشرک ہو۔ حبطِ اعمال کی دوسری صورت یہ ہے کہ عمل کرنے والا اگرچہ مومن ہو مگر اسباب کی وجہ سے اس کے اعمال ضائع ہو جائیں۔ ان اسباب میں سے سب سے مہلک سبب ریا ہے جسے شرکِ اصغر بھی کہا گیا ہے۔ اپنے عمل پر اترانے، دوسروں کا دل دکھانے اور صدقہ خیرات دینے کے بعد احسان جتلانے اور تکلیف دینے کی وجہ سے بھی عمل باطل ہو جاتا ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے ''اے ایمان والو! اپنے صدقات، احسان جتلانے اور ایذاء دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتا''۔

رسول اکرم ﷺ کی شان میں بے ادبی اور بے احترامی کی وجہ سے بھی اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، سورۂ حجرات میں ہے ''اے ایمان والو! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو۔ اس طرح آپ ﷺ کے سامنے زور سے نہ بولا کرو ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو''۔ حبطِ عمل کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کے گناہ اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوں، اسی چیز کو قرآن کریم میں خفت میزان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۂ قارعہ میں ہے کہ ''جس کے اعمال کے وزن بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا اور جس کے وزن ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے اور تمہیں کیا خبر کہ ہاویہ کیا چیز ہے وہ دہکتی ہوئی آگ ہے''۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہمیں حبطِ اعمال کی ان تینوں صورتوں سے محفوظ رکھے آمین۔

شرک ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق بنا دیتا ہے

شرک ایسا کبیرہ گناہ ہے جو صاحب شرک کو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق بنا دیتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ شرک کو کبھی معاف نہیں فرمائیں گے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: جو شخص اس حال میں فوت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرتا تھا جہنم میں جائیگا (حدیث کے راوی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں جو شخص اس حال میں فوت ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں جائیگا۔

جس وقت رسول کریم ﷺ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق پوچھا تو آپ نے چار بڑے بڑے گناہ ذکر فرمائے۔ ان میں سے ایک شرک باللہ کا ذکر بھی فرمایا، کبائر کے متعلق پوچھنے پر رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی، جان کا قتل، اور جھوٹی گواہی دینا۔

نفاق بھی شرک باللہ کی طرح ہے۔ منافق اور مشرک دونوں جہنم کے نچلے طبقے میں ہونگے، نفاق کی تین بڑی علامتیں ہیں۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب کوئی چیز اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس امانت میں خیانت کا مرتکب ہو اور جب کسی سے وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور وعدہ خلافی کا مرتکب ہو۔ امانت کا مفہوم وسیع ہے خواہ وہ امانت مال ہو یا کسی کی کوئی بات وغیرہ ہو تو اگر اس مال کو ضائع کردے گا یا اس بات کا افشاء کرے گا تو خائن کہلائے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے۔''

اسی طرح رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر جھوٹ باندھنا بھی اس کو مستحق دوزخ بنا دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی کو اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا جائے یا وہ چیز دیکھے جو اس کی آنکھوں نے نہیں

دیکھی، یا رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کرے جو انہوں نے نہیں فرمائی۔"

نیز فرمان رحمت اللعالمین ﷺ ہے: "جو جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے تو اسے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈ لے۔"

یعنی یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کہ کسی شخص کی اس کے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی جائے۔ جیسا کہ آج کل کے جاہل لوگوں نے یہ کام کر رکھا ہے۔ جو لوگ اپنے بچوں کو کچھ نہیں کھلا سکتے ان کے بچوں کو لے پالک بنالیا جاتا ہے۔ جب کوئی بانجھ عورت یا مرد یہ دیکھتا ہے اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اب ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی تو وہ کسی کے بچے یا بچی کو لے آتے ہیں اور اس کو اپنی طرف منسوب کر لیتے ہیں کہ یہ میری بیٹی یا بیٹا ہے۔ جسے عرف عام میں متبنّیٰ یا لے پالک کہا جاتا ہے۔ اسلام نے اس طریق کو لغو، بے بنیاد اور حرام قرار دیا ہے، جو کوئی ایسا کرے گا وہ دوزخ کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس کام سے توبہ کر لے تائب ہو جائے اور اپنی اصلاح اور درستگی کر لے تو اس کے لئے یہ وعید نہیں ہے۔

حسد بدترین مرض ہے

اب ذیل میں حسد سے متعلق تفصیلی مضامین پیش کئے جا رہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

حسد نیکوں کو تباہ و برباد کرتا ہے اور گناہوں پر ابھارتا ہے یہ بڑا ہی بدترین مرض ہے جس میں اکثر بڑے بڑے علماء، قراء، حضرات بھی مبتلا ہیں عوام الناس اور جہلاء کا تو ذکر ہی کیا۔ اس نے تو ہلاکت و بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ چھ طرح کے لوگ چھ وجوہات سے جہنم میں داخل ہوں گے اہل عرب تعصب کی وجہ سے مالدار لوگ ظلم و جور کی وجہ سے، سردار اور وڈیرے تکبر کی وجہ سے، تاجر برادری خیانت کی وجہ سے اور دیہاتی لوگ جہالت کی وجہ سے اور

علماء حسد کی وجہ سے۔

تو جو مصیبت علماء کو بھی جہنم میں لے جانے کا باعث ہو اس سے بچنا تو نہایت ہی ضروری ہے۔ جان لو کہ حسد کی وجہ سے پانچ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۱) عبادت میں خرابی پیدا ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا قول ہے۔

''الحسد یا کل الحسنات کماتاکل النار الحطب''

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

۲..... حسد کی دوسری خرابی یہ ہے کہ یہ شرور اور معصیت کا ذریعہ ہے۔ حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ حاسد کی تین علامات ہیں:

(۱) جب سامنے آئے تو خوشامد کرے۔

(۲) پیٹھ پیچھے غیبت کرے۔

(۳) کسی دوسرے کی تکلیف پر خوش ہو۔

میں تو کہتا ہوں کہ حسد کی برائی کا سب سے بڑا اور واضح ثبوت یہ ہے کہ قرآن میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے حاسد کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے فرمایا:

ومن شر حاسد اذا حسد. (سورہ فلق ۵)

اور حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد کرنے لگے پناہ مانگتا ہوں۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ نے حاسد کے حسد کو شیطان اور جادوگر کے ساتھ ذکر فرمایا اور ان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا۔ اب خود اندازہ کرلو کہ حسد کس قدر برا اور خراب عمل ہے اور اسی واسطے اس کی برائی سے حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری مدد طلب کرو اور میری پناہ پکڑو۔

(۳) حسد سے تیسری خرابی جو پیدا ہوتی ہے وہ بلاوجہ کے غم و آلام کا پیش آنا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ طبیعت پر بوجھ اور گناہ کی رغبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔

ابن سماکؒ فرماتے ہیں کہ لم ارَ ظالما اشبهَ بالمظلُوم من الحاسد نفس والمٌ وعقل هالم وغمٌ لازِمٌ.

میں نے حاسد سے زیادہ کسی ظالم کو مظلوم سے مشابہ نہیں پایا ہے۔ جب دیکھو ہمہ وقت افسردگی اس پر غالب رہتی ہے عقل اڑی اڑی رہتی ہے اور متعدد غم و آلام ہمہ وقت لاحق رہتے ہیں۔

(۴) حسد سے چوتھی خرابی یہ پیدا ہوتی ہے کہ انسان کا دل بصیرت سے خالی ہو جاتا ہے اور کسی بھی حکم الٰہی کو سوچنے سمجھنے اور قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کا قول ہے۔

''ہمیشہ خاموشی اور سکوت اختیار کرو، تقویٰ اور بزرگی پیدا ہوگی حریص نہ بنو تاکہ فتنوں سے محفوظ رہو گے نکتہ چینی سے احتراز کرو تاکہ دوسروں کے طعن و تشنیع سے محفوظ رہو، حسد نہ کرو تاکہ بصیرت اور فہم و ذکاوت حاصل ہو''۔

(۵) حسد کی پانچویں خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مقاصد میں کامیابی نہیں ہوتی اور انسان ذلیل و خوار ہو کر رہ جاتا ہے اور نہ دشمن پر غلبہ حاصل کر سکتا ہے۔

حضرت حاتم اصمؒ فرماتے ہیں ''کینہ پرور کبھی دیندار نہیں ہو سکتا عیب جوئی کرنے والا عابد و زاہد نہیں ہو سکتا اور چغل خوری کرنے والا چین سے نہیں رہ سکتا جبکہ حاسد اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے محروم کر دیا جاتا ہے''۔

میں کہتا ہوں کہ حاسد ہرگز اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو یہ چاہتا ہے کہ مخلوق سے اللہ کی عطا کردہ نعمتیں سلب ہو کر مجھے نصیب ہو جائیں اور یہ ناممکن ہے اس طرح وہ اپنے دشمنوں پر بھی فتح یاب نہیں ہو سکتا کیونکہ جو اس کے دشمن ہوتے ہیں وہ تو درحقیقت خدا کے محبوب بندے ہوتے ہیں۔

غرضیکہ حسد ایک ایسی بدترین بیماری ہے جو طاعات کے اجر کو گھٹا کر گناہ نافرمانی کو اگاتی ہے۔ چین سکون راحت و اطمینان کو زائل کر کے فہم دین سے محروم کر دیتی ہے۔ دشمنوں پر غلبہ ختم کر کے مقاصد میں نامراد کرتی ہے لہٰذا اس سے خطرناک مرض کوئی نہیں ہو سکتا اور اس کے علاج کی فوری ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اس کے علاج سے غفلت کے بجائے اس مرض کو دور کرنے کی فکر کرو۔ (بحوالہ منہاج العابدین)

اب ذیل میں کینہ سے متعلق تفصیلی مضامین پیش کئے جا رہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

کینہ اور اس کا علاج

اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا خذِ العفو وأمر بالعرف وأعرض عن الجاھلین. (ال عمران آیت ۸)

معاف کر دینے والوں کو اختیار کرو اور جاہلوں سے منہ موڑلو۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس. (آل عمران آیت ۱۳۲)

حق شانہ نے متقین کی صفات میں فرمایا کہ وہ لوگ غصہ کو ضبط کرنے والے اور لوگوں کی تقصیرات سے درگزر کرنے والے ہیں۔

ف..... چونکہ غصہ دل میں کینہ رکھنے سے ہی پیدا ہوتا ہے اس لئے ان متقین کی تعریف بیان کی گئی جو غصہ کو پی جاتے ہیں۔

''لایحب اللہ الجھر بالسُّوء من القول الامن ظُلم''.

(النساء آیت ۱۳۸)

''اللہ تعالٰی بُری بات کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے بجز مظلوم کے''۔

اس میں ضعفاء کی شان ہے اور اس میں مصلحت ہے کہ قلب کینہ سے صاف ہو جاتا ہے۔ (بحوالہ مسائل السلوک)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(۱)..... لاتباغضو ا''آپس میں بغض نہ رکھو''۔ (متفق علیہ)

(۲)..... یفتح ابواب الجنة یوم الاثنین ویوم الخمیس ویغفر لکل عبد لایشرک باللہ شیا الا رجلا کانت بینه وبین اخیه شحنآء فیقال انظرُو اھذین حتی یصلَیحا. (بحوالہ مسلم شریف)

جمعرات اور پیر کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں پس ہر اس

شخص کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے سوائے اس شخص کے جس کو اپنے مسلمان بھائی سے بغض و کینہ ہو۔'' کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو یہاں تک کہ ان میں صلح ہو جائے۔''

جب غصہ میں بدلہ لینے کی ہمت نہیں ہوتی تو ضبط کرنے میں اس شخص کی طرف سے دل پر ایک قسم کی گرانی ہوتی ہے اس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں (اور بغض کہتے ہیں)

کینہ وہ ہے جو قصد و اختیار سے کسی کی برائی اور بدخواہی دل میں رکھی جائے اور اس کو ضرر پہنچانے کی تدبیر بھی کرے۔ اگر کسی سے رنج کی کوئی بات پیش آئے طبیعت اس سے ملنے کو نہ چاہے تو یہ کینہ نہیں بلکہ انقباض طبعی ہے گناہ نہیں ہے۔ (بصائر حکیم الامۃ)

میٹھا غصہ دل کے اندر جمع رہتا ہے اسی کو کینہ کہتے ہیں۔ کینہ کا منشاء غصہ ہے۔ سو ایک تو خود وہ غصہ تھا دوسرا عیب یہ کینہ کہ جب غصہ نکالا نہیں تو اس کا خمار دل میں بھرا رہتا ہے اور معمولی بات و بہانہ پر رنجید گیاں بڑھتی ہیں۔ تو صرف ایک گناہ نہیں بلکہ بہت سے گناہوں کا تخم ہے۔ (بحوالہ عوائل الغضب)

عورتوں کو کینہ کے علاج کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔

چونکہ کینہ میٹھے غصہ میں ہوتا ہے اور میٹھا غصہ عورتوں میں زیادہ ہے۔ مردوں میں بھی کینہ ہوتا ہے لیکن عورتیں اس سے بڑھی ہوئی ہیں۔ کیونکہ مردوں کا غصہ اکثر جوشیلہ ہوتا ہے اور چیخنے چلانے سے ان کا ابال نکل جاتا ہے اس لئے عورتوں کو کینہ کے علاج کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

علاج...... جس شخص سے کینہ ہو اسے معاف کر دے اور اس سے میل جول شروع کریں۔ گویا تکلیف ہی سہی چند روز میں کینہ دل سے نکل جائے گا۔

(بحوالہ تعلیم الدین)

اگر وہ شخص جس سے دل میں بغض و کینہ ہے سامنے نہیں بلکہ کسی اور شہر میں ہے تو اس سے خط لکھ کر معافی کرا لے۔ (ارشاد حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ جالندھری قدس سرہ)

بعض اوقات کسی سے انتقاماً یہ کہنا کہ تمہاری حرکت سے مجھے رنج ہوا ہے۔

اچھا ہے اس سے دل صاف ہو جاتا ہے البتہ زیادہ پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔

(بحوالہ کمالات اشرفیہ)

اپنے مخالف کو کوئی نقصان پہنچ جائے اور قلب میں فرحت محسوس ہو تو اس اعتقاد کا استحضار کیا جائے کہ یہ فرحت قابل دفعہ ہے اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس فرحت کو دفع فرمائیں۔ اس لئے کہ

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن آئین ماست سینہ چوں آئینہ داشتن

ترجمہ...... ہماری طریقت میں کینہ رکھنا کفر ہے ہمارا آئین سینوں کو آئینہ کی طرح صاف رکھنا ہے۔ (بحوالہ انفاس عیسیٰ)

اب ذیل میں جادو سے متعلق تفصیلی مضامین پیش کئے جا رہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

جادو سے پرہیز ضروری ہے

جادو کفر ہے بطور زجر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہاروت و ماروت کا واقعہ ذکر کر کے فرمایا: "**وما کفر سلیمان ولکن الشیطان کفروا یعلمون الناس السحر ......الخ**" شیطان ملعون لوگوں کو جادو سکھاتے تھے کفر بھی کراتے تھے سلیمان اس سے پاک تھے باقی فرشتے آزمائش کے طور پر آئے اس کی تفصیل قرآن شریف کے پہلے پارے میں مذکور ہے آجکل لوگ ایسے کلمے سیکھتے ہیں جس سے مرد و عورت کی تفریق یا محبت پیدا ہو جائے حالانکہ یہ سراسر گمراہی ہے اور جادو کی سزا قتل ہے اس لئے کہ یہ کفر ہے یا کفر کے مشابہ تو ضرور ہے۔

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو ان میں سے ایک جادو ہے لہٰذا آدمی کو خدا سے ڈرنا چاہیے ایسی چیزوں سے بچے جس سے اس کی دنیا و آخرت برباد ہوتی ہے حضور ﷺ نے فرمایا جادو کرنے والے کی سزا قتل ہے اور بالکل صحیح ہے جو حضرت جندب کے قول سے اور بجالہ بن عبدہ کے قول سے بھی روایت

ہے کہ امیر المومنین خلیفۃ المسلمین فاروق اعظمؓ نے ہمارے پاس خط میں لکھا جس میں آپ نے فرمایا جادو کرنے والے کو قتل کر دو مرد ہو چاہے عورت ہو اس طرح وہب بن منبہ فرماتے ہیں میں نے بعض کتب میں پڑھا ہے حدیث قدسی ہے اللہ رب العزت فرماتے ہیں میں ہی معبود حقیقی ہوں میرے سوا کوئی نہیں جادو میری طرف سے نہیں نہ وہ میرے لئے ہے جس کے لئے جادو کیا گیا اور اسی طرح نجومی غیب کی خبریں دینے والا اور اسی کے پوچھنے والا اور فال نکالنے والا اور جس کے لئے فال نکالی جائے ایسے لوگ میرے دشمن ہیں اس لئے حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کاہن ساحر ہے اور ساحر کافر ہے حضرت ابو موسیٰؓ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے ایک شرابی دوسرا قطع رحمی کرنے والا تیسرا جادو کی تصدیق کرنے والا۔

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ تعویذ و تولہ شرک ہیں اس سے مراد جاہل لوگ دھاگے پٹے وغیرہ اپنی اولاد اور جانوروں کے گلے وغیرہ میں ڈال دیتے ہیں اس خیال سے کہ بدنظری سے محفوظ ہو جائیں ایسے تمیمہ اور تعویذ جس میں شرکیہ الفاظ ہوں یہ شرک ہے اور تولہ بھی جادو کی ایک قسم ہے جس سے عورت خاوند کی نظر میں محبوب بن جائے اور خطابی فرماتے ہیں وہ تعویذ جو اسماء الٰہیہ یا آیات قرآنیہ سے دم کیا جائے وہ جائز ہے کیونکہ نبی پاک ﷺ حسنین کریمین کو دم کرتے تھے ان الفاظ سے ''**اعیذ بکلمات اللّٰہ التامۃ من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین لامۃ وباللّٰہ المستعان وعلیہ التکلان ...... الخ**'' آج کل جو نجومی بیٹھے ہوتے ہیں ہاتھ دیکھ کر لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں لکھا ہوتا ہے نجومی پروانہ ہاتھ دکھانا بھول نہ جانا یہ بھی گناہ ہے یہ بدقسمت بین الاقوامی یتیم اگر لوگوں کی قسمت بتا سکتے تو خود کیوں دھوپ میں فٹ پاتھ پر پڑے رہتے؟ پہلے اپنی قسمت کا فیصلہ کر لیتے۔ (بحوالہ تباہی کے ستر راستے)

جادو کیا ہے؟

جادو، عملیات، ٹونے، کالا علم اور گنڈے سب تقریباً تقریباً ایک ہی قسم کی قبیل

کے مختلف انداز اور الفاظ پر مشتمل کلام یا اعمال کا نام ہے۔ جادو کو عربی زبان میں ''سحر '' کہا جاتا ہے، اس کے معنی ہیں ''انتہائی لطیف اور خفیف انداز میں کسی پر اثر انداز ہونا اور اسے نفسیاتی طور پر متاثر کر کے اپنے مقصد کے مطابق استعمال کرنا۔'' جادو اصلاً انسان کی نفسیات پر اثر کرتا ہے اور نفسیات کا اثر انسان کے جسم پر ظاہر ہوتا ہے، جیسے ڈر جانا اصلاً نفسیاتی اثر ہے، لیکن ڈرنے کی وجہ سے جسم کا کانپنا نفسیاتی اثر کا جسم پر ظہور ہے اسی نفسیاتی اثر کی وجہ سے انسان بسا اوقات بیمار ہو جاتا ہے کہیں تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے، خاص طور پر میاں بیوی کے درمیان، کبھی بھول چوک کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی کسی اور الجھن کا شکار ہو جاتا ہے، ان اثرات کی کتاب وسنت نے توثیق کی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ:

یکا یک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں، اور موسیٰ اپنے دل میں ڈر گیا۔ (سورہ طٰہٰ)

ایک اور جگہ اللہ نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا کہ: ''سحروا اعین الناس'' ''انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا۔''

تعلقات میں اثر انداز ہونے کی تصدیق قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان کی ہے: ''فیتعلمون منھما مایفرقون بہ بین المرءِ وزوجہ'' پھر یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے جس سے شوہر اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں۔

جب رسول اللہ ﷺ پر لبید بن عاصم نے جادو کیا تو آپ بھی کسی قدر متاثر ہو گئے اور آپ ﷺ کو بھی خیال کی حد تک دنیاوی امور میں پریشانی اور چوک ہونے لگی۔

(بحوالہ بخاری شریف)

جادو کرنے والے کا حکم

جادو کرنے والا قرآن کے واضح فتویٰ کے مطابق کافر ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد

ہے ''اور لگے ان چیزوں کی پیروی کرنے جو شیاطین سلیمان کی سلطنت کا نام لے کر پیش کیا کرتے تھے، حالانکہ سلیمان نے کبھی کفر نہیں کیا، کفر کے مرتکب تو وہ شیاطین تھے جو لوگوں کو جادوگری کی تعلیم دیتے تھے، وہ پیچھے پڑے اس چیز کے جو بابل میں فرشتوں ہاروت، ماروت پر نازل کی گئی تھی، کہ دیکھ ہم محض ایک آزمائش ہیں، تم کفر میں مبتلا نہ ہو پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیز سیکھتے تھے، جس سے شوہر اور بیوی میں جدائی ڈال دیں، ظاہر تھا اذن الٰہی کے بغیر وہ اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود ان کے لئے نفع بخش نہیں، بلکہ نقصان دہ تھی، اور انہیں خوب معلوم تھا جو اس چیز کا خریدار بنا، اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا۔'' (سورۂ بقرہ)

اسی لئے امام مالک، ۔امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک ہر جادوگر کافر ہے، البتہ امام شافعیؒ یہ وضاحت کرتے ہیں اگر اس کا کلام کفریہ اور شرکیہ ہو تو کافر ہے ورنہ فاسق و فاجر قرار دیں گے، کافر نہیں، امام مالک، امام ابو حنیفہ، اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا فتویٰ زیادہ صحیح اور برحق ہے، اس لئے کہ قرآن کریم نے بغیر کسی شرط یا تخصیص کے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔ اگر کوئی مسلمان جادو کا عمل کرتا ہے تو اسے کہا جائے گا کہ توبہ کرو اور ایمان کی تجدید کرو، بصورت دیگر اسے مرتد کی سزا کے طور پر قتل کر دیا جائے گا، صحابہ میں سے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ بن عمر، اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس بات کے قائل ہیں کہ جادوگر کو قتل کر دیا جائے، تابعین میں سے حضرت جندب بن عبداللہ، جندب بن کعب، قیس بن سعد، اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہم اللہ بھی اسی فتوے کے قائل ہیں۔ اسی معنی کا ایک فرمان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شہادت سے محض ایک سال قبل جاری کیا تھا، مشہور اور انتہائی قابل اطمینان تابعی حضرت بجالہ بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ جو امیر اہواز جزء بن معاویہ کے سیکریٹری تھے، بیان کرتے ہیں کہ: ''حضرت عمر کی وفات سے ایک سال قبل ان کا خط ہمیں پہنچا، انہوں نے حکم دیا ہر جادوگر، اور جادوگرنی کو قتل کر دو، چنانچہ ہم نے

تین جادوگرنیوں کوقتل کیا۔'' (بحوالہ مسند احمد)

عہد صحابہ اور خلافت راشدہ کی اتنی واضح مثال اور دلیل کے بعد جادوگر کو قتل کرنے کے لئے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں ہے، اسی دلیل کی بنیاد پر تقریباً تقریباً تمام ائمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جادوگر کفریہ یا شرکیہ الفاظ کے ساتھ جادو کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۲ کی تفسیر کی ضمن میں پوری صراحت کے ساتھ امام مالک، امام احمد بن حنبل، ابوثور، اسحاق، امام شافعیؒ، اور امام ابوحنیفہ (رحمہم اللہ) کا نام لیا ہے کہ ان سب ائمہ فقہ کے نزدیک جادوگر کی سزا قتل ہے تو گویا پوری امت کا اس بات پر اجماع ثابت ہے کہ جادوگر کی سزا قتل ہے حضور اکرم ﷺ نے جادو کو ہلاکت خیز گناہوں میں شمار فرمایا ہے۔ ارشاد ہوا کہ: ''سات ہلاکت خیز گناہوں سے دور رہو، صحابہؓ نے دریافت کیا: یارسول اللہ! وہ کون سے ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا جادو کرنا......الخ۔''

جس طرح جادو کرنا ہلاکت خیز گناہ ہے اسی طرح جادوگر کی باتوں پر یقین کرنا بھی انتہائی خطرناک گناہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تین قسم کے آدمی جنت میں داخل نہ ہونگے، شراب پینے والا، قریبی رشتہ داروں سے قطع رحمی کرنے والا، اور جادوگر کی باتوں پر یقین کرنے والا۔'' جادو کرنے والے کے ساتھ ساتھ جادو کرانے والا بھی دینی طور پر سخت خطرے میں ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اس آدمی سے ہمارا کوئی ناطہ اور تعلق نہیں جس نے بدشگونی کی، یا کسی دوسرے سے بدشگونی کی فال نکلوائی، کہانت کروائی اور جس نے خود جادو کیا یا کسی دوسرے سے جادو کا عمل کروایا۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جادو کفر ہے، اسے کرنے والا کافر اور واجب القتل ہے، اس طرح جادو کروانے والا بھی بہت بڑا مجرم ہے۔ (بحوالہ چیدہ چیدہ کبیرہ گناہوں کی حقیقت)

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جادو کرنے اور جادو کروانے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

پندرہویں فصل

شہادت سے متعلق اعمال

اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا ''میرا جو بھی بندہ میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلتا ہے، محض میری خوشنودی کے لیے تو میں ضمانت دیتا ہوں اس بات کی کہ اجر و غنیمت کے ساتھ اس کو واپس لوٹاؤں۔ اور اگر اس کی روح کو قبض کرلوں تو اس کی مغفرت کروں، اس پر رحم کروں اور اس کو جنت میں داخل کروں۔'' (اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا تمام گناہوں کا کفارہ بن جائے گا سوائے امانت کے اور امانت نماز میں ہے اور امانت روزہ میں ہے اور امانت بات میں ہے اور سب سے زیادہ تیرے لیے لائق اہتمام بطور امانت رکھی ہوئی اشیاء ہیں۔'' (اخرجہ ابونعیم الطبرانی باسناد حسن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' شہید کے جسم سے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور دو حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جاتا ہے، اور اس کے گھرانے میں سے ستر افراد کے حق میں شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ اور سرحد کا نگہبان جب اپنی چوکی میں مر جائے تو قیامت تک اس کا اجر و ثواب جاری رہے گا، اور صبح و شام اس کو رزق دیا جائے گا، ستر حوروں سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا اور اسے کہا جائے گا ٹھہر جا اور سفارش کر یہاں تک کہ حساب و کتاب سے فراغت ہو۔ (کنز العمال حدیث نمبر ۱۱۱۰۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''موت ہر مسلمان کے لیے کفارہ ہے۔'' (نزع وغیرہ کی وجہ سے جو دکھ اس کو پہنچتے ہیں اس کی بناء پر) (اخرجہ ابونعیم والبیہقی، کنز العمال)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ’’جس نے وصیت کی حالت میں انتقال کیا (یعنی اس حالت میں جس کا انتقال ہوا کہ اپنی مالیت اور معاملات وغیرہ کے بارے میں جو وصیت اس کو کرنی چاہیے تھی وہ اس نے کی اور صحیح اور بوجہ اللہ کی) تو اس کا انتقال ٹھیک راستہ پر اور شریعت پر چلتے ہوئے ہوا اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت والی موت ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگی۔‘‘

(رواہ ابن ماجہ کذا فی الترغیب جلد ۴)

ان احادیث کے بعد اب ذیل میں جہاد اور شہادت سے متعلق کچھ مضامین پیش کئے جا رہے ہیں، لیجئے ملاحظہ فرمایئے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن

خاتم الانبیاء ﷺ نے رب کی قسم کھا کر تین دفعہ ارشاد فرمایا ’’والذی نفسی بیدہ لو ددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل ‘‘میری خواہش ہے یا میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

اللہ رب العزت نے سوۃ النساء میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا (قیامت کے دن) وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے نبیوں میں سے اور صدیقین کے اور شہداء اور صالحین کے ساتھ۔

آخر یہ شہادت کیا چیز ہے جس کے حصول پر اللہ اور اس کے آخری نبی ﷺ ہر مسلمان کو ابھار رہے ہیں جس کو حاصل کر کے ایک صحابی رب کعبہ کی قسم کھا کر فرما رہے ہیں، فزت ورب الکعبہ ،رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔

یہ شہادت کیا چیز ہے جس کے لئے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کے بارے میں اللہ کے محبوب ﷺ فرما رہے ہیں کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے) دعا کر

رہے ہیں اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما جس کے حاصل نہ ہونے پر حضرت خالد بن ولید؃ آخری وقت رو رہے ہیں اور آنسو بہا رہے ہیں۔ شہادت جس کو گلے لگا کر عم رسول حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید الشہداء قیامت تک کے لئے بن گئے۔

شہادت جس کے لئے عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ٹانگ سے معذور ہونے کے باوجود غزوہ احد میں شان کے ساتھ شرکت فرمائی اور شہادت کو گلے لگایا۔

قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ میں مختلف مواقع پر شہادت اور شہید کے سینکڑوں فضائل بیان ہوئے ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)......ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات، جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جائے اسے مردہ مت کہو''، ''بل احیاء'' بلکہ وہ زندہ ہیں اللہ کے راستے میں موت کو گلے لگا کر انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو جاتا ہے۔

(۲)......''عندربھم یُرزَقون ''ان کو اپنے رب کے پاس رزق دیا جاتا ہے، دیگر اموات کا رزق موت کے ساتھ بند ہو جاتا ہے لیکن شہید کا رزق شہادت کے فوراً بعد رب تعالیٰ کے دربار میں شروع کر دیا جاتا ہے۔

(۳)......''فرحین بما اتاھم اللہ من فضلہ'' اللہ تعالیٰ کے فضل کے حصول پر خوش ہوتے ہیں۔

(۴)......''یستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولاھم یحزنون'' اپنے پسماندگان، لواحقین کے متعلق انہیں خوشخبری دی جاتی ہے کہ ان پر بھی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(۵)......''یستبشرون بنعمۃ من اللہ وفضل وان اللہ لایضیع اجر المؤمنین'' اللہ کی نعمت کے حصول پر اور فضل خداوندی کے حصول پر خوش ہوتے ہیں۔ ان کا اجر ضائع نہیں کیا جاتا پورا پورا اجر دیا جاتا ہے۔

(۸)......''ولئن قتلتم فی سبیل اللہ اومتم'' اگر تم اللہ کے راستے میں قتل

کردیئے گئے یا مر گئے تو" لمغفرة من الله" رب تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کی بشارت ہے

(۹)......"ورحمة" رحمت خداوندی کے حصول کی بشارت اور مژدہ سنایا جارہا ہے۔

(۱۰)......اجر عظیم عطا کئے جانے کی خوشخبری اللہ کی طرف سے ہے"فسوف نؤتيه اجراً عظيماً"

(۱۱)......اللہ تعالیٰ شہادت پانے والوں کے لئے صادق ہونے کی سند جاری فرمارہے ہیں:

"رجال صدقوا ما عاهدوا الله فمنهم من قضى نحبه"

(۱۲)......حدیث مبارکہ میں ایک صحابیؓ کا قول منقول ہے جب انہیں شہید کیا جارہا تھا اس وقت انہوں نے فرمایا" فزت ورب الكعبة" رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

بیشک شہادت ہی مسلمان کی اصل کامیابی، فلاح اور نجات ہے ورنہ رب تعالیٰ ان کے اس جملے کو رسول اللہ ﷺ تک نہ پہنچاتے۔

(۱۳)......شہید قیامت کے دن رب کے دربار میں اس طرح سے پیش ہوگا کہ اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ تو خون کا ہوگا لیکن خوشبو مشک نافہ کی سی ہوگی۔

(۱۴)......شہید کو اللہ تعالیٰ مرنے سے قبل ہی جنت اور اس کی نعمتوں کا مشاہدہ کرادیتے ہیں اور شہادت کے وقت اس کو جو اعزاز واکرام اور نعمتیں ملتی ہیں اس کے حصول کے لئے وہ رب تعالیٰ سے دوبارہ اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ اے رب! آپ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیں تاکہ میں تیرے راستے میں جہاد کروں اور قتل کردیا جاؤں تاکہ دوبارہ ان انعامات اور اعزاز واکرام کا مشاہدہ کروں جو مؤمن کو وقت شہادت حاصل

ہوتا ہے۔

(۱۵)......حدیث کی رو سے موت کی تمنا اور دعا کرنا منع ہے لیکن شہادت کے حصول کی تمنا اور اس کے لئے دعا کرنا مستحسن ہے" **لو ددت ان اقتل فی سبیل الله**" خاتم الانبیاء ﷺ اپنی خواہش کا اظہار فرما رہے ہیں کہ اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔

(۱۶) عذاب قبر سے حدیث شریف میں پناہ مانگی گئی ہے اور شہید کو عذاب قبر اور فتنہ قبر سے امن میں ہونے کی بشارت عطا کی گئی ہے" **ویامن فتنة القبر**" اور فتنہ قبر سے محفوظ ہوتا ہے۔

(۱۷)......عام موت کے وقت کی تکلیف کو تمام تکالیف سے زیادہ قرار دیا گیا ہے، اور اس قدر بھیانک بتایا گیا ہے کہ قیامت تک اس کا اثر انسان اپنے جسم پر محسوس کریگا، اور قیامت کے دن جب وہ اٹھایا جائیگا تو اس وقت بھی وہ اس تکلیف اور نزع کے اثر کو اپنے جسم پر محسوس کریگا لیکن شہید کے بارے میں حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ شہید قتل کی تکلیف اتنی بھی نہیں پاتا جتنی کہ چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔

ترمذی شریف کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے شہید کے لئے چھ خصوصی انعامات کا تذکرہ فرمایا ہے:

(۱۸)......پہلے ہی مرحلہ میں مغفرت کر دی جائیگی اور اپنی جنت میں اس کو ٹھکانا دیا جاتا ہے۔

(۱۹)......عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔

(۲۰)......قیامت کے دن کی ہولناکی سے محفوظ رہتا ہے۔

(۲۱)......اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائیگا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

(۲۲)......بہتر حور عین اس کو عطا کی جائیں گی۔

(۲۳)......اپنے ستر رشتہ داروں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جائیگی۔

ایک روایت میں شہید کو جنت کے واجب ہونے کی بشارت عطا کی گئی ہے،

اسلام کی سب سے پہلی شہیدہ ایک خاتون حضرت سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے کی پاداش میں شہادت کو گلے سے لگایا تھا، اپنا جسم چروانا انہوں نے برداشت کیا لیکن کلمہ حق ''لا الہ الا اللہ'' سے دستبردار نہیں ہوئیں ان کے شوہر حضرت یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کی خاطر شہادت کو گلے لگایا۔

جہاد کے ہم پلہ کوئی عمل نہیں

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اقدس ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجیئے جو جہاد کا ہم پلہ ہو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسا کوئی عمل نہیں پاتا ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تم ایسا کر سکتے ہو کہ جب مجاہد جہاد کے لئے نکل جائیں تو تم اپنی مسجد میں داخل ہو کر مسلسل نمازیں پڑھو جس میں کوئی فتور نہ ہو اور ایسے روزے رکھو کہ جس میں افطار نہ ہو؟ اس شخص نے کہا کہ اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجاہد کا گھوڑا اگر رسی میں اچھلتا کھودتا ہے تو اس کا بھی مجاہد کو ثواب لکھ کر دیا جاتا ہے''۔ (بخاری شریف)

اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت دیں گے

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اِنَّ اللّٰہَ تَعالیٰ بالسَّھمِ الواحدِ ثَلَاثۃَ الجَنَّۃَ: صَانِعہُ یَحتسِبُ فِی صَنعِہِ الخیرَ والرَّامِی بہ وَالمُمِدُّبہِ''

اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت دیں گے۔

(۱)......جو آدمی بھلائی کی نیت سے (جہاد کی نیت سے) تیر بناتا ہے۔

(۲)......جو آدمی تیر چلاتا ہے۔

(۳)......اور جو آدمی تیر مارنے والے کو تیر تھماتا ہے۔

حق کی آبرو کو بچانے کا ذریعہ

یاد رکھیئے! اسلام دین کامل ہے اور انسان اور رہتی دنیا تک کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے، عام حالات میں تو پر امن رہنے کی تلقین کرتا ہے مگر حق کی خاطر خدا کے دین کی خاطر، مادر حرمت کی خاطر یا کسی مسلمان کی خاطر جو دشمن کے نرغے میں گھر گیا ہو یا کسی مظلوم کی مدد کی خاطر جہاد کا حکم بھی دیتا ہے، ایسے خاص حالات میں جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

جہاد کا فلسفہ ہے جو قوم کو زندگی بخشتا ہے باعزت رہنے کے انداز سکھاتا ہے حق کی آبرو کو بچانا سکھاتا ہے، جب حالات انتہائی ناسازگار ہو جائیں تو جہاد ہی کے ذریعے باطل کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے، اس کا نتیجہ چاہے کچھ بھی ہو ہر حالت میں جہاد میں حصہ لینے والا کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے، اگر وہ حق کی خاطر زندگی قربان کر دے تو شہید کہلاتا ہے اور اگر زندہ بچ جائے تو غازی بن جاتا ہے۔ جب کبھی دشمنوں سے مقابلہ ہو اور دشمن کثیر تعداد میں ہوں اور طاقت میں بھی اپنے سے زیادہ ہوں تو جذبہ جہاد ہی مسلمانوں کو دشمن سے ٹکرانے کی ہمت اور جرأت بخشتا ہے۔ صرف جذبہ جہاد سے سرشار مجاہد ہی دشمن کے سامان حرب کی کثرت سے کبھی نہیں گھبراتا اور نہ ہی اس کی تعداد سے خوف زدہ ہوتا ہے اس لئے کہ اسے اپنے خدا پر بھروسہ ہوتا ہے، وہ صرف یہی سمجھتا ہے کہ مجھے اپنا فرض پورا کرنا ہے وہ سمجھتا ہے کہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور فتح اور نصرت اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے جو مدد کو ضرور پہنچے گا اور دشمنوں کے مقابلے میں مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔

تاریخ شاہد ہے کہ مجاہد کا مطلوب و مقصود صرف شہادت ہی ہوتا ہے، اور اپنے شہید ہونے والے ساتھیوں پر رشک کرتا ہے کہ مجھے بھی ایک نہ ایک دن اس دنیا کو خیر باد کہنا ہی ہے، کیوں نہ آخرت کی دنیا کے لئے زاد سفر ساتھ لے چلو اور مرنے سے قبل زندگی میں

کوئی ایسا کام کر جاؤ، جس سے قرب خداوندی بھی حاصل ہو جائے، اور لوگوں کے لئے مثال بھی قائم ہو جائے، باعزت موت سے انسان کو ہمیشہ زندگی ملتی ہے۔ جسم فانی ہوتا ہے، اور مٹی میں مل کر فنا ہو جاتا ہے۔ مگر کردار کبھی نہیں مرتا، وہ زندہ رہتا ہے، اسی لئے جو لوگ راہ خدا میں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں زندہ جاوید ہو جاتے ہیں، اور ان کے نام تاریخ میں ہمیشہ محفوظ رہتے ہیں۔

منصبِ شہادت ایسا ہے کہ اس پر کوئی قسمت والا ہی فائز ہوتا ہے۔ جس قدر مجاہد کا مقصد بلند ہوتا ہے اسی قدر اس کا رتبہ شہادت بلند ہوتا ہے۔ جب ظلم و ستم حد سے بڑھ جائے، جب دشمن ساری اخلاقی قدروں کو پامال کر دے، جب عصمت و عفت خائن نگاہوں اور بے لگام ہاتھوں سے بے آبرو ہونے لگے۔ تو مسلمان اللہ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے مظالم کے خلاف کفن بردوش میدان میں نکل آتا ہے، اور پھر زمانے کی کوئی بھی طاقت اور وقت کی کوئی بھی زیادتی اسے سرفروشی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ جب تک کہ ظلم کے بادل نہ چھٹ جائیں۔ اور دین مبین محفوظ نہ ہو جائے، اور عزت و عفت کو امان نہ مل جائے۔ وہ اپنی تلوار میان میں نہیں رکھتا۔

مسلمان باطل کے آگے جھکنا نہیں جانتا، وہ حق کے لئے سر کٹا لینا پسند کرتا ہے۔ مگر باطل کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔ راہ حق میں جہاد کرتے ہوئے جو زندہ رہ گیا وہ غازی بنا اور جو کام آ گیا وہ شہید کہلایا۔ رتبہ شہادت تمام مرتبوں سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جس میں مسلمانوں کی حیات کا راز پنہاں ہے، اسلام میں دوسرے مذاہب کی نسبت ایک خاص صفت یہ ہے کہ اس نے جذبہ جہاد کو کٹھن وقت کے لئے عقدہ کشا قرار دیا ہے۔ آج تک مسلمانوں میں جہاد کا جذبہ موجود رہا ہے، اور قیامت تک موجود رہے گا۔ مسلمانوں کے اسی جذبے سے بڑے بڑے شہنشاہوں کو شکست ہوئی اور بڑے بڑے جابروں کو زوال نصیب ہوا۔ غیر مذاہب کے اکابرین بھی مسلمانوں کے اس جذبے کا اعتراف کرتے ہیں، انہوں نے اپنے مذہب میں اس جذبے کو پیدا کرنے کی کوشش بھی کی مگر کامیاب نہ

ہو سکے۔ یہ صرف مسلمانوں ہی کا مقصد ہے، لافانی اور لاثانی اسی جذبے کا نتیجہ ہے کہ مسلمان موت سے نہیں گھبراتا، اور اس رستے کو بھی حیات دائمی سمجھتا ہے۔ کسی نے بالکل صحیح کہا ہے کہ:۔ ؎

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

مسلمان کا منشاء ومقصود مال غنیمت اور کشور کشائی نہیں ہوتا، وہ اس لئے اپنا خون بہاتا ہے کہ انسانیت کو سکون ملے، اخلاق کی قدروں کو فروغ ملے، تہذیب وتمدن کے حوالے سے ظلمت کدوں میں ضیائے نور سے روشنی ہو جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے فاتح آئے، انہوں نے زور شمشیر سے اپنی کشور کشائی کی پیاس بجھائی، تہذیب وتمدن کی قدروں کو نیست ونابود کیا، انسانیت لرزہ براندام ہوتی رہی، اس کے برعکس مسلمان جب بھی اٹھا حق کے لئے اٹھا اور وہ جدھر بھی گیا ظلم وستم کے لئے نشتر بن کر اور صلح واخوت کا پیغام لے کر گیا، وہ عورتوں کی عزت کا پاسبان بنا، اس نے بچوں اور معزوروں کو شفقت بخشی، مسلمانون نے تو غیر مذہب کے لوگوں کو بھی پوری آزادی دی بلکہ ان کے مال ومتاع اور ان کی املاک کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اپنے کندھوں پر اٹھائی، بیٹی چاہے اس کی اپنی ہو یا غیر مذہب کی ہو مسلمان دونوں کا یکساں احترام کرتا ہے وہ کرسی عدالت پر بیٹھ کر مسلم وغیر مسلم میں سب کے لئے یکساں عدل وانصاف کرتا ہے۔ جذبہ شہادت مسلمان کی متاع حیات ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو جذبہ جہاد اور جذبہ شہادت سے سرشار فرمائے، آمین یارب العالمین۔